خواتینِ اسلام

کے کارنامے

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد
+92-041-618003

خواتین اسلام کے کارنامے

مؤلف

محبوب العارفین سراج السالکین

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر
مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-618003

نام کتاب ________ خواتین اسلام کے کارنامے

مؤلف ________ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر ________ مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اول ________ اکتوبر 2001ء

اشاعت دوم ________ ستمبر 2002ء

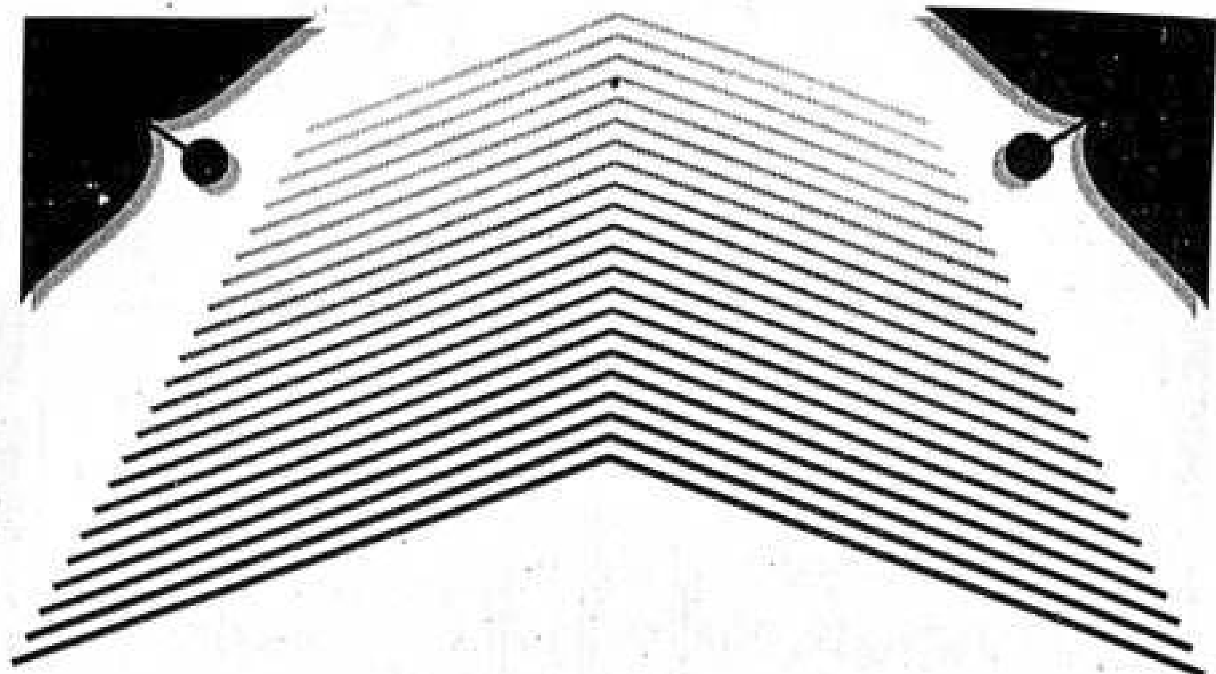
اشاعت سوم ________ ستمبر 2003ء

اشاعت چہارم ________ اپریل 2004ء

تعداد ________ 1100

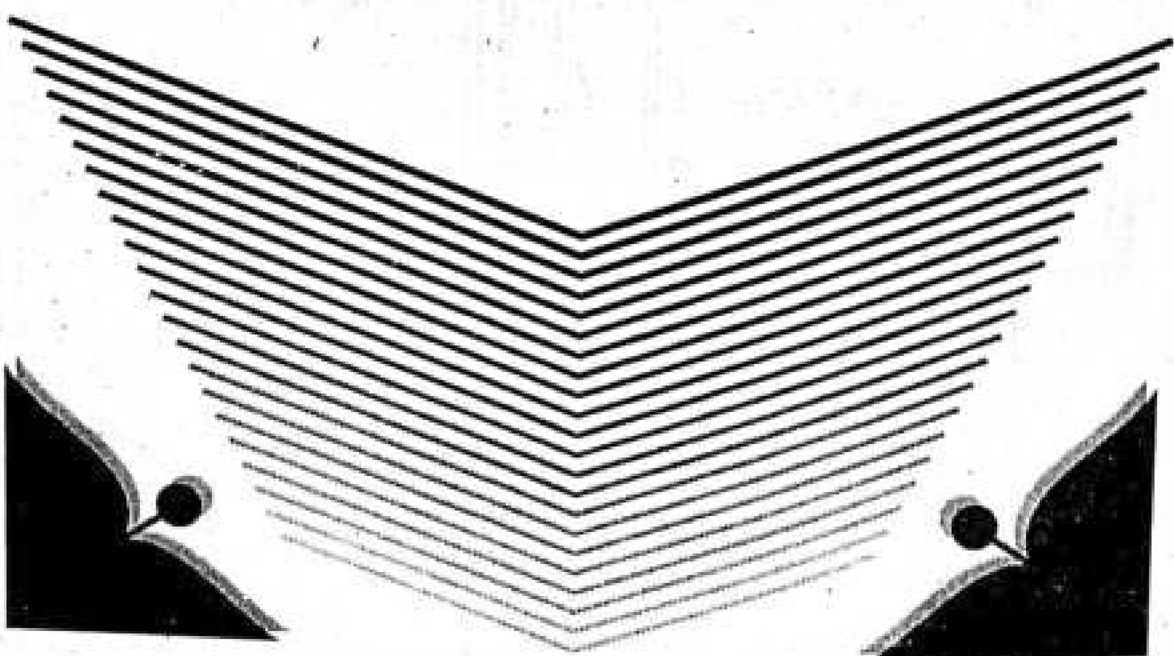
سرورق ________ حافظ انجم محمود

کمپیوٹر کمپوزنگ ________ ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی



مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی
وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہم
اس کو ضرور بالضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے



فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

عرض ناشر

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے سورج کو لوگوں میں متعارف کرانے کی کوشش کی جائے ۔لہٰذا یہاں حضرت کی ذات اعلیٰ صفات کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی بجائے ان کی اس فکر کے بارے میں عرض کرنا مقصود ہے جو وہ طبقہ نسواں کے بارے میں رکھتے ہیں۔

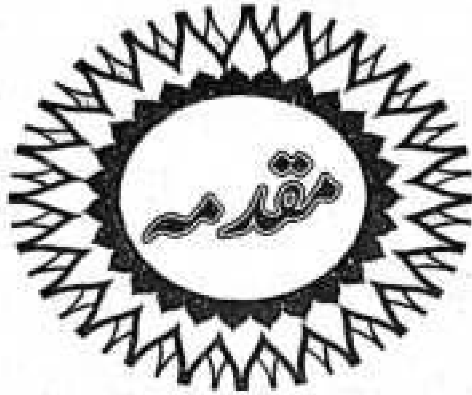
اس آفتاب ہدایت کی ضیاء پاشی سے یہ طبقہ کچھ اس طرح سے فیض یاب ہو رہا ہے کہ دعوت وارشاد کے میدان میں جہاں مردوں میں بیانات ہوتے رہتے ہیں وہاں خواتین کے اجتماعات سے بھی خطابات کا سلسلہ چلتا رہتا ہے ۔رشد و ہدایت کے میدان میں جہاں کہیں ایک طرف مردوں کی محفل وعظ ونصیحت چل رہی ہوتی ہے تو کسی دوسرے گوشے میں خواتین بھی منتظر ہوتی ہیں کہ حضرت ہمیں بھی پند ونصائح سے نوازیں گے۔تعلیم وتدریس کے میدان میں جہاں طلبہ کے کئی مدارس کی سرپرستی فرمارہے ہیں وہاں طالبات کے بہت سے مدارس بھی حضرت کی زیرنگرانی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔تصوف کے میدان میں سنت سے مزین ذکر وفکر والے سالکین موجود ہیں تو مراقبات مشاربات، تسبیح و تہلیل، جذب وشوق کی حامل سالکات بھی موجود ہیں ۔الغرض کہ تربیت نسواں کا یہ ایک نمایاں کام ہے جو اللہ رب العزت حضرت دامت برکاتہ سے لے رہے

ہیں۔ عورت کی گود چونکہ افراد کی اوّلین درسگاہ ہوتی ہے اس لئے کل کو حضرت سے فیض یافتہ یہ خواتین قوم کو علم و ادب کے جوہر سے آراستہ ایسے کردار مہیا کریں گی جن سے انشاء اللہ احیائے دین کا کام ممکن ہو سکے گا۔

یوں تو حضرت کی ہر تصنیف خواتین و حضرات کے لئے یکساں مفید ہے۔ تاہم باعتبار خصوص تربیت نسواں کے لئے حضرت کی مساعی جمیلہ میں ایک تالیفی میدان تھا جو ہنوز تشنہ تھا۔ یہ کتاب لکھ کر حضرت نے اسے بھی خالی نہیں چھوڑا۔ ہوسکتا ہے یہ اس سمت میں پہلا قطرہ ہو...... بہر حال ہم مزید بارش کی توقع رکھتے ہیں۔ یہ کتاب جہاں عامۃ الناس میں بچیوں کو دینی تعلیم دلانے اور دینی ذوق پیدا کرنے کا احساس پیدا کرے گی وہاں خواتین کے لئے علم و عمل میں سبقت لے جانے کے لئے مہمیز ثابت ہوگی۔

ہماری یہ سعادت ہے کہ ہمیں اس کتاب کو طبع کرانے کی توفیق حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ اسے قارئین کے لئے نافع اور ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی
خادم مکتبۃ الفقیر فیصل آباد



ارشاد باری تعالٰی ہے

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً . اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت و مہربانی پیدا کر دی۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں)

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی پیدائش کا مقصد مرد کو راحت و سکون دینا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے وجود زن کو تخلیق کیا اور دونوں کو حکم دیا کہ جنت میں رہو کھاؤ پیو اور مزے کرو۔ بعد ازاں ایک بھول کی وجہ سے دونوں کو زمین پر اترنا پڑا۔ گویا یہ دونوں اصناف (مرد و عورت) بہشت بریں سے ہی ہمراز و ہمسفر ہیں۔ مرد کیلئے عورت کی کیا اہمیت رہی ہے اس کا اندازہ تو اس بات سے ہوتا ہے کہ روئے زمین پر پہلا قتل بھی عورت کی وجہ سے ہوا۔

نسل انسانی کی افزائش کا سلسلہ چلا تو مختلف تہذیبیں، قومیں اور ملک وجود میں آئے اور انسانیت کی رہنمائی کیلئے انبیاء ورسل مبعوث ہوتے رہے۔ قوموں کا عروج وزوال ہو یا انبیائے کرام کی رشد وہدایت کا سلسلہ کرہ ارض کی انسانی تاریخ میں عورت کا تذکرہ ضرور ملے گا۔ مختلف ادوار اور مختلف قوموں میں عورت کی اہمیت مختلف رہی ہے۔ بعض نے تو اسے انتہائی کم تر درجے کی مخلوق سمجھ کر اس کا استحصال کیا اور بعض نے اس کا درجہ اتنا بڑھایا کہ اسے خدا مان لیا۔ جب اسلام آیا تو اس نے عورت کا حقیقی روپ پیش کیا جو اس سے پہلے کسی نے پیش نہیں کیا تھا۔ اسلام نے تعلیم دی کہ لوگو! عورت اگر بیٹی ہے تو یہ تمہاری عزت ہے، اگر بہن ہے تو تمہاری ناموس ہے، اگر یہ بیوی ہے تو تمہاری زندگی کی ساتھی ہے، اور اگر یہ ماں ہے تو تمہارے لئے اس کے قدموں میں جنت ہے۔

اسلام کے نظام عدل کی برکت سے مسلمانوں میں صنف نازک کے باب میں استحصالی معاشرہ قائم ہونے کی بجائے ایک ایسا معاشرہ قائم ہوا ہے جس میں عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے روپ میں پورا پورا تحفظ دیا گیا۔ اسلام کی عطا کردہ اس قدر ومنزلت سے فائدہ اٹھا کر مسلمان خواتین نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ایسے کارنامے سرانجام دیئے جو آج بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔ خواتین اسلام نے علم وادب، تعلیم وتدریس کے میدان میں علوم قرآن علوم حدیث، علم فقہ، دیگر متداولہ علوم، روزمرہ کی معاشرت اور جہاد وغیرہ غرض ہر میدان میں اپنے جوہر دکھائے۔

معاشرتی زندگی میں عورت کے کردار کی اہمیت کے پیش نظر خود نبی اکرم ا عورتوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی علیحدہ

مجالس بھی منعقد ہوتی تھیں۔حتی کہ ایک دن مقرر تھا جس میں آپ اعورتوں کے مسائل سنا کرتے تھےاوران کوتعلیم دیا کرتے تھے۔آپ اکی اتباع میں امت کے علمائے کرام اپنے اپنے دور میں کسی نہ کسی انداز میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے رہے۔لہٰذا تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ اورقرون وسطیٰ کے دور میں بچیوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی اورانہیں علم وادب کے جوہر سے آراستہ کیا جاتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اس وقت کی خواتین نہ صرف علوم دینیہ کے مختلف شعبوں پر کامل عبور رکھتی تھیں بلکہ طاعت وعمل کے میدان میں بھی ان کا کردار قابل رشک تھا۔ان کے اسی کردار کی برکت تھی کہ انہوں نے ایسی ایسی مشاہیر شخصیات کوجنم دیا کہ جن کی تاریخ پڑھتے وقت آج کے قارئین کی عقلیں ورطہء حیرت میں پڑ جاتی ہیں۔علم کے آفتاب و ماہتاب ہوں یا ملکوں کو فتح کرنے والے جری مجاہد،عدل وانصاف کے پھریرے لہرانے والے حکمران ہوں یا لوگوں کے دلوں پر جھنڈے گاڑنے والے باخدا صوفیا، ہر ایک تاریخ ساز شخصیت کی پشت پرآپ کو باعمل ماؤں کا کردار ضرور نظر آئے گا۔

آج تنزلی کا دور ہے۔ہم نے اپنی خواتین کو مادیت پرستی کی ایسی دوڑ میں لگا دیا ہے کہ وہ اپنا اصل کردار اور مقام بھول گئی ہیں۔اکثر خواتین نے تو چراغ محفل بننے کو ہی زندگی کا مقصد سمجھ لیا ہے لہٰذا ان کا زیادہ وقت یا تو زیب وزینت میں گزرتا ہے یا آرائش وزیبائش کا سامان مہیا کرنے میں۔جو شریف یا قدرے دیندار گھرانے ہیں توان کی خواتین فقط گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کو ہی مقصد زندگی سمجھتی ہیں۔آج خواتین میں دینی مسائل کو سیکھنے اور اعمال صالحہ کرنے کا شوق رخصت ہو چکا۔جب کوئی خاتون ان اعمال اور ان طور طریقوں سے ہی ناآشنا

رہے گی جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل ہوتی ہے تو پھر وہ غفلت بھری زندگی ہی گزارے گی۔ آج کل دنیا میں تعلیم نسواں کا راگ بھی بڑی شد و مد سے الاپا جاتا ہے لیکن تعلیم نسواں کے نام پر ایسی تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ ان میں مادیت پرستی کے سوا کوئی فکری اور روحانی تبدیلی پیدا نہیں کرتی۔ لہٰذا طالبات ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر جاتی ہیں لیکن صحیح طرح سے کلمہ طیبہ نہیں پڑھ سکتیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ہمارے ملک کی نصف سے بھی زیادہ آبادی پر محیط یہ طبقہ آج قوم کی فکری بالیدگی میں اپنا تعمیری کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ ماضی کے جس دور میں عورت خاندان کی تعمیر میں اپنے کردار کو سمجھتی تھی تو وہ دور دنیا میں اسلام کا سنہری دور کہلاتا تھا۔ اور اب جبکہ یہ طبقہ اپنے کردار سے غافل ہے قوم ٹھوکریں کھا رہی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مردوں کو پھر بھی خیر اور نیکی کی بات سننے کے مواقع اکثر و بیشتر میسر آجاتے ہیں لیکن ان بیچاریوں تک کسی دردمند کی آواز بھی نہیں پہنچتی کیونکہ ان کی تعلیم کا اہتمام نہیں کیا جاتا نہ نیکی کی بات سننے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ فقیر کے دل میں ہر وقت ایک کڑھن رہتی ہے کہ آج کی عورت کے سامنے اپنے اسلاف کا کردار رکھا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ ماضی میں ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کا طرز زندگی کیا رہا ہے۔ تا کہ ان میں پھر وہی ذوق عمل پیدا ہو جائے۔ لہٰذا جہاں کہیں موقع ملتا ہے اپنے دل کا یہ روگ کھول بیٹھتا ہے۔

کسی جگہ پر عورتوں کے مجمع میں کچھ ایسی ہی باتیں کہنے کا موقع ملا۔ تو حاضرین کو وہ گزارشات اتنی پسند آئیں کہ مطالبہ ہوا کہ ان سب باتوں کو کتابی صورت میں شائع کریں تا کہ عام لوگوں کو بھی فائدہ ہو۔ جب اصرار زیادہ بڑھا تو سوچا کہ کتاب کو پڑھ کر اگر کچھ خواتین کی زندگیوں کا رخ بدل جائے تو آخرت میں فقیر کی نجات کا ذریعہ بنیں گی۔ لہٰذا کچھ اضافہ جات کے ساتھ فقیر ان باتوں کو احاطہ تحریر میں لایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شرف قبولیت عطا فرمائیں اور آخرت کیلئے صدقہ جاریہ بنائیں۔

الٰہی! ماؤں بہنوں بیٹیوں کو دینداری دے
الٰہی! نئی پود کو فصل بہاری دے
بچالے مومنہ کو اے خدا مغرب پرستی سے
بچا اس شمع کو باد فنا کی چیرہ دستی سے

دعاگو و دعاجو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی
مہتمم دارالعلوم جھنگ

کان اللہ عوضا عن کل شئ

باب 1

خواتین اسلام کے کارنامے

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّابَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوۃً
طَیِّبَۃً وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوا یَعْمَلُوْنَ ○ و قال
رسول اللہ ﷺ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة
او کما قال علیه الصلوۃ والسلام .
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَی
الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

مقصد زندگی

ہر انسان کا مقصد زندگی اللہ رب العزت کی بندگی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا (یاتم یہ گمان کرتے ہو کہ تم بے فائدہ پیدا کئے گئے ہو) وَ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لاَ تُرْجَعُوْن (اور کیاتم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے) دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلاَّ لِیَعْبُدُوْن (کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کونہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کی خاطر)۔ گویا معلوم ہوا

کہ ہم اس دنیا میں کچھ مدت کے لئے آئے ہیں اور مقصود اللہ رب العزت کو راضی کرنا ہے۔اسی لئے فرمایا گیا اِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَ اَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ کہ یہ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔اس فرمان کے پیش نظر ہم نے دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرنی ہے اور یہ آخرت کی تیاری مرد اور عورت دونوں کی ذمہ داری ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عورتوں میں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ولایت کے درجات تو فقط مرد ہی حاصل کر سکتے ہیں عورتوں کے لئے تو صرف نماز، روزہ اور گھر کے کام کاج ہوتے ہیں، اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے کہ گھر سے باہر دین کی محنت کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے اور گھروں کی حدود میں رہ کر دین کی محنت کرنا عورتوں کی ذمہ داری ہے۔جس طرح مردوں کے لئے دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔اسی لئے تو ہمارے آقا و سردار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ (دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے)۔اگر دین کا علم نہیں ہوگا تو انسان اس کے مطابق کیسے زندگی گزار سکے گا؟ ہمیں چاہئے کہ دین کا علم حاصل کریں اور اللہ رب العزت کی رضا کے لئے اس پر عمل کریں۔

صحابیات میں علم دین کی طلب

احادیث میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ صحابیاتؓ دین کا علم حاصل

کرنے کے لئے بے تاب رہتی تھیں۔ایک صحابیہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مرد حضرات تو آپ ﷺ سے بہت سی احادیث سن لیتے ہیں مگر ہم عورتیں گھروں میں رہ کر بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور گھر کے کام کاج سمیٹتی ہیں جس کی وجہ سے ہم آپ کی وہ باتیں نہیں سن پاتیں، لہٰذا آپ کوئی دن متعین فرما دیجئے جس میں ہم حاضر خدمت ہو جایا کریں گی اور آپ ﷺ ہمیں اس علم میں سے حصہ عطا کیجئے جو آپؐ کو اللہ رب العزت نے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بدھ کا دن متعین فرما دیا۔اس طرح ہر بدھ کو صحابیاتؓ جمع ہوتی تھیں اور نبی اکرم ﷺ پردے میں ان کو دین سکھایا کرتے تھے۔

بہت اچھا سوال

ایک مرتبہ ایک صحابیہؓ نے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مرد لوگ تو ہم سے عبادت میں آگے نکل گئے کیونکہ وہ جنازہ کی نماز کے لئے آپ کے ہمراہ جاتے ہیں، جہاد میں آپ ﷺ کے ساتھ حصہ لیتے ہیں اور مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں جب کہ ہم عورتیں تو گھر کی چار دیواری میں ہی رہتی ہیں اور ہم نیکیوں کے اتنے بڑے کام نہیں کر پاتیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوال پوچھنے والی نے بہت اچھا سوال پوچھا ہے۔

بہت اچھا جواب

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت گھر کے کونے میں نماز پڑھ لیتی ہے اللہ رب العزت اس کو اس مرد کے برابر اجر عطا فرماتے ہیں جو مسجد میں جا کر

تکبیر اولیٰ کے ساتھ با جماعت نماز پڑھتا ہے پھر فرمایا کہ جو عورت اپنے بچے کی خاطر رات کو جاگتی ہے اس کو اللہ رب العزت اس مرد مجاہد کے برابر اجر دیتے ہیں جو دشمن کی سرحد پر رات کو جاگ کر پہرہ دیتا ہے۔ سبحان اللہ

آدھا دین

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق صحابہ کرام ﷺ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ ان میں سے فقہا صحابہ ﷺ یعنی وہ صحابہ ﷺ جن کو اللہ تعالیٰ نے دین میں تفقہ زیادہ عطا کر دیا تھا اور لوگ ان سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کرتے تھے ان کی تعداد ایک سو انچاس (149) تھی۔ ان ایک سو انچاس میں سے بھی چودہ حضرات ایسے تھے کہ باقی لوگ ان کے قول کے آنے پر اپنے قول سے رجوع کر لیا کرتے تھے۔ یعنی وہ اعلم تھے اور علمائے وقت بھی ان کی اقتدا کیا کرتے تھے۔ ان چودہ شخصیات میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی شامل ہے۔ گویا دین کا علم رکھنے والے چوٹی کے صحابہ ﷺ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ بڑے بڑے جید صحابہ ﷺ پردے کے پیچھے بیٹھ کر ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے متعلق مسائل پوچھتے تھے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے کافی، وافی اور شافی جواب دیا کرتی تھیں۔ اللہ رب العزت نے ان کو اتنا علم دیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری عائشہ تو آدھا دین ہے۔ معلوم ہوا کہ عورتیں علم دین کے میدان میں مردوں سے پیچھے نہیں رہیں۔

اولیات صحابیاتؓ

بعض خوبیاں تو ایسی ہیں جن میں عورتیں مردوں سے بھی بازی لے گئیں اور

اول نمبر پر رہیں۔

1 مثال کے طور پر امت محمدیہ ﷺ میں لسان نبوت سے قرآن مجید سننے کی سعادت سب سے پہلے عورت نے حاصل کی جن کا نام خدیجۃ الکبریٰ ؓ تھا۔

2 اسی طرح امت محمدیہ ﷺ میں دیدار نبی ﷺ کی سعادت بھی سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ نے پائی یعنی جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو امتیوں میں سب سے پہلے جس کی نظر آپ ﷺ کے چہرے پر پڑی اور اس نے نبوت کے چہرے کو دیکھا تو وہ مرد نہ تھا بلکہ ایک عورت تھی۔

3 اسی طرح اس امت میں سب سے پہلی شہادت جس نے پائی وہ حضرت سمیہ ؓ تھیں۔ گویا ان تینوں باتوں میں عورتیں مردوں سے بازی لے گئیں۔

تعمیر شخصیت میں خواتین اسلام کا کردار

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے آپ کو کسی نہ کسی عورت کا کردار نظر آئے گا۔ ماں کی شکل میں یا بہن کی شکل میں یا بیوی کی شکل میں یا بیٹی کی شکل میں۔ دنیا کا کوئی کامیاب انسان ایسا نہیں کہ جس کے پس منظر میں کسی عورت کا کردار نظر نہ آتا ہو۔ وضاحت کے لئے چند مثالیں غور طلب ہیں۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا کردار

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی کامیاب ترین زندگی کے پیچھے آپ کو خدیجۃ الکبریٰ کا بے مثال ایثار اور تعاون نظر آئے گا۔ جیسے ہی ان کا نکاح آپ ﷺ

کے ساتھ ہوا، انہوں نے اپنا سارا مال نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ آپ ﷺ جب کبھی کفار کی ایذا رسانیوں پر رنجیدہ خاطر ہوتے اور گھر آتے تو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو تسلیاں دیتیں۔ بلکہ جب پہلی وحی نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کافی خوفزدہ تھے کیونکہ ایک نئی بات پیش آئی تھی۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور فرمانے لگے زملونی زملونی (مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو)۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اس وقت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا خشیت علی نفسی مجھے اپنی جان کا خوف اور خطرہ ہے۔ یہ بات سن کر خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! کلا ہرگز نہیں، ما یخذیک اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں ہونے دیں گے انک لتصل الرحم آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں وتحمل الکل اور لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں و تکسب المعدوم اور جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا ان کو کما کر دینے والے ہیں و تقریء الضیف اور مہمان نوازی کرنے والے ہیں و تعین علی نوائب الحق اور نیک کاموں میں آپ دوسروں کی مدد کرنے والے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! چونکہ آپ کے اندر یہ اچھے اخلاق ہیں اس لئے اللہ رب العزت آپ کو ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ان باتوں کو سن کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو تسلی مل گئی۔ یوں محبوب ﷺ کی کامیاب زندگی کے پیچھے آپ کو بیوی کی شکل میں عورت کا کردار نظر آئے گا۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب کا کردار

حضرت عمرؓ اس امت کے ایک عظیم کامیاب انسان ہیں، جن کو مراد مصطفٰے ہونے کا شرف نصیب ہوا اور جن کو اتنا کامل ایمان نصیب ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لو کان بعدی نبیا لکان عمرا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو عمرؓ میں اللہ تعالیٰ نے وہ صفات رکھی تھیں کہ وہ نبی بنا دیئے جاتے۔ نیز فرمایا کہ جس راستے سے عمرؓ جاتا ہے شیطان اس راستے کو چھوڑ دیتا ہے۔ تین مرتبہ ایسا ہوا کہ شیطان نے حضرت عمرؓ کا سامنا کیا اور حضرت عمرؓ نے تینوں مرتبہ اس کو زمین پر گرا دیا اور تیسری مرتبہ اس کے چہرے پر تھپڑ لگا کر کہا کہ تم میرے سامنے کیسے آسکتے ہو۔ اس کے بعد شیطان نے آپ کا سامنا کرنا ہی چھوڑ دیا، جن کو اللہ رب تعالیٰ نے اتنا بڑا ایمان عطا کیا تھا ان کے قبول اسلام کا واقعہ بڑا عجیب ہے کہ ایک مرتبہ ہاتھ میں تلوار لے کر نکلے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو شہید کرتا ہوں۔ راستے میں ایک صحابیؓ ملے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔ انہوں نے پوچھا، عمر! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے، میں چاہتا ہوں کہ آج مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) شہید کر دوں۔ ان صحابیؓ نے فرمایا، پہلے تم اپنے گھر کی تو خبر لو، تمہاری بہن فاطمہ اور تمہارے بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ کا غصہ بھڑک اٹھا۔ چنانچہ اپنی بہن کے گھر آئے اور دروازے پر دستک دی۔ بہن نے پہچان لیا کہ دروازے پر عمر آئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے جو چند صفحے پڑھ رہی تھیں وہ بھی چھپا دیئے اور جو صحابیؓ پڑھا رہے تھے وہ بھی چھپ گئے۔ دروازہ کھولا، آپ نے جا کر اپنے بہنوئی سے پوچھا، میں نے سنا ہے کہ تم لوگ مسلمان بن چکے ہو، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ بہنوئی نے جواب دیا کہ

اگر اسلام سچا دین ہے تو پھر اس کو قبول کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ یہ سنتے ہی آپ آگ بگولا ہو گئے اور اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن ان کو بچانے کے لئے درمیان میں آئیں تو آپ نے بہن کے رخسار پر تھپڑ لگایا۔ وہ عورت ذات تھیں اور نازک بدن تھیں، جیسے ہی انہیں تھپڑ لگا وہ نیچے گر گئیں، منہ سے خون نکل آیا اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے لیکن پھر بھی کھڑی ہو کر بھائی کے سامنے کہنے لگیں، عمر! جس ماں کا دودھ آپ نے پیا ہے اسی ماں کا دودھ میں نے بھی پیا ہوا ہے! آپ ہمارے جسم سے جان تو نکال سکتے ہیں مگر ہمارے دلوں سے ایمان کو نہیں نکال سکتے۔ یہ الفاظ آپ کے دل کے اندر اتر گئے۔ غصہ ختم ہوا بلکہ دل موم ہو گیا تو پوچھنے لگے، فاطمہ! سناؤ کیا پڑھ رہی تھیں؟ فرمانے لگیں، بھائی! آپ کا جسم پاک نہیں ہے، شرک کی نجاست سے لتھڑا ہوا ہے اس لئے کلام الٰہی پڑھنے کے لئے آپ کو غسل کرنا پڑے گا۔ چنانچہ آپ غسل کر کے آ گئے۔ اتنے میں وہ صحابیؓ بھی باہر آ گئے جو انہیں قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں پڑھیں۔ آپ سنتے رہے۔ جب یہ آیتیں پڑھی گئیں اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ...... ان آیات کی وجہ سے آپ کے دل میں ایک شعلہ اٹھا اور ان کا دل اسلام قبول کرنے کی طرف مائل ہو گیا اور فرمانے لگے، اچھا مجھے بھی کلمہ پڑھا دو۔ وہ صحابیؓ کہنے لگے، اللہ اکبر! میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے وہ آپ کے لئے اللہ کے حضور دعائیں فرما رہے تھے کہ اے اللہ! عمر ابن خطاب یا عمر ابن ہشام میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ آؤ! میں تمہیں اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ اس وقت دارارقم میں صحابہ کرام ؓ کے ساتھ موجود تھے۔ آپ اور وہ صحابی ؓ دارارقم پہنچے، اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی، کسی نے سوراخ میں سے دیکھا تو انہیں باہر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے نظر آئے اور ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اس صحابی ؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! باہر عمر ابن الخطاب کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھ میں تلوار بھی ہے، محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بدلی ہوئی حالت ہے۔ اس وقت حضرت حمزہ ؓ آگے بڑھے اور فرمانے لگے کہ دروازہ کھول دو، اگر تو عمر ماننے کی نیت سے آیا ہے تو اس کا آنا مبارک ہو اور اگر کسی دوسرے ارادے سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑا کے رکھ دوں گا۔ چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ حضرت عمر ؓ کے حالات بدلے ہوئے تھے لہٰذا آکر دوزانو بیٹھ گئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے محبوب ﷺ! کلمہ پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔ صحابہ کرام ؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ محبوب ﷺ نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی۔ پھر اللہ کے محبوب ﷺ نے حضرت عمرؓ کو کلمہ پڑھا کر اپنا غلام بنالیا۔

صحابہ کرام ؓ اس وقت تک دارارقم میں نمازیں پڑھتے تھے مگر حضرت عمر ابن الخطاب ؓ فرمانے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! اب تک آپ گھر میں نمازیں پڑھتے رہے، اب عمر مسلمان ہو چکا ہے، آیئے ہم مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ انتالیسویں نمبر پر حضرت امیر حمزہ ؓ مسلمان ہوئے تھے جب کہ چالیسویں نمبر پر حضرت عمر ؓ مسلمان ہوئے۔ یہ چالیس صحابہ کرام ؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ مسجد حرام میں حاضر ہوئے۔ وہاں پر حضرت عمر ؓ نے

اعلان فرمایا، اے کفار مکہ! تم اگر اپنی بیویوں کو بیوہ کروانا چاہو اور بچوں کو یتیم بنوانا چاہو تو آج عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آجاؤ۔ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی اور گھر کی بجائے مسجد میں عبادت شروع ہوگئی۔ اسلام کے اس عظیم سپوت کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار بہن کی حیثیت سے نظر آئے گا۔

ام حکیم رضی اللہ عنہا کا کردار

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اسلام کے ایک عظیم جرنیل گزرے ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت کفر میں اتنی تکلیفیں پہنچائی تھیں کہ فتح مکہ کے موقع پر ان کا خیال تھا کہ اب تو مجھے ضرور ہی قتل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا فتح مکہ کے دن وہ اپنے گھر سے نکل گئے۔ ان کا خیال تھا کہ کہیں دور جا کر بسیرا کرلیں گے لیکن اگلے دن ان کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، کلمہ پڑھا اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے خاوند کو امن عطا کر دیجئے، اگر اجازت ہو تو ان کو میں آپ کی خدمت میں لے آتی ہوں۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تو سمندر سے بھی زیادہ فراخ تھا چنانچہ فرمایا کہ اسے معافی دے دی گئی۔

ان کی بیوی اپنے خاوند کو تلاش کرنے نکلی۔ وہ سفر طے کرتے کرتے ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں دریا تھا۔ ان کے خاوند کشتی میں سوار ہو کر دریا کے دوسرے کنارے کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ بیوی نے عقلمندی کی اور دوسری کشتی کرایہ پر لی اور کشتی کو تیزی سے چلوایا۔ دریا کے درمیان میں اپنی کشتی کو دوسری کشتی کے مقابلے میں لا کر اپنے خاوند کو مخاطب کیا

اور کہا کہ اب آپ کو آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے، آیئے واپس چلتے ہیں۔ خاوند نے کہا کہ اگر واپس گیا تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ ام حکیمؓ کہنے لگی ہرگز نہیں، میں امن کا پیغام لے کر آئی ہوں۔ چنانچہ حضرت عکرمہ ؓ اپنی بیوی کے ساتھ واپس آ گئے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ اسلام کے اس عظیم جرنیل کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ان کی بیوی کی حیثیت سے نظر آئے گا۔

ام سلیمؓ کا کردار

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس ؓ کی والدہ ہیں۔ حضرت انس وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو بچپن سے ہی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے اور آپ ﷺ کے خادم خاص تھے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا مدینے میں رہتی تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں ان کے شوہر مالک جو انس ؓ کے والد تھے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ام سلیمؓ اپنے بیٹے انس ؓ کو کلمہ سکھانے کی کوشش کرتی تھیں۔ ایک دن ان کے شوہر مالک نے ان کو دیکھا کہ بچے کو کلمہ یاد کرا رہی ہے تو سخت خفا ہوا کہنے لگا کہ ایک تو تم نے خود باپ دادا کا دین چھوڑا اب چاہتی ہو کہ یہ بچہ بھی بے دین ہو جائے۔ حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا کہ یہ تو نادان ہے میں تو چاہتی ہوں کہ تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ مالک مسلمان نہ ہوا کچھ عرصہ بعد کسی سفر میں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح ام سلیمؓ بیوہ ہو گئیں۔ کیونکہ بہت سمجھدار، بہادر اور نیک خاتون تھیں اس لئے ان کو

کئی لوگوں نے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے اپنے بچے کی تربیت کی خاطر شادی نہ کی۔

جب حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ دس برس کے ہو چکے تھے۔ام سلیمؓ ان کو ایک اچھا انسان بنانا چاہتی تھیں۔انہوں نے سوچا کہ ایک اچھا انسان بنانے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت سے بڑھ کر اور کیا موقع ہو سکتا ہے، چنانچہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کیا " یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس بچے کو بڑی محنت سے پالا ہے اب میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے اپنے پاس رکھ لیں " نبی کریم ﷺ نے ان کی بات مان لی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے۔حضور ﷺ جو بھی کام کرتے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ دیکھتے اور یاد کر لیتے اور خود بھی حضور ﷺ کی پیروی کرتے اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ پر اللہ کا ایسا فضل ہوا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے بڑے صحابیوں میں شمار کیے جانے لگے۔آپ بہت سی احادیث رسول ﷺ کے راوی ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ خود اقرار کرتے ہیں کہ اگر میری ماں میری تربیت کا انتظام نہ کرتیں تو میں بڑے گھاٹے میں رہتا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حق مہر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا تو اس نے جواب دیا، اللہ کی قسم! تیرے جیسا آدمی خالی واپس نہیں جا سکتا لیکن بات یہ ہے کہ تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں۔میرے لئے حلال نہیں ہے کہ تیرے نکاح میں آؤں۔اگر تم مجھ سے نکاح کے خواہاں ہو تو پھر میرا حق مہر

یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ پس ابو طلحہ ؓ مسلمان ہو گئے اور یہی ان کا حق مہر ہوا۔

ام سلیم ؓ کے صبر کی برکت

ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا تھا جو بیمار ہو گیا حتی کہ کچھ دن کے بعد اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ابو طلحہ ؓ کہیں باہر سے آئے، بیٹے کی حالت دریافت کی۔ ام سلیم ؓ نے سوچا شوہر تھکے ماندے آئے ہیں اب رات کا وقت ہے، ایسے ہی پریشان ہوں گے اور سو بھی نہ سکیں گے۔ کہنے لگیں اب سکون میں ہے۔ اس بات میں کوئی جھوٹ بھی نہ تھا کہ مرنے کے بعد تو آدمی سکون میں ہی ہوتا ہے۔ ابو طلحہ ؓ مطمئن ہو گئے۔ کھانا وغیرہ کھایا اور رات کو اہلیہ سے ہم بستری بھی کی۔ اب صبح وہ شوہر سے کہتی ہیں کہ یہ بتاؤ جب کوئی شخص کسی کو مانگی چیز دے اور پھر واپس مانگے تو انکار کر دینا چاہئے یا بخوشی واپس کر دینی چاہئے۔ انہوں نے کہا ظاہر ہے کہ واپس کر دینی چاہئے۔ ام سلیم ؓ کہنے لگیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے جو بیٹے والی نعمت دی تھی وہ واپس لے لی ہے۔ ابو طلحہ ؓ نے کہا کہ جب تو عورت ہو کر صبر کر سکتی ہے تو پھر میرا زیادہ حق ہے کہ میں صبر کروں۔ صبح کے وقت انہوں نے یہ سارا واقعہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ان کیلئے دعا کی۔ خدا کی قدرت کہ اسی رات کے عمل سے حمل رہ گیا اور بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ عبداللہ خود بھی بڑے عالم بنے اور آگے ان کے سات بیٹے ہوئے جو کہ حافظ قرآن اور عالم بنے۔ دیکھا یہ ام سلیم ؓ کے صبر کی برکتیں تھیں۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا کردار

سفر ہجرت کے لئے جب نبی اکرم ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خلوت چاہئے۔ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میرے گھر میں میری بیوی اور دو بیٹیوں کے سوا کوئی نہیں ہے، ان کے ذریعے تو کسی بات کے باہر جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ اسی وقت آپ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تیاری شروع کر دی۔ اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر کے ایک گھڑی باندھ دی اور گھر کا سامان تیار کر کے روانہ کر دیا۔ یہ بیٹی ہے لیکن اپنے والد کی دین کے معاملے میں معاون بن رہی ہے۔ سفر شروع ہونے سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ آپ ہمارے لئے کھانا بنا دینا، اپنے غلام فہیرہ سے کہا کہ تم بکریاں چرانا اور بکریاں چرانے کے بہانے غار ثور میں آ کر ہمیں دودھ پلانا، اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے کہا کہ تم سارا دن قریش مکہ کے حالات کی خبر لینا اور رات کے وقت غار میں آ کر ہمیں اطلاع کرنا، اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ بیٹی! تم چھوٹی ہو، تمہارے اوپر کوئی شک بھی نہیں کرے گا، تم ہمیں غار ثور میں کھانا پہنچا دینا۔ بیٹی نے کہا، ابا حضور! ضرور پہنچاؤں گی۔

اس کے بعد ہجرت کا سفر شروع ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ گھر میں آئے۔ اس وقت تک ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور نابینا بھی ہو چکے تھے۔ وہ گھر میں آ کر پوچھنے لگے، کیا ابو بکر چلے گئے ہیں؟

بچیوں نے بتایا کہ دادا ابو! جی ہاں، وہ چلے گئے ہیں۔ پوچھا کہ کچھ گھر والوں کے لئے بھی چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت اسماءؓ سمجھ دار تھیں، انہوں نے کپڑے کے اندر کچھ پتھر اکٹھے کر دیئے اور اپنے دادا کو کہا کہ ذرا ہاتھ لگا کر دیکھو کہ اس کپڑے کے اندر بہت کچھ ہے۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ لگایا اور سمجھے کہ اس میں درہم و دینار ہیں اس لئے ان کو اطمینان ہو گیا۔ دیکھیں کہ چھوٹی سی بچی اپنے دادا ابو کو کیسے تسلیاں دے رہی ہے اور سفر ہجرت میں کامیابی کے لئے اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ انہوں نے کھانا لے کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو غار ثور میں پہنچایا۔ جب دوسرے دن کھانا پہنچانے کے لئے حاضر ہوئی تو رنجیدہ، اداس اور غم زدہ نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا، اسماء! تم اداس کیوں ہو؟ اس وقت حضرت اسماءؓ کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! کل جب میں آپ کی خدمت میں کھانا پیش کر کے واپس جا رہی تھی اس وقت مجھے راستے میں ابو جہل مل گیا۔ اس نے مجھے پکڑ لیا اور کہنے لگا، اے ابوبکر کی بیٹی! تمہیں پتہ ہوگا کہ تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے سچ بولا اور کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔ اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا اور کہا کہ مجھے جلدی بتاؤ کہ کہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں تجھے ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں تجھے انتہائی سخت سزا دوں گا۔ میں نے کہا، فاقض ما انت قاض تو جو چاہے کر لے، میں تجھے ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ! اس نے مجھے اچانک تھپڑ رسید کیا، میں چٹان پر گری اور میری پیشانی سے خون نکل آیا، میری آنکھوں سے آنسو آ گئے، اس نے مجھے پھر سر کے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور کہنے لگا،

اسماء! میں تجھے بہت ماروں گا۔ میں نے روتے ہوئے اسے کہا، ابوجہل! میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی ﷺ کو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔ اس بات کو سن کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام آبدیدہ ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا، ابوبکر! میں نے سب کے احسانات کا بدلہ دنیا میں دے دیا مگر تیرے احسان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔ سبحان اللہ، سیدنا صدیق اکبرؓ کے سفر ہجرت کی کامیابی میں آپ کو ایک بچی کا کردار بیٹی کی حیثیت سے نظر آئے گا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بایزید کو اولیاء اللہ میں وہ مقام حاصل ہے جو جبرئیل امین کو دوسرے فرشتوں کے اندر حاصل ہے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ ماں نے ان کو مدرسے میں داخل کرایا اور قاری صاحب سے کہا کہ اس کو جلدی جلدی گھر نہ آنے دینا، ایسا نہ ہو کہ گھر میں آنے جانے کی وجہ سے اس کا دل مدرسے سے اچاٹ ہو جائے۔ چنانچہ قاری صاحب نے ان کو کئی دن مدرسے میں رکھا۔ بچے نے ایک دن قاری صاحب سے کہا کہ میرا گھر جانے کو جی چاہتا ہے۔ استاد نے بہت سارا سبق ذمے لگا دیا اور یاد کر لینے پر اسے گھر جانے کی اجازت دے دی۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر آئے اور دروازے پر دستک دی۔ اس وقت ان کی والدہ وضو کر رہی تھیں۔ وہ دستک سے پہچان گئیں کہ بیٹا دروازے پر ہے۔ مگر پھر سوچنے لگیں کہ اگر آج دروازہ کھول کر اسے گھر میں داخل ہونے دیا

تو بچے کو گھر آنے کی عادت پڑ جائے گی اور مدرسے نہیں جایا کرے گا۔ چنانچہ دروازے کے قریب آ کر کھڑی ہوئیں اور پوچھا، دروازہ کس نے کھٹکھٹایا ہے؟ جواب ملا، بایزید۔ والدہ فرمانے لگیں، ایک میرا بھی بایزید تھا جسے میں نے اللہ کے دین کے لئے وقف کر دیا ہے، تو کون بایزید ہے جو میرا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ بچہ سمجھدار تھا پہچان گیا کہ امی چاہتی ہیں کہ میں دین کا علم حاصل کروں۔ لہٰذا واپس لوٹ کر مدرسے میں آ گیا اور پھر مدرسے سے اس وقت نکلا جب عالم فاضل بن چکا تھا۔ سبحان اللہ، اتنے بڑے ولی کو ولی بنانے میں آپ کو ایک عورت کا کردار ان کی ماں کی حیثیت سے نظر آئے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بھائی تھے۔ ان کی تربیت ان کی والدہ نے کی کیونکہ یہ دونوں لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ والدہ کی تربیت سے دونوں نیکوکار رہے۔ ان میں سے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ علم قال میں بلند مرتبہ رکھتے تھے مگر ان کے دوسرے بھائی احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ علم حال میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایک صاحب کشف انسان تھے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھاتے مگر ان کے بھائی احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے اپنی نماز پڑھ لیتے تھے اور امام کے پیچھے پڑھنے سے گھبرایا کرتے تھے۔ یہ بات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ ایک دن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا، امی! میں اس مسجد کا امام ہوں اور بڑا خطیب ہوں مگر لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب اس کا اپنا بھائی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو پھر اس کی

امامت کیسی ہے؟ ماں نے جب یہ سنا تو احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، بیٹے! تم اپنے بھائی کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ ماں کے حکم کی وجہ سے وہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھانا شروع کی۔ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی رکعت تو ان کے پیچھے پڑھی مگر دوسری رکعت میں نماز توڑ کر واپس آ گئے۔ اب امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی پوزیشن پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوگئی۔ نماز پڑھنے کے بعد بڑے رنجیدہ ہوئے۔ لوگوں کی عجیب وغریب باتیں انہیں سننا پڑیں۔

گھر میں آ کر انہوں نے اپنی والدہ کو بتایا کہ بھائی نے تو آج میری ناک ہی کٹوا دی۔ ماں نے احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر پوچھا، بیٹا! تو نے میری بات کیوں نہ مانی؟ کہنے لگے، امی! آپ نے کہا تھا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا۔ میں آپ کے حکم کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، جب تک یہ نماز پڑھا رہے تھے میں پیچھے پڑھتا رہا اور جب یہ نماز پڑھانے کی بجائے کچھ اور سوچنے لگے تو میں نماز توڑ کر واپس آ گیا۔

ماں نے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، بیٹے! تم نے کیا سوچا تھا؟ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا، امی! میں معافی مانگتا ہوں، مجھ سے واقعی بڑی غلطی ہوگئی، میں نماز پڑھانے سے پہلے عورتوں کے کچھ مسائل پڑھ رہا تھا اور ان مسائل میں غور وفکر کر رہا تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو پہلی رکعت میں نے توجہ الی اللہ کے ساتھ پڑھائی مگر دوسری رکعت میں عورتوں کے وہی مسائل میرے دماغ میں آ گئے اور میں تھوڑی دیر کے لئے انہی مسائل کے بارے میں سوچنے لگ گیا۔

اس وقت ماں نے کہا، افسوس! کہ تم دونوں میں سے کوئی بیٹا بھی میرے کام کا نہ بنا۔ جب انہوں نے ماں کی یہ بات سنی تو دونوں بھائی تڑپ اٹھے اور کہنے لگے، امی! ہم دونوں آپ کے کام کے کیسے نہ بنے؟ کہنے لگیں، ایک تو نماز میں کھڑا عورتوں کے مسائل سوچ رہا تھا اور دوسرا اس کے پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، دونوں میں سے کوئی بھی اللہ کی طرف متوجہ نہ تھا۔ سبحان اللہ، یہ ماں کی تربیت تھی جس نے ان کو وقت کا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا۔ اس طرح ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو ماں کی شکل میں عورت کا کردار نظر آئے گا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں مدرسے میں پڑھنے جاتے تھے۔ ماں نے ان کے کپڑوں میں پیسے سی دیئے اور نصیحت کی کہ بیٹے! تم نے ہمیشہ سچ بولنا ہے۔ راستے میں، قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے ان سے بھی پوچھ لیا کہ کیا تمہارے پاس پیسے ہیں؟ بچے نے صاف بتا دیا کہ ہاں میرے پاس پیسے ہیں۔ ڈاکو ان کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ سردار بڑا حیران ہوا کہ بچے کو نہ تو اپنی جان کا خوف ہے اور نہ ہی مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔ سردار نے پوچھا، بچے! تو نے سچ سچ کیوں بتا دیا؟ لوگ تو ایسے موقع پر اپنے مال کو چھپاتے ہیں۔ بچہ کہنے لگا، کہ میری امی نے کہا تھا کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ ڈاکوؤں کے سردار پر اس بچے کی بات کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے سوچا کہ یہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کی بات کا اتنا لحاظ رکھتا ہے، ہم نے بھی کلمہ پڑھا ہوا ہے مگر ہم تو اللہ تعالیٰ کے دین کا اتنا لحاظ نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ سب ڈاکو توبہ تائب ہو کر نیکوکار بن گئے۔ یہ بچہ بڑا ہو

کر اپنے وقت کا ایک بڑا ولی بنا، جن کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔
اس طرح ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئے گا۔

اس پاکباز، عابدہ، زاہدہ اور خدا رسیدہ خاتون کی شادی کا واقعہ بھی بہت ایمان افروز ہے۔ ان کی شادی سید ابو صالح جنگی دوستؒ سے ہوئی تھی جو ایک بڑے متقی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ عنفوان شباب میں سید ابو صالحؒ اکثر ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دفعہ دریا کے کنارے عبادت کر رہے تھے۔ کھانا کھائے ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ اچانک ایک سیب دریا میں بہتا ہوا دکھائی دیا۔ بسم اللہ کہہ کر اسے پکڑ لیا اور کھا گئے۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں اس سیب کا مالک کون ہے۔ میں نے بغیر اجازت کھا کر امانت میں خیانت کی ہے۔ یہ خیال آتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور دریا کے کنارے کنارے پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کو لب دریا ایک وسیع باغ نظر آیا۔
اس میں سیب کا ایک تناور درخت تھا جس کی شاخوں سے پکے ہوئے سیب پانی میں گر رہے تھے۔ سید ابو صالح نے لوگوں سے اس باغ کے مالک کا پتہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے مالک جیلان کے ایک رئیس سید عبداللہ صومعیؒ ہیں۔
فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا ماجرا بیان کیا اور بصد ادب بلا اجازت سیب کھا لینے کے لئے معافی چاہی۔
سید عبداللہ دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ باوصف نوجوان ہے۔ دل میں تڑپ اٹھی کہ اس کو سایہ عاطفت میں لے لوں۔ فرمایا، دس سال تک اس باغ کی رکھوالی کرو

اور مجاہدہ نفس کرو پھر معاف کرنے کا سوچوں گا۔ سید ابو صالحؒ نے شرط منظور کرلی اور دس سال تک باغ کی رکھوالی کرتے رہے۔ ساتھ ہی سید عبداللہ صومعیؒ کی ہدایات کے مطابق مدارج سلوک بھی طے کرتے رہے۔ دس سال کے بعد سید عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ دو سال اور باغ کی رکھوالی کرو۔ سید ابو صالحؒ نے مزید دو سال گزارے۔ بارہ سال کی مدت پوری ہوئی تو سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بلایا اور کہا کہ اب تک تو تو آزمائش کی کسوٹی پر پورا اترا ہے۔ اب ایک اور خدمت باقی ہے۔ وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے جو پاؤں سے لنگڑی، ہاتھوں سے لنجی، کانوں سے بہری، اور آنکھوں سے اندھی ہے اس بیچاری کو اپنے نکاح میں لے لو تو سیب بخش دوں گا۔ سید ابو صالحؒ نے یہ شرط بھی منظور کرلی اور سید عبداللہ نے اپنی لخت جگر کا نکاح ان سے کر دیا۔

نکاح کے بعد سید ابو صالحؒ پہلی مرتبہ اپنی بی بی کے پاس گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے تمام اعضاء درست ہیں اور وہ کمال درجے کے حسن ظاہری سے متصف ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے۔ اسی وقت باہر نکلے اور شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا یہی میری لخت جگر تمہاری بیوی ہے۔ اس کی جو صفات میں نے بیان کی تھیں اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے آج تک کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کیا اس لئے لنجی ہے۔ آج تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا اس لئے لنگڑی ہے۔ آج تک خلاف حق کوئی بات نہیں سنی اس لئے بہری ہے۔ آج تک نامحرم پر نظر نہیں ڈالی اس لئے اندھی ہے۔ اب سید ابو صالحؒ سمجھے کہ ان کی بیوی کن خصوصیات کی حامل ہے۔ اس طرح ان پاکباز ہستیوں کی رفاقت کا آغاز ہوا۔ اور اسی خاتون

کے بطن سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب بنگال کے دورے پر نکلے تو آپ کے ہاتھ پر سات لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور ستر لاکھ مسلمانوں نے بیعت توبہ کی۔ جب آپ گھر واپس آئے تو خوشی کی وجہ سے چہرے پر رعنائی تھی۔ آپ نے اپنی والدہ کی قدم بوسی کی۔ ماں نے پوچھا، بیٹے! کیا بات ہے کہ آج بڑے خوش نظر آرہے ہو؟ انہوں نے فرمایا، امی! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ لاکھوں انسانوں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ ماں نے یہ سن کر فرمایا، بیٹا! یہ تیرا کمال نہیں، یہ تو میرا کمال ہے۔ کہنے لگے، امی! آپ نے سچ فرمایا ہے، مگر اس کی کچھ تفصیل تو ارشاد فرمادیجئے۔ ماں نے کہا، بیٹا! جب تم چھوٹے تھے، میں نے تمہیں کبھی بھی بے وضو دودھ نہیں پلایا تھا، یہ اس کی برکت ہے کہ اللہ نے تمہارے ہاتھوں پر لاکھوں انسانوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔ اس طرح ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئے گا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ قطب مینار دہلی کے قریب مدفون ہیں۔ وہ مغل بادشاہوں کے پیر تھے۔ جب وقت کے بادشاہ بھی مرید ہوں تو پھر رعایا کا کیا کہنا۔ اس طرح وہ لاکھوں انسانوں کے شیخ بنے۔ انکے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ جب ابھی چھوٹے بچے تھے، ان کے ماں باپ نے مشورہ کیا کہ اس

بچے کی اچھی تربیت کرنی چاہئے۔ ماں کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک تجویز ہے جب بچہ کچھ بڑا ہو جائے گا تو میں اس تجویز پر عمل کر کے بچے کی اچھی تربیت کروں گی۔

جب آپ کچھ بڑے ہوئے تو ماں باپ نے انہیں مدرسے میں داخل کروا دیا، ایک دن ماں نے کھانا بنایا اور کمرے میں کسی جگہ چھپا دیا۔ بیٹے نے مدرسے سے آ کر کہا، امی! مجھے بھوک لگی ہے۔ ماں نے کہا، بیٹا! ہم بھی اللہ سے مانگتے ہیں، وہی رزق دینے والا ہے، دنیا کے سب انسانوں اور حیوانوں کو وہی رزق دیتا ہے لہٰذا تم بھی اللہ سے مانگو۔ بیٹے نے پوچھا، امی! میں اللہ سے کیسے مانگوں؟ ماں نے کہا، بیٹے! مصلےٰ بچھاؤ۔ بچے نے مصلےٰ بچھایا۔ ماں نے کہا، تم اس پر بیٹھ جاؤ۔ بچہ مصلے پر دوزانو بیٹھ گیا۔ پھر ماں نے کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ۔ بیٹے نے معصوم ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا، اے اللہ! میں ابھی مدرسے سے آیا ہوں، اے میرے اللہ! میں اس وقت تھکا ہوا بھی ہوں، مجھے سخت بھوک لگی ہوئی ہے، تو میرے والدین کو بھی رزق دیتا ہے، اللہ! مجھے بھی رزق دے دے۔ بچے نے یہ الفاظ کہہ کر پوچھا، امی! اب میں کیا کروں؟ ماں نے کہا، بیٹے! تم اس کمرے میں تلاش کرو، تمہیں کہیں سے روٹی مل جائے گی۔ چنانچہ بچے نے ذرا ادھر ادھر ڈھونڈا، ماں نے تو خود روٹی پکا کے رکھی ہوئی تھی چنانچہ بچے کو ایک جگہ سے مل گئی۔ بچے نے خوشی خوشی روٹی کھالی۔ اب یہ روزانہ کا معمول بن گیا۔ جب بچے کو روزانہ اس طرح کھانا ملنا شروع ہوا تو بچے کے ذہن میں تجسس پیدا ہوا، وہ ماں سے پوچھتا، امی! اللہ کتنے اچھے ہیں کہ ہر ایک کو کھانا دیتے ہیں، جنگل والوں کو بھی کھانا دیتے ہیں، شہر والوں کو بھی کھانا دیتے ہیں، انسانوں کو بھی

دیتے ہیں، حیوانوں کو بھی دیتے ہیں۔ بچہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کی باتیں کرتا تو ماں کا دل بلیوں اچھلنے لگتا وہ سمجھتی کہ میری تدبیر اب کارگر ثابت ہو رہی ہے اور میرے بیٹے کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت بڑھ رہی ہے۔

ماں خوش تھی کہ میرے بچے کے دل میں بچپن میں ہی اللہ رب العزت کی محبت جاگزیں ہو رہی ہے، مگر اس دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک دن ماں کسی تقریب کے سلسلہ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں چلی گئی اور اسے وقت کا احساس نہ رہا۔ جب یاد آیا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ بچے کا مدرسہ سے واپس آنے کا وقت ہو چکا تھا اور ماں نے کھانا بھی نہیں پکایا ہوا تھا۔ جب یہ خیال آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ برقعہ اوڑھ کر تیزی تیزی سے قدم بڑھا کر گھر کی طرف واپس ہوئی، رو بھی رہی تھی اور راستے میں دعائیں بھی مانگ رہی تھی کہ میرے مالک! میں نے اپنے بچے کا یقین بنانے کے لئے یہ ایک ترکیب شروع کی تھی، اللہ! میری لاج رکھ لینا، اگر آج بچے کا یقین ٹوٹ گیا تو پھر میری محنت ضائع ہو جائے گی، یہ میری کوتاہی تھی، مجھے وقت کا احساس نہ رہا۔

جب ماں روتی ہوئی گھر پہنچی تو دیکھا کہ بیٹا سویا ہوا ہے۔ ماں نے جلدی سے کھانا بنا کر ایک جگہ چھپا دیا۔ پھر بیٹے کے پاس آئی اور اس کے رخسار کا بوسہ لے کر اس کو جگایا، اسے سینے سے لگایا اور کہنے لگی، بیٹے! آج تو تجھے بہت بھوک لگی ہوگی۔ بیٹا اٹھ کر کہنے لگا، امی! نہیں، مجھے تو بھوک نہیں لگی۔ ماں نے پوچھا، بیٹے! وہ کیسے؟ بچے نے کہا، امی! جب میں مدرسے سے آیا تھا، آپ تو گھر میں نہیں تھیں، میں نے مصلے بچھایا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں تھکا ہوا ہوں، بھوک بھی لگی ہے، آج تو امی بھی گھر پہ نہیں، اے اللہ! مجھے کھانا

دے دیجئے۔ امی! اس کے بعد میں کمرے میں گیا۔ مجھے ایک جگہ ایک روٹی پڑی ہوئی نظر آئی، میں نے اسے اٹھا کر کھا لیا، لیکن جو مزہ مجھے آج آیا ہے اس سے پہلے وہ مزہ مجھے کبھی نہیں آیا تھا۔ ماں نے یہ سن کر کہا، الحمد للہ اللہ رب العزت نے میری لاج رکھ لی۔ تو پہلے وقتوں میں مائیں اپنی اولاد کا اللہ تعالیٰ پر یقین بنایا کرتی تھیں اور بچے بڑے ہو کر وقت کے بڑے مشائخ اور علماء بنا کرتے تھے۔ یوں ایک اور کامیاب انسان کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ایک ماں کی حیثیت سے نظر آئے گا۔

امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی شکم مادر میں تھے کہ ان کے والد ابو عبد الرحمٰن فروخ کو جہاد کے لئے جانا پڑا۔ چلتے وقت انہوں نے اپنی اہلیہ کو تیس ہزار اشرفیاں دیں اور کہا کہ انہیں احتیاط سے رکھو، اگر میں جہاد سے زندہ سلامت واپس آ گیا تو اس سے کاروبار کروں گا۔ اگر میری غیر موجودگی میں تمہیں کوئی ضرورت پڑ جائے تو تم اس رقم سے جتنی چاہو خرچ کر سکتی ہو۔ اور میرے جانے کے بعد اللہ تمہیں لڑکا یا لڑکی دے تو اس کی پرورش اچھے طریقے سے کرنا۔ یہ کہہ کر وہ جہاد کیلئے روانہ ہو گئے۔

ان کے جانے کے پانچ مہینوں کے بعد ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ ربیعہ جب سن شعور کو پہنچے تو والدہ نے ان کی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام کیا۔ حتیٰ کہ تمام اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم پر خرچ کر دیں۔ ربیعہ انتہائی ذہین اور محنتی تھے۔ انہوں نے قرآن حدیث فقہ اور ادب تمام علوم پر ایسا کمال حاصل کر لیا کہ ان کے علمی

کمالات کی سارے عرب میں دھوم مچ گئی۔ بائیس سال کی عمر میں وہ اپنے وقت کے امام بن گئے۔

ستائیس سال کے بعد جب فروخ کو جہاد سے فرصت ملی تو انہوں نے گھر کا رخ کیا۔ گھر آ کر نیزے کی انی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ فروخ بے تکلفی سے اندر جانے لگے تو امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ٹوکا۔ "اے شخص تو میرے مکان میں بلا اجازت کیوں داخل ہو رہا ہے؟ فروخ برہم ہو کر بولے او دشمن خدا! یہ میرا اپنا گھر ہے، تو اس میں کیوں گھسا ہوا ہے؟ امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آگے سے تلخ جواب دیا۔ دونوں میں تلخی بڑھی تو آوازیں بلند ہونے لگیں۔ شور وغل سن کر ہمسائے بھی جمع ہونے لگے۔ اب فروخ اپنا تعارف کرواتے ہیں میرا نام عبدالرحمٰن فروخ ہے اور میں ستائیس سال سے جہاد میں مشغول تھا، آج آیا ہوں تو کوئی مجھے پہچانتا ہی نہیں۔

فروخ کی آواز سن کر ان کی بیوی نے کواڑوں کے پیچھے سے جھانکا تو شوہر کو پہچان گئی۔ امام ربیعہ اور فروخ دونوں کو اندر بلا بھیجا اور پھر امام ربیعہ کو بتایا کہ یہ تمہارے والد ہیں ساتھ ہی فروخ سے کہا کہ یہ نوجوان آپ کا فرزند ہے آپ کے جانے کے چند ماہ بعد پیدا ہوا تھا۔ اب دونوں باپ بیٹا مل کر خوب روئے۔

کھانا کھانے اور آرام کے بعد فروخ نے بیوی سے اپنی ان تیس ہزار اشرفیوں کا پوچھا۔ بیوی نے کہا آپ اطمینان رکھئے، ساری رقم محفوظ ہے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ امام ربیعہ اذان سنتے ہی مسجد نبوی چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیوی نے شوہر سے کہا کہ آپ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھ آئیں۔ مسجد نبوی میں فروخ نے دیکھا کہ ایک صاحب بڑی شان اور وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے

ہیں، تمام لوگ بڑے ادب سے سر جھکائے ہوئے ان کا درس سن رہے ہیں۔انہوں نے سر پر اونچی ٹوپی پہن رکھی تھی، اس لئے فروخ دور سے پہچان نہ سکے کہ یہ بزرگ کون ہیں۔انہوں نے کسی سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟اس نے حیران ہو کر کہا کہ آپ ان کو نہیں پہنچانتے ، یہ امام ربیعۃ الرائے بن ابی عبدالرحمٰن ہیں۔فروخ کو یہ سن کر اتنی مسرت ہوئی ہے کہ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے انہوں نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے ان کے بیٹے کا درجہ اس حد تک بلند کیا۔گھر آ کر اپنی بیوی کو بتایا کہ آج میں نے اپنے بیٹے کی جو عزت اور شان دیکھی ہے اس سے پہلے کسی بڑے سے بڑے آدمی کی نہیں دیکھی تھی۔ بیوی نے کہا کہ آپ کو بیٹے کی یہ عظمت وشان پسند ہے یا اپنی تیس ہزار اشرفیاں؟ فروخ نے کہا کہ خدا کی قسم تیس ہزار اشرفیاں اس مرتبے اور شان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ بیوی نے کہا کہ پھر سن لیں کہ میں نے تمام رقم اس کی تعلیم پر خرچ کر دی۔

امام ربیعہ کا شمار ائمہ تابعین میں ہوتا ہے۔علم وفضل میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے ائمہ وقت امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے شاگرد تھے۔لیکن ان کے اس بلند مقام کے پیچھے حقیقتاً ان کی والدہ کا کردار نظر آتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کی والدہ

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پانچ سال کے تھے کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نہایت نیکو کار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔اس نے آپ

کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت سے اہتمام کیا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والدہ صاحبہ کا معمول تھا کہ جس روز ہمارے گھر کچھ بھی پکانے کو نہ ہوتا تو فرماتیں ہم آج سب خدا کے مہمان ہیں۔ مجھے یہ سن کر بڑا اچھا لگتا۔ ایک دن کوئی خدا کا بندہ ہمیں ایک بوری آٹا دے گیا۔ لہٰذا چند دن متواتر روٹی ملتی رہی۔ میں تنگ آ گیا اس آرزو میں رہا کہ والدہ صاحبہ کب یہ فرمائیں گی کی آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں۔ آخر وہ غلہ بھی ختم ہو گیا اور والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ آج ہم سب خدا کے مہمان ہیں۔ یہ سن کر وہی ذوق و سرور نصیب ہوا جو بیان میں نہیں آ سکتا۔

ایک روز حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال پرملال کا واقعہ سنایا تو ان پر اتنا گریہ طاری ہوا کہ آواز بھی صحیح نہیں سنی جا رہی تھی۔ اس دوران یہ شعر پڑھا۔

افسوس و لم کہ ہیچ تدبیر نہ کرد
شبہائے وصال را بہ زنجیر نہ کرد

پھر فرمایا کی ایک دن نیا چاند دیکھ کر حاضر ہوا۔ قدم بوسی کی اور نئے چاند کی مبارکباد پیش کی۔ فرمایا، آئندہ مہینہ کے نئے چاند پر کس کی قدم بوسی کرو گے۔ میں سمجھ گیا کہ انتقال کا وقت قریب ہے۔ میرا دل بھر آیا اور میں نے روتے ہوئے کہا "مخدومہ مجھ غریب و بیچارہ کو آپ کس کے سپرد کرتی ہیں" فرمایا، اس کا جواب کل دوں گی۔ میں نے دل میں سوچا اس وقت جواب کیوں نہیں دیتیں تاہم خاموش رہا۔ اگلے دن تہجد کے بعد خادمہ نے آ کر بلایا کہ بی بی تم کو بلا رہی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ خیریت ہے۔ کہا، ہاں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو

فرمایا، کل تم نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی میں نے اس کا جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب میں اس کا جواب دیتی ہوں۔ غور سے سنو۔ فرمایا تمہارا دایاں ہاتھ کونسا ہے؟ میں نے ہاتھ سامنے کر دیا۔ والدہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا، خدایا! اس کو میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ کہا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ والدہ کے اس عمل کی وجہ سے میرا اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل اور یقین بنا کہ پھر تو میں بھی مر مٹا۔

ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار نظر آئے گا ماں کی حیثیت سے۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے ایک مشہور خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کاندھلہ کا یہ خاندان دینداری کا گہوارہ تھا۔ مرد تو مرد عورتوں کی دینداری، شب زندہ داری آج کے ہم جیسے پست ہمتوں کے تصور سے بلند تھی۔ رمضان المبارک میں عجیب بہار ہوتی تھی۔ ہر طرف ذکر و عبادت اور نوافل کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ عورتیں نماز میں بڑے استغراق کے ساتھ مزے لے لے کر پورے قرآن کی تلاوت کر لیتی تھیں۔ تفسیر قرآن، مظاہر حق، مشارق الانوار، حصن حصین وغیرہ کتب عورتیں اپنے بچوں کو خود پڑھاتی تھیں۔ مختلف مجالس میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے قصے نقل کیے جاتے تھے۔ مائیں اپنے بچوں کو طوطا مینا کے قصے سنانے کی بجائے اللہ والوں کے روح پرور واقعات سنایا کرتی تھیں۔ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اس قسم

کے حالات سنا کر فرمایا یہ گودیں ہیں جن میں ہم نے پرورش پائی۔ اب وہ گودیں دنیا میں کہاں ملیں گی۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں والدہ نے اتنی اچھی تربیت دی کہ بچپن میں ہی دل میں دین کی عظمت بیٹھ گئی۔ یہ بچہ بڑا ہو کر تبلیغی جماعت کا بانی بنا۔ جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں دین کی محنت ہو رہی ہے۔ ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے ماں کی حیثیت میں عورت کا کردار نظر آئے گا۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کا دینی جذبہ

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے منصب سے سرفراز ہوئے اور آپ توحید کی دعوت لے کر اٹھے تو جن سلیم الفطرت نفوس نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا ان میں صرف مرد ہی نہیں بلکہ بہت سی صحابیات رضی اللہ عنہن بھی شامل تھیں جنہوں نے عزم استقلال کی داستانیں رقم کیں۔ چند ایک صحابیات کے ایمان افروز واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا

حضرت عمار بن یاسر کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا مکہ میں مغیرہ قبیلے کی ایک کنیز تھیں۔ اسلام قبول کرنے میں ان کا ساتواں نمبر تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب اسلام قبول کرنا گویا ہر قسم کے جور و ستم کو دعوت دینا تھا۔ اور یہ تو ویسے بھی ایک کنیز تھیں۔ لہٰذا اسلام قبول کرتے ہی ظلم وتشدد کا ایک طوفان ان کی طرف اٹھ پڑا۔ کفر و شرک پر مجبور کرنے کے لئے ان کے قبیلے اور قریش نے ہر حربہ آزمایا،

ہر کوشش کر دیکھی لیکن نا کام رہے۔ ان کو مکہ کی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے۔ لیکن ان کے عزم استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔

سمیہؓ صنف نازک تھیں مگر ایمان قبول کرنے کے بعد اپنے دنیاوی آقاؤں کے سامنے ڈٹ گئیں۔ ایک روز دن بھر کی اذیت کے بعد شام کو گھر آئیں تو ابوجہل مل گیا اس نے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ پھر وہ اس قدر غصے میں آ گیا کہ آپ کو ایسی برچھی ماری کہ آپؓ شہید ہو گئیں مگر قیامت تک کے لئے عورتوں کا سر فخر سے بلند کر گئیں کیونکہ مکہ میں یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی خاطر بہا۔

حضرت ام شریک دوسیہؓ

ام شریک دوسیہ رضی اللہ عنہا کا تعلق یمن کے ایک قبیلہ دوس سے تھا۔ ام شریک دوسیہؓ کسی تامل کے بغیر دعوت حق پر لبیک کہہ کر السابقون الاولون کی مقدس جماعت میں شامل ہوئیں۔ علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں لکھا ہے کہ ام شریک دوسیہؓ نے اسلام قبول کیا تو عزیز و اقارب نے انہیں سخت تکالیف پہنچائیں بعض اوقات ان کو کافی دیر دھوپ میں کھڑا رکھتے اور کھانے کے لئے روٹی کے ساتھ شہد دیتے۔ جب سخت پیاس لگتی تو پانی بند کر دیتے۔ ایک مرتبہ تین دن پانی نہ ملا۔ اور بھی بہت سے اذیتیں آپ کو دی گئیں مگر آپ نے یہ سب تکالیف برداشت کیں اور پائے استقامت متزلزل نہ ہوئے۔ بالآخر رشتہ داروں کے پتھر دل موم ہو گئے تو انہوں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

حضرت زنیرہؓ رومیہ

آپؓ قریش کے خاندان بنو مخزوم کی لونڈی تھیں ۔ اسلام قبول کیا تو مشرکین کے ظلم وستم کا نشانہ بن گئیں ۔ایک مرتبہ ابو جہل نے اتنا مارا کہ بینائی چلی گئی ۔ مشرکین نے طعنہ دیا کہ لات و منات نے تمہاری بینائی سلب کر لی ۔ حضرت زنیرہؓ یہ طعنہ سن کر تڑپ اٹھیں ۔ کمرے میں جا کر سربسجود ہو گئیں اور دعا مانگی ''اے اللہ! لات و منات تو پتھر کے بت ہیں ۔ انہیں یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کون ان کی پوجا کر رہا ہے ۔ آپ تو سمیع و بصیر ہیں ۔ جب میرا وجود نہیں تھا آپ نے عطا کر دیا ۔ اب بینائی آپ نے لی آپ چاہیں تو واپس کر سکتے ہیں ۔ مجھے مشرکین کے سامنے رسوانہ فرمائیں'' ۔ چنانچہ کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بینائی عطا فرمادی ۔ علامہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا ۔

حضرت ام معبد خزاعیہؓ

آپؓ کا تعلق بنو خزاعہ کی شاخ بنی کعب سے تھا ۔ ''ام معبد'' کی کنیت سے شہرت پائی ۔ ان کا گھر مکہ مکرمہ سے مدینہ جاتے ہوئے صحرا کے متصل قدید کے مقام پر واقع تھا ۔ ام معبد راہگیروں اور مسافروں کی خدمت کرتیں ۔ کھانے پینے کے لئے جو کچھ موجود ہوتا خوشی خوشی دستر خوان پر پیش کر دیتیں ۔ اس لئے مسافروں کی خدمت و مہمان نوازی کی وجہ سے ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی ۔ جب نبی اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ایک اونٹنی پر نبی علیہ السلام اور ابو بکر صدیقؓ تھے ۔ جب کہ دوسری اونٹنی پر عامرؓ بن ہنیرہ اور

عبداللہ بن اریقط تھے۔ نبی علیہ السلام نے راستے کی نشاندہی کے لئے عبداللہ کو اجرت پر ساتھ لے لیا تھا۔ یہ مشرک ہونے کے باوجود قابل اعتماد آدمی تھا۔ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا نے غار ثور سے روانگی کے وقت جو کھانا ساتھ دیا تھا وہ راستے میں ختم ہو چکا تھا۔ نبی علیہ السلام اور دوسرے ساتھیوں کو سخت ترین بھوک پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ام معبد کی شہرت سن رکھی تھی لہٰذا قدید پہنچ کر انہوں نے ام معبد کے خیمے کے قریب پڑاؤ کیا۔ خشک سالی کی وجہ سے ام معبد کے گھر میں کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ بکریاں بھی نحیف و کزار ہو چکی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ''دودھ، گوشت، کھجوریں، کھانے کی جو چیز بھی تمہارے پاس ہے وہ ہمیں پیش کرو۔ ہم اس کی قیمت ادا کریں گے''۔ ام معبد نے حسرت سے کہا ''اس وقت ہمارے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں'' نبی علیہ السلام نے خیمے کے کونے میں کھڑی مریل سی بکری کو دیکھا تو فرمایا ''اگر اجازت ہو تو ہم اس بکری کا دودھ نکال لیں'' اس نے جواب دیا بڑے شوق سے مگر میرے خیال میں یہ ایک قطرہ دودھ بھی نہیں دے گی۔ نبی علیہ السلام کے سامنے جب بکری لائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ مبارک پھیرے اور دعا کی ''الٰہی! اس عورت کی بکریوں میں برکت دے'' پھر آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کو جونہی بکری کے تھنوں کو چھوا تو تھن دودھ سے بھر گئے۔ نبی علیہ السلام نے ایک بڑا برتن منگوا کر دودھ سے بھر لیا اور پہلے ام معبد کو پلایا۔ جب وہ سیر ہو گئی تو پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا جب وہ بھی سیر ہو گئے تو آپ نے خود نوش فرمایا اور یہ کہا'' ساقی القوم آخرھم شربا'' لوگوں کو پلانے والا خود آخر میں پیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن کو دودھ سے

بھرا اور اس کو ام معبد کے لئے چھوڑ دیا اور آگے روانہ ہو گئے۔ دوسرے اہل سیر نے اس واقعہ کو قدرے مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

جب ام معبد کا شوہر آیا تو خیمے میں دودھ سے بھرا برتن دیکھ کر حیران ہوا۔ ام معبد نے بتایا کہ ایک بابرکت مہمان آیا تھا۔ اس نے خود بھی دودھ پیا اور ہمارے لئے بھی چھوڑا۔ ابو معبد نے کہا کہ ان کا حلیہ تو بیان کرو۔ ام معبد نے فرمایا

''پاکیزہ صورت، حسین وجمیل، روشن چہرہ، بدن نے فربہ نہ نحیف، متناسب الاعضاء، خوبصورت آنکھیں، گھنے اور لمبے بال، سیدھی گردن، آنکھ کی پتلیاں روشن، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموشی کی حالت میں باوقار، بولنے کے وقت دل نشین، دور سے دیکھنے میں سجیلے اور دلربا، قریب سے دیکھنے میں شیریں و خوبرو، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام الفاظ کی کمی بیشی سے پاک، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی کی طرح پروئی ہوئی، میانہ قد کی کوتاہی سے حقیر نظر نہ آتے، نہ طویل کہ آنکھ کی وحشت زدہ ہو جائے۔ عالی قدر، مخدوم، مطاع، مالوف، نہ ادھوری بات کرنے والے نہ ضرورت سے زیادہ بولنے والے''

ابو معبد یہ سن کر بول اٹھے کہ خدا کی قسم یہ تو وہی صاحب قریش ہیں جن کا ذکر ہم سنتے رہتے ہیں۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

حضرت ام خلادؓ انصاریہ

ان کا نکاح سوید بن ثعلبہ خزرجی سے ہوا جس سے ان کا بیٹا خلاد پیدا ہوا۔ حضرت خلادؓ جب جوان ہوئے تو بڑے بہادر لوگوں میں سے ہوئے۔ غزوہ بنی قریظہ میں نبی علیہ السلام کے ہمرکاب تھے۔ ایک یہودی عورت نے مکان کی چھت سے بڑا پتھر پھینکا جس کے لگنے سے آپ شہید ہوگئے۔ جب آپ کی شہادت کی اطلاع ام خلاد کو پہنچی تو معلومات حاصل کرنے کے لئے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا ''بی بی تمہارا بیٹا قتل ہوگیا ہے تعجب ہے کہ ایسی مصیبت کے وقت میں بھی تم نے چہرے پر نقاب ڈال رکھی ہے''۔ ام خلادؓ نے جواب دیا ''اگر میں اپنے بیٹے سے محروم ہوئی ہوں تو کیا اب شرم وحیا سے بھی محروم ہو جاؤں''۔ مسند ابی داؤد میں ہے کہ اس موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا ''تمہارے فرزند کو دوہرا ثواب ملے گا چونکہ انہیں اہل کتاب نے شہید کیا ہے''۔

حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب

آپ کا نام فاطمہ اور کنیت ام ہانی تھی۔ حضرت علیؓ کی سگی ہمشیرہ تھیں۔ فتح مکہ کے دن ان کے گھر پناہ لینے والے والوں کو نبی علیہ السلام نے پناہ عطا فرمادی۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ان کے گھر تشریف لائے۔ آپؓ نے شربت کا گلاس پیش کیا۔ نبی علیہ السلام نے نوش فرمایا۔ ابھی چند گھونٹ باقی تھے کہ آپ نے انہیں واپس کردیا۔ ام ہانیؓ نے وہ بچا ہوا شربت پی لیا اور عرض کیا، یارسول

اللہ ﷺ! میں روزے سے تھی مگر آپ کا بچا ہوا پانی واپس نہیں کر سکتی تھی اس لئے پی لیا ہے اب کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ''اگر یہ نفلی روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں'' اس واقعے سے ان کی نبی علیہ السلام سے محبت وعقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ

قریش کے خاندان بنو عبد شمس میں سے تھیں۔ ان کی والدہ اروئی کا پہلا نکاح عفان بن ابی العاص سے ہوا جس سے عثمان بن عفان ؓ ذوالنورین پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح عقبہ بن ابی مصیط سے ہوا جس سے ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ اس لحاظ سے وہ حضرت عثمان غنی ؓ کی اخیافی بہن تھیں۔ اروئیؓ اور ام کلثومؓ دونوں ماں بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے فطرت سلیمہ سے نوازا تھا۔ انتہائی نامساعد حالات میں اسلام قبول کیا اور اپنے ایمان کو چھپایا۔ جب نبی علیہ السلام نے مدینہ ہجرت فرمائی تو ام کلثومؓ کا دل بھی ہجرت کے لئے تڑپ اٹھا۔ چونکہ کنواری تھیں اس لئے باپ اور بھائی کی نگرانی بڑی کڑی تھی۔ بہت عرصہ تک ہجرت کا موقع نہ مل سکا۔ غزوہ بدر میں جب ان کا والد عتبہ بن ابی مصیط مسلمانوں کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا تو ان کے بھائی نے نبی علیہ السلام کے خلاف زبان درازی کی انتہا کر دی۔ ام کلثومؓ اس کی باتیں سنتیں اور دل مسوس کر رہ جاتیں۔ عورت ذات تھیں، بقول مجبور ہیں اف اللہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔ ہر وقت اللہ رب العزت کے حضور دعا کرتیں کہ اس ناپاک مشرکانہ ماحول سے نجات مل جائے۔ اتفاق سے انہیں صلح حدیبیہ کے چند ماہ بعد گھر سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ وہ بنی

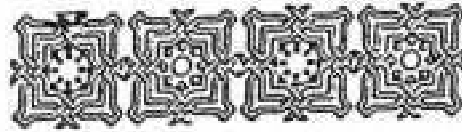
خزاعہ کے ایک نیک نفس آدمی کے ساتھ پیدل ہی مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ منورہ پہنچیں۔ جب گھر والوں کو علم ہوا تو ان کے دو بھائی ولید اور عمار مدینہ آئے اور نبی علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ صلح حدیبیہ کے مطابق ان کی بہن کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ صلح نامہ میں عورتوں کا تو کہیں تذکرہ نہیں تھا۔ بارگاہ الٰہی سے آیات اتریں فَاِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ (الممتحنہ) نبی علیہ السلام نے حق خداوندی کے مطابق ان کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا۔ اور ان کی عزت افزائی کی خاطر حضرت زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا۔

خواتین وحضرات تاریخ کے تناظر میں

تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو یہ بات طشت از بام ہوتی ہے کہ مختلف قسم کے کارہائے نمایاں میں جہاں مردوں کے کارناموں کا ذکر ہوتا ہے وہاں خواتین کا نام بھی ضرور آتا ہے۔

ہجرت حبشہ ہو یا ہجرت مدینہ اسلام کی خاطر مردوں نے وطن چھوڑا تو عورتیں بھی دیار وطن ہوئیں۔ اگر شجاعت و بہادری میں خالد بن ولیدؓ کا نام نظر آتا ہے تو پھر اسلامی تاریخ میں حضرت خولہؓ کا بھی نام نظر آتا ہے، اگر مردوں میں صدیق اکبرؓ کا نام نظر آتا ہے تو پھر عائشہ صدیقہؓ کا نام بھی تو نظر آتا ہے، اگر مردوں میں سیدنا بلالؓ کی قربانیاں نظر آتی ہیں تو پھر سیدہ زنیرہؓ کی قربانیاں بھی تو موجود ہیں، اگر حسنؓ و حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں تو سیدہ فاطمہؓ کو بھی تو جنتی عورتوں کی سردار بتایا گیا ہے، اگر فقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام الفقہا ہیں تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ بھی تو بڑی فقیہہ ہیں اور اگر عبادت گزاروں اور صوفیا میں حسن

بصری رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے تو پھر رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا بھی تو نام موجود ہے۔ الغرض کہ اسلام کی تاریخ میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا مثالی کردار ہمیشہ جگمگاتا ہوا نظر آئے گا۔



باب نمبر 2

خواتین کے علمی کارنامے

جب ہم اپنے شاندار ماضی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس وقت خواتین کا علمی ذوق درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ وہ نہ صرف دینی علوم سیکھتی اور سکھاتی تھیں بلکہ روزمرہ معاملات میں چھوٹی چھوٹی جزئیات پر بھی علمی نظر رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ بسا اوقات عورتیں ایسے ایسے نکات پیش کرتی تھیں کہ مرد بھی حیران رہ جاتے۔

بھائی کی غلطی کی نشاندہی

سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ آج کل لوگ حق مہر باندھنے میں بہت فراخی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ امیر لوگ بڑے بڑے حق مہر باندھتے ہیں جب کہ غریب لوگ اتنا نہیں باندھ سکتے۔ اس سے غرباء کو پریشانی ہوتی ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ حق مہر کی ایک مناسب سی مقدار یعنی چالیس اوقیہ چاندی متعین کر دی جائے تا کہ امیر اور غریب سب اتنا ہی مہر باندھ دیا کریں اس طرح کسی مسلمان بھائی کا دل رنجیدہ نہ ہوگا۔ اگر کسی نے اس سے زیادہ باندھا تو میں اسے لے کر بیت المال میں جمع کرا دوں گا اگرچہ وہ امیر شخص کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔

آپ ﷺ یہ بیان کر کے منبر سے نیچے اترے۔ عورتوں کی طرف سے ایک دراز قد صحابیہؓ پردے میں آئیں اور حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں۔ کہنے لگیں، اے امیر المومنین! کیا آپ نے انتظامی امور کی وجہ سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے یا کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر؟ انہوں نے کہا کہ میں نے تو انتظامی امور کو سامنے رکھ کر یہ بات کی ہے تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ فرمانے لگیں، مگر قرآن نے جب یہ بات وضاحت سے بیان کر دی ہے تو آپ کو کہاں اختیار ہے کہ آپ اس میں کوئی کمی بیشی کر سکیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، قرآن میں اس کی تفصیل کہاں ہے؟ فرمانے لگیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا اگر کوئی عورت کو مہر میں سونے چاندی کا ڈھیر بھی دے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سونے چاندی کا ڈھیر کہہ دیا ہے تو پھر آپ اس مقدار کو کیسے کم کر سکتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ اسی وقت الٹے پاؤں واپس منبر پر آئے اور فرمانے لگے کہ ایک بہن نے اپنے بھائی کی غلطی کی نشاندہی فرما دی ہے لہٰذا میں اپنا حکم واپس لیتا ہوں کیونکہ جب پروردگار نے حدِ متعین نہیں کی تو لوگوں کے پاس اختیار ہے کہ ہر بندہ اپنی مرضی کے مطابق حق مہر باندھ سکتا ہے۔

ایک خاتون کی دربار عمرؓ میں شکایت

محمد بن معین غفاری سے روایت ہے کہ ایک خاتون حضرت عمرؓ کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، اے امیر المومنین! میرے شوہر ہر دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات کو مصلے پر قیام کرتے ہیں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میں ان کے سامنے اس کا شکوہ کروں کیونکہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ کے شوہر تو بہت اچھے ہیں۔ عورت نے پھر وہی بات دہرائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اسدی نے یہ سن کر عرض کیا، امیر المومنین! یہ عورت اپنے شوہر کی شکایت کر رہی ہے۔ کہ وہ عبادت میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ حقوق زوجیت ادا کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس طرح آپ ان کے کلام کو سمجھے ہیں اب اسی طرح ان کے درمیان فیصلہ بھی کر دیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے بیوی سے کہا کہ اپنا مدعا بیان کر۔ اس نے اشعار میں یوں کہا۔

یا ایھا القاضی الحکیم رشدہ
الھی خلیلی عن فراشی مسجدہ
زھدہ فی مضجعی تعبدہ
فاقض القضا کعب و لا تردہ
نھارہ و لیلہ ما یرقدہ
ولست فی امرا النساء احمدہ

{اے حکمت والے، فیصلے والے قاضی! میرے دوست کو اس کی مسجد نے میرے بستر سے غافل کر دیا ہے۔ اس کی عبادت نے اسے میری خوابگاہ سے بے پرواہ کر دیا ہے اور اس کا دن اور رات اس کو سونے نہیں دیتا۔ اور عورتوں کے معاملے میں، میں ان کی تعریف نہیں کرتی}

جب شوہر نے بیوی کا شکوہ نامہ سنا تو جواب شکوہ کے طور پر کہا

زھدنی فی النساء و فی الحجل

انی امرئو اذھلنی ما قد نزل

فی سورہ النحل و فی السبع الطوال

و فی کتاب اللہ تخویف جلل

{اس کے بستر اور خوابگاہ سے غافل ہو گیا، بس میں ایسا آدمی ہوں جس کو بھلا دیا اس نے جو نازل ہوا سورۃ نحل اور سبع طوال میں، اور اللہ کی کتاب میں خوف دلانا اور ڈرانا ہے}

یہ سن کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بھی شعر میں جواب دیا

ان لھا حقا علیک یا رجل

تصیبھا فی اربع لمن عقل

{بے شک اے شخص! اس کا تجھ پر حق ہے، چار راتوں میں تو اس کے پاس ضرور جا یہ نصیحت ہے عقلمند کے لئے}

فاعطھا ذاک

ودع عنک العلل

{لہٰذا اس کو یہ حق دے اور حیلے بہانے چھوڑ}

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں سے شادی حلال فرمائی ہے لہٰذا تین راتیں تیرے لئے ہیں اور چوتھی اس کے لئے ہے۔ (کتاب الاذکیاء ص 237)

ایک نیک خاتون کی قرآن فہمی

حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کبھی کبھی حضرت حفصہ رحمۃ اللہ علیہا بنت

سیرین کے پاس استفادہ علمی اور حصول برکت کے لئے جاتے تھے۔ حالانکہ وہ بوڑھی ہو چکی تھیں لیکن ہمارے جانے پر وہ ایک بڑی چادر کو اوپر اوڑھ لیتیں یہاں تک کہ اس کا نقاب بنا کر چہرے پر گرا لیتیں۔ ایک دفعہ ہم نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے قرآن پاک میں تو ارشاد خداوندی ہے کہ

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ ط

(اور بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر کوئی حرج نہیں کہ اگر وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں۔ مواقع زینت کو کھولے بغیر)

لٰہذا آپ کا چادر اوپر کر لینا جلباب ہے اور یہی کافی ہے نقاب کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اس آیت میں آگے کیا ہے وہ بھی تو پڑھیں۔ ہم نے کہا آگے ہے وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ اگر وہ احتیاط کریں تو بہتر ہے۔ فرماتیں اس میں منہ چھپانے کا اثبات ہے۔ (صفۃ الصفوۃ)

قرآنی آیات سے گفتگو کرنے والی عورت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حج کیلئے گھر سے نکلا اور سواد مقام میں ایک راستے پر پہنچا تو وہاں ایک بڑھیا عورت نظر آئی جو اون پہنے اور اون کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ میں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

جواب میں اس نے کہا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (سلام پروردگار مہربان کی طرف سے کہا جائے گا)

میں نے پوچھا اللہ تجھ پر رحم کرے اس جگہ کیا کر رہی ہو؟

جواب دیا مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلاَ هَادِیَ لَهٗ

(جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں)

میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ گم کر بیٹھی ہے تو میں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

جواب دیا

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

وہ (ذات) پاک ہے جو بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ حج سے فارغ ہو چکی ہے اور اب بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ پھر میں نے پوچھا، آپ کتنے عرصے سے یہاں ہو؟ تو کہا،

ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا

(پوری تین راتیں)

پھر میں نے پوچھا، کس چیز کے ساتھ وضو کرتی ہو؟

جواب دیا،

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا

(پس اگر پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلو)

پھر میں نے کہا، میرے پاس کھانا ہے اگر آپ کھانا چاہیں؟

اس نے کہا

اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ. (البقرۃ ۱۸۷)

(روزوں کو رات تک پورا کرو)

یعنی میرا روزہ ہے۔ شام کو آپ کھانا کھلا سکتے ہیں۔
تو میں نے اس پر پوچھا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے؟
خاتون نے کہا
وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ . (البقرة ١٥٨)
(جو بطور نفل کے نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنے والا اور جاننے والا ہے)
مطلب یہ کہ نفلی روزہ ہے۔
تو میں نے کہا سفر میں تو روزہ (فرض بھی) نہ رکھنا جائز ہے یہ تو پھر بھی نفلی ہے؟
اس نے جواب دیا
وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ . اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . (البقرة ١٨٤)
(اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم کو ثواب کا علم ہو)
یعنی روزہ نہ رکھنے کی اگرچہ اجازت ہے لیکن پھر بھی روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔
پھر میں نے آخر پوچھ ہی لیا کہ تو اس طرح بات کیوں نہیں کرتی جیسے میں کر رہا ہوں؟
تو اس نے جواب دیا
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق ١٨)
(انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے اس پر نگہبان فرشتہ مقرر ہے)
پھر میں نے پوچھا تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟
اس نے جواب دیا
وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ . اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ

كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (اسراء ۳۶)

(جس بات کا تمہیں پتہ نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ بلاشبہ کان آنکھوں اور دل سے باز پرس ہوگی)

میں نے کہا، معاف کر دینا مجھ سے غلطی ہوگئی۔

اس نے کہا

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ (یوسف ۹۲)

(آج تم پر کچھ ملامت نہیں ہے خدا تم کو معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے)

پھر میں نے کہا کیا تجھے ضرورت ہے کہ میں تجھ کو اپنی اس اونٹنی پر سوار کر کے تیرے قافلے میں پہنچا دوں؟

جواب دیا

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ (البقرۃ ۱۹۷)

(اور نیکی کا کام جو تم کرو اللہ اسے جانتا ہے)

میں نے پھر اپنی اونٹنی بٹھا دی (تا کہ وہ سوار ہو جائے)

اس نے کہا

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (نور ۳۰)

(مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں)

میں نے اپنی نگاہیں پست کر لیں اور اس کو کہا، سوار ہو جائیں۔ لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اونٹنی بدک گئی اور اس کی اوڑھنی کجاوے سے الجھ کر پھٹ گئی۔

میں نے اس پر اظہار افسوس کیا تو کہنے لگی۔

مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (شوریٰ ۳۰)

(اور جو بھی تم کو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور اللہ تو بہت سی لغزشیں معاف کر دیتا ہے)

یعنی اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں یہ میرے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

میں نے کہا، صبر کرو میں اس کی ٹانگیں باندھ دیتا ہوں تا کہ تم آسانی سے سوار ہو سکو۔ تو اس نے کہا

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ . (انبیاء ۷۹)

(پس ہم نے سمجھا دیا سلیمان کو)

یعنی اس کے پاؤں باندھ دو اس طرح ٹھیک ہے۔

پھر میں نے اونٹنی کے پاؤں باندھے اور اس کو کہا، سوار ہو جائیں۔

جب وہ بڑھیا سوار ہو گئی تو کہا،

سُبْحٰنَ الَّذِىْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف ۱۴۔۱۳)

(وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرماں کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)

میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور تیز چلنے لگا اور تیز آواز سے حدی (اونٹ کو تیز چلانے کے کلام) گا تا جا رہا تھا تو اس نے کہا،

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ (لقمان ۱۹)

(اور اپنی چال میں اعتدال سے کام لو اور آواز پست رکھو)

تو پھر میں لگام تھامے آہستہ آہستہ چلنے لگا اور اشعار میں گنگنا تا رہا۔ پھر اس بڑھیا نے کہا

فَاقْرَءُوْا مَاتَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ . (مزمل ۲۰)

(قرآن پاک پڑھو جتنی توفیق ہو سکے)

اس کی مراد تھی کہ قرآن پڑھنا اشعار سے زیادہ بہتر ہے۔

پھر میں نے کہا بے شک آپ کو خیر کثیر (بہت بھلائی) دی گئی ہے۔

اس نے کہا،

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَشَاءُ وَ مَنْ یُؤْتِ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُوْلُوْ الْاَلْبَابِ (البقرۃ ۲۶۹)

(وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہیں)

جب میں نے اس کے ساتھ تھوڑا سفر کر لیا تو پوچھا کیا آپ کا شوہر ہے تو اس نے کہا:

یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْ کُمْ

(مائدہ ۱۰۱)

(مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو کہ اگر ان کی حقیقت تم پر ظاہر کر دی جائے تو تمہیں بری لگیں)

میں خاموش ہو گیا اور چلتا رہا یہاں تک کہ اس کے قافلے تک اس کو پہنچا دیا۔ پھر

وہاں جا کر میں نے کہا، اس قافلے میں تیرا کون ہے؟ اس بڑھیا نے کہا

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (الکہف: ۴۶)

(مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق) اور زینت ہیں)

تو میں نے جان لیا کہ قافلے میں اس کے لڑکے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ ان کی علامتیں کیا ہیں؟ تو اس نے کہا

وَ عَلامَاتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ (نحل:۱۶)

(اور نشانات بنا دیئے گئے ہیں اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں)

مجھے پتہ چل گیا کہ وہ قافلے کے راہبر ہیں۔ پھر آگے کی طرف پہنچا اور شروع کے خیموں میں پوچھا کہ ان میں سے تیرے کون ہیں؟ جواب دیا

وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلاً ۔ (النساء۱۲۵) وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا (النساء۱۶۴) یَا یَحْیٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم: ۱۲)

(اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا، اور بات کی موسیٰ سے اچھی طرح، اے یحیٰ پکڑ لو کتاب کو مضبوط)

تو میں سمجھ گیا کہ یہ اس کے لڑکوں کے نام ہیں۔ میں نے آواز دی اے ابراہیم، اے موسیٰ، اے یحیٰ تو اندر سے خوبصورت جوان نکلے گویا کہ چاند متوجہ ہو گئے ہیں۔ جب ہم اطمینان سے بیٹھ گئے تو خاتون نے کہا

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِیْنَةِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَا اَزْكٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ (کہف: ۱۹)

(تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا

کون سا ہے۔ تو اس میں سے کھانا لے آنا)

تو پھر ان لڑکوں میں سے ایک اٹھا اور کھانا خرید کر لایا۔ پھر انہوں نے کھانا میرے آگے رکھ دیا تو بڑھیا نے کہا

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ

(حاقہ: ۲۴)

(کھاؤ اور پیئو خوشی سے بسبب اس کے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیا ہے)

پھر میں نے لڑکوں سے کہا، مجھ پر تمہارا کھانا حرام ہے یہاں تک کہ تم مجھے اس خاتون کی حقیقت نہ بتا دو۔ تو انہوں نے کہا، کہ یہ ہماری ماں ہے، چالیس سال سے قرآن کے علاوہ اور کچھ نہیں بولتی، اس خوف سے کہ کہیں لغزش ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔

پھر میں نے کہا

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(جمعہ: ۴)

(یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

عورت کے علم نے جان بچائی

اھواز شہر میں خوارج کا فتنہ نکلا تو انہوں نے ایک عورت کو پکڑ کر قتل کرنا چاہا۔ عورت نے کہا تم اس کو قتل کرتے ہو جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُ فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (الزخرف: ۱۸)

(جو زیور میں پرورش پاتی ہے اور جھگڑے میں بھی مضبوط نہیں)

یہ سن کر خوارج نے اسے چھوڑ دیا۔

عورت نے قاضی کولاجواب کردیا

ایک دفعہ ابن عبدالسلام الہاشمی نے بصرہ میں اپنا محل بنانا شروع کیا۔اس محل کی جگہ کے بالکل ساتھ ایک بڑھیا کا چھوٹا سا گھر تھا۔جب محل کی تعمیر کیلئے پیائش وغیرہ کی گئی تواس کی کوئی سمت بھی ٹھیک نہ بنتی تھی جب تک کہ اس بڑھیا کے گھر کو اس کے اندر شامل نہ کیا جاتا۔بڑھیا کی جگہ خریدنے کے لئے اس سے بات کی گئی تواس نے صاف انکار کردیا۔باوجود اس کے کہ اس کو کئی گنازیادہ رقم کالالچ دیا گیا لیکن وہ بیچنے سے انکاری رہی۔عاجز آکر ہاشمی نے اس کی شکائت قاضی ابوحامد خراسانی سے کی۔قاضی صاحب نے کہا کہ یہ تو آسان بات ہے، میں ایک ایسی ترکیب کروں گا کہ وہ بیچنے پر مجبور ہوجائے گی۔حتیٰ کہ وہ خود آپ سے کہے گی کہ آپ صرف اصلی قیمت پر خریدیں۔

چنانچہ قاضی صاحب نے عورت کو بلایا اور کہا کہ اے عورت! تیرے گھر کی قیمت اس سے کہیں کم ہے جو تجھے پیش کی گئی ہے اگر تو اسے قبول نہ کرے گی تو پھر میں تجھ پر '' حجر '' کا حکم لاگو کروں گا۔اور تو اپنا مال فروخت نہ کرسکے گی۔(حجر کا حکم اس بندے پر نافذ ہوتا ہے جس کو قاضی اس کی دیوانگی کی وجہ سے سمجھتا ہو کہ یہ مال کو ضائع کردے گا اور اس کے ورثہ اس کے حق سے محروم ہو جائیں گے)اس عورت نے کہا قاضی صاحب میں آپ پر قربان، آپ حجر کا حکم اس شخص پر کیوں نافذ نہیں کرتے جو ایک درہم کی چیز پر دس درہم دینا چاہتے ہیں؟ اور بہت اچھا اگر مجھ پر حجر کا حکم لگاتے ہیں تو میں نے اپنا حق چھوڑا اب مجھے تو اس کے بیچنے کا اختیار ہی باقی نہ رہا اب کوئی اس کو مجھ سے کیسے خرید سکتا

ہے؟ قاضی اس کی بات سن کر لاجواب ہو کر رہ گیا۔

قاضی کی اصلاح

ابن جوزی کہتے ہیں کہ کسی حنفی قاضی کا طریقہ تھا کہ جب اس کو گواہوں پر شک ہوتا تو ان کو جدا جدا کر کے گواہی لیتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس ایک مقدمہ آیا جس میں دو عورتوں کی گواہی تھی۔ جب قاضی ان سے گواہی لینے لگا تو اپنے طریقہ کے مطابق ان کو جدا کرنے لگا۔ اس پر ایک عورت نے کہا، جناب آپ غلطی فرما رہے ہیں۔ پوچھا کیسے؟ کہا اللہ کا فرمان ہے **ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری** (اگر ایک بھول جائے ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلائے) اور جب آپ علیحدہ کر دیں گے تو یہ مطلب کہاں حاصل ہوگا؟ قاضی نے جب یہ بات سنی تو ایسا کرنے سے رک گیا۔

عورت کی عقلمندی

اصمعی فرماتے ہیں کہ ہم کو علی بن قاسم قاضی نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے ایک واقعہ سنا ہے کہ موسیٰ بن اسحٰق ایک قاضی وقت تھا اور وہ کبھی مسکراتا نہ تھا۔ ایک عورت نے کہا کہ میں اس کو ہنسا سکتی ہوں۔ لوگ حیران ہوئے اور کہا کہ یہ بڑا مشکل کام ہے، قاضی کبھی ہنسا نہیں۔ عورت نے کہا میرے پاس بھی ایک گر ہے جس کی وجہ سے قاضی کو ہنسنے کے سوا چارہ نہیں ہوگا۔ لوگوں نے کہا اچھا قاضی کو ہنسا کر دکھاؤ۔ وہ عورت قاضی کے سامنے آئی اور اس کو کہا، اے قاضی! آپ کو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ پوچھا کیوں؟ کہا، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے **لا**

یقضی القاضی بین اثنین و هو غضبان (کہ قاضی دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے) قاضی یہ سن کر مسکرا دیا۔

حجاج کی گوشمالی

① حجاج بن یوسف اپنے وقت کا سخت گیر حاکم تھا۔ لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ اس نے ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت کے بیٹے کو سزا دی۔ اس بوڑھی عورت نے آ کر حجاج کو سخت سست کہا کہ اے حجاج! تم ظلم کرنا چھوڑ دو، نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا مٹائیں گے جیسے اس نے قرآن مجید کے پہلے پندرہ پاروں میں سے کلا کا لفظ اڑا دیا ہے۔ حجاج بھی حافظ تھا، قرآن کا قاری تھا بلکہ مقری تھا۔ جب اس نے قرآن پر نظر ڈالی تو پہلے پندرہ پاروں میں اسے کہیں کلا کا لفظ نظر نہ آیا۔ کہنے لگا، واقعی تم نے بات تو سچ کہی ہے، اگر کہیں کلا کا لفظ ہوتا تو میں تمہیں بھی سزا دلواتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس وقت کی بوڑھی عورتیں اپنی روزمرہ کی گفتگو میں کیسے کیسے علمی نکات بیان کیا کرتی تھیں۔

② حجاج کے سامنے ایک خارجی فرقے کی عورت پیش کی گئی تو حجاج نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ اس کا کیا کریں۔ کہا کہ اس کو جلدی سے قتل کروا دیں۔ خارجیہ نے کہا، اے حجاج! آپ کے ساتھی کے وزراء آپ کے وزراء سے بہتر تھے۔ حجاج نے پوچھا، میرا ساتھی کون ہے؟ کہا، فرعون کہ جب اس نے اپنے وزراء سے مشورہ لیا کہ موسیٰ کا کیا کریں تو انہوں نے کہا تھا ارجه و اخاه اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دیجئے۔ پس حجاج نے عورت کو چھوڑ دیا۔

③ ایک دوسری خارجیہ کو حجاج کے سامنے پیش کیا گیا تو حجاج اس کی طرف دیکھ کر باتیں کرتا رہا۔ وہ اس کی طرف دیکھتی ہی نہ تھی۔ بلکہ دوسری طرف منہ موڑ

لیتی تھی۔ کسی نے کہا، تجھ سے امیر بات کر رہے ہیں اور تو اس کو دیکھ بھی نہیں رہی۔ کہا مجھے شرم آتی ہے اس شخص کو دیکھنے سے جس کو اللہ بھی نہیں دیکھتا۔ یہ سن کر حجاج شرمندہ ہوا۔

ایک باندی کی حاضر جوابی

عطار ماجن کے سامنے ایک باندی کھڑی ہوئی۔ شکل کی ذرا بدصورت تھی۔ عطار کی رگ ظرافت پھڑکی اور اس پر چوٹ کرنے کیلئے اس نے قرآن پاک کی آیت پڑھی وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ یعنی جب وحشی جانور اکٹھے ہو جائیں گے۔ باندی بھی حاضر جواب تھی، اس نے بھی جواباً آیت پڑھ دی وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَ نَسِیَ خَلْقَهٗ یعنی ہمارے لئے تو مثال دیتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا۔

حسین کنایہ

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک معروف صحابی ہیں اور ایک عرصہ تک مصر کے گورنر رہے۔ ایک مرتبہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہا میں آپ سے اپنے گھر کے چوہوں کی کمی کی شکایت کرتی ہوں (یعنی گھر میں کھانا پانی نہیں ہے یہاں تک کہ مایوس ہو کر چوہے بھی وہاں سے چلے گئے ہیں)۔ قیس نے فرمایا اس عورت نے کس قدر اچھا کنایہ (اشارۃً کلام) کیا ہے۔ لہٰذا اس کے گھر کو گندم، گوشت اور گھی سے بھر دو۔

ایک عورت کا خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے مکالمہ

حضرت زینب بنت مہاجر احمسیہ فرماتی ہیں کہ میں ایک عورت کے ساتھ حج

کرنے مکہ مکرمہ گئی۔ وہاں اس نے ایک خیمہ گاڑ لیا اور کسی سے بات نہ کرنے کی نذر مان لی۔

پھر ایک صاحب نے خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا "السلام علیکم"

میرے ساتھ والی عورت نے سلام کا جواب دیا۔ ان صاحب نے پوچھا "میں نے جس کو سلام کیا تھا اس نے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا میری ساتھی عورت نے کہا "اس نے کلام نہ کرنے کی منت مان رکھی ہے"

انہوں نے کہا "اے عورت! کلام نہ کرنے کی منت ماننا جاہلیت کی رسم ہے"

میں نے کہا "آپ کون ہیں اللہ آپ پر رحم فرمائے"

انہوں نے کہا "میں ایک مہاجر ہوں"

میں نے کہا "آپ کن مہاجروں میں سے ہیں"

انہوں نے کہا "قریش سے"

میں نے پوچھا "قریش کے کس قبیلے سے؟"

انہوں نے کہا تم تو بڑی سوال کرنے والی ہو میں "ابو بکر ہوں"

میں نے کہا "اے خلیفہء رسول ﷺ ہمارا جاہلیت کا زمانہ تازہ تازہ ہے اور ہم میں سے بعض بعض سے بے خوف نہیں ہیں، اب ہمیں اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کی ہے یہ کب تک باقی رہے گی؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب تک تمہارے امام صحیح رہیں گے"

میں نے پوچھا "امام کون ہیں؟"

فرمایا "تمہاری قوم میں شرفاء نہیں ہیں جن کی بات مانی جاتی ہے؟"

میں نے کہا ہاں ہیں

فرمایا یہی امام ہیں

ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ کی تعلیم کا اہتمام

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابیات ؓ کی تعلیم و تربیت کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا۔ ام المومنین سیدہ حفصہ ؓ لکھنا نہیں جانتی تھیں۔ ان کو لکھائی سکھانے کے لئے آپ نے شفاء عدویہ کو سفارش کی اور فرمایا کہ تم میری بیوی کو لکھنا سکھا دو۔

خواتین کے مدارس

عورتوں میں تدریس کا آغاز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ بعد میں تابعیات میں بڑے پیمانے پر یہ سلسلہ چل نکلا۔ چوتھی صدی تک تو خواتین نے گھروں کو ہی تعلیم تربیت کا مرکز بنائے رکھا۔ اور اس دوران خواتین کے علاوہ مرد علماء فقہاء اور صلحاء بھی ان سے علمی فیض حاصل کرتے رہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب مدارس بننے کا رواج پڑا تو نسوانی مدارس بھی قائم کئے گئے۔

پوری اسلامی تاریخ سے بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم خواتین جو علم حاصل کرتی تھیں وہ فقط ان کی ذاتی دلچسپی یا چند اساتذہ تک محدود نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اپنے وقت کے بڑے بڑے پبلک مدارس میں رہ کر علم حدیث حاصل کرتی تھیں۔

بہت سے مسودات اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ طالبات کے روپ میں خواتین کے بڑے بڑے جامعات میں اپنی زندگی کا قیمتی حصہ حصول علم میں گزارتی تھیں اور ان میں سے بعض اپنی بقیہ زندگی معلمات کی حیثیت سے مدارس میں گزار دیتی تھیں۔

1 خواتین کا سب سے پہلے مدرسہ مغرب اقصیٰ کے شہر فاس میں ۲۴۵ھ میں قائم ہوا، جو آج بھی جامعہ قرویین کے نام سے موجود ہے۔اس کو ایک عابدہ زاہدہ اور نیک دل خاتون ام البنین فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ فہریہؒ نے تعمیر کروایا۔اس نے زمین کی خرید کیلئے اپنی خاندانی وراثت کے مال سے قیمت ادا کی اور اس کا بہت خیال رکھا کہ اس میں کوئی مشکوک آمدن شامل نہ ہو۔اس نے اس کی بنیاد یکم رمضان کو رکھی اور اس کی بنیاد رکھنے سے لے کر تعمیر کے مکمل ہونے تک روزہ رکھا۔

2 ان کی بہن مریم بنت عبداللہ فہریہؒ نے اسی سال ۲۴۵ھ میں ایک مسجد تعمیر کی، بعد میں یہ مسجد جامع الاندلسی کے نام سے مشہور ہوئی۔اس میں صدیوں تک علوم وفنون پڑھائے جاتے رہے۔چوتھی صدی میں اس کو جامعہ قرویین ہی کی شاخ بنا دیا گیا۔

3 حکیم المشکوٰۃ مع التخریج سے پتہ چلتا ہے کہ عمر مسجد دمشق کے جامعہ میں ۵۰۰ طالبات مقیم رہ کر علم حاصل کرتی تھیں۔

4 خطیب بغدادی کی کتاب ''کتاب الکفایہ'' پر بہت سے نوٹس سے پتہ چلتا ہے کہ نعیمہ بنت علی اور ام احمد زینب بنت المکی اور بہت سی دوسری خواتین نے اپنے وقت کے بڑے مدارس جیسے مدرسہ عزیزیہ میں رہ کر اپنی پوری زندگی علم حدیث کی خدمت میں گزار دی۔ان کے شاگردوں میں مشہور جرنیل صلاح الدین کے بیٹے احمد کا بھی نام آتا ہے۔

5 حکیم ترمذی اپنے حالات زندگی میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے لڑکپن میں سات معلمات سے علم حدیث حاصل کیا۔

6 بی بی مریم اندلسیہ نے چوتھی صدی ہجری میں اشبیلیہ میں ایک درسگاہ قائم کی جس میں علم کا شوق رکھنے والی خواتین دور دور سے آ کر ان سے تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ وہ ان کو بڑی محنت سے اور توجہ سے دینی علوم کے علاوہ بیان، بدیع شعر اور ادب کی تعلیم بھی دیا کرتی تھیں۔ جو خواتین ان کی درسگاہ سے نکلتیں اکثر بڑے اعلیٰ اور معزز خاندانوں میں ان کے رشتے ہو جاتے تھے۔

7 فخر النساء شہدہ چھٹی صدی ہجری کی ایک بلند پایہ محدثہ اور کاتبہ تھیں۔ اپنے علم و فضل، خوشنویسی اور خطیبانہ صلاحیتوں کی بناء پر ''فخر النساء'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ خلیفہ مقتفی بامراللہ عباسی نے ان کے فضل و کمال کو دیکھتے ہوئے ان کو بہت بڑی جاگیر عطا کی۔ شہدہؒ نے اس کی آمدنی سے دریائے دجلہ کے کنارے ایک عظیم الشان درسگاہ بنوائی جس میں سینکڑوں طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور ان کے تمام اخراجات آپ خود برداشت کرتی تھیں۔

8 اندلس کی عالمہ فاضلہ فاطمہ غالیمہ بنت محمد نے اپنا بہت بڑا مدرسہ کھولا جس میں عورتوں کو ہر قسم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بنت محمد اپنے وقت میں ''المعلمہ'' کے نام سے مشہور تھیں۔

9 بی بی زینب بنت عبدالرحمٰن ۶۱۵ھ نے اپنے وقت کے نامی گرامی علماء سے سند فراغت حاصل کی تھی۔ اور چوٹی کے علما کے ہم پلہ تھیں۔ ان کے تبحر علمی کے معترف وہ علماء اور فقہا بھی تھے جنہیں اپنے وقت کا امام کہا جاتا تھا۔ ان کو عباسی خلفا نے اجازت دے رکھی تھی کہ نہ صرف بغداد میں بلکہ عباسی سلطنت میں کہیں بھی اپنی درسگاہ قائم کریں اور فقہ کا درس دیا کریں۔ چنانچہ ان سے بے شمار لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ (ابن خلکان)

10 مجاہد اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ کی بہن ایک عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔ انہوں نے دمشق کے مقام جبل قاسیون میں ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کروایا جو ''مدرسہ خاتونیہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ انہوں نے اس کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ایک بڑی جائداد اس کے لئے وقف کی۔ ان کو ان کی وفات کے بعد اسی مدرسہ میں دفن کیا گیا۔ یہ مدرسہ اب بھی قائم ہے۔

خواتین کی فقاہت

خواتین اسلام جس طرح علوم قرآن، علوم حدیث حاصل کرنے میں پیش پیش رہیں اسی طرح فقہ اور فتاویٰ میں بھی ان کی شاندار خدمات ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ نے ایسی بائیس صحابیات کی تصریح کی ہے جو فقہ و فتویٰ میں مشہور تھیں۔ صحابیات کے بعد تابعیات اور ان کے بعد بھی کئی بنات اسلام ایسی تھیں کہ جنہوں نے فقہ و فتاویٰ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں حتیٰ کہ بہت سے ائمہ فقہاء نے اپنی جلالت شان کے باوجود ان سے استفادہ کیا۔

◎ شیخ علاء الدین حنفی فقیہ سمرقندی ۵۳۹ھ مصنف تحفۃ الفقہا کی صاحبزادی فاطمہ جلیل القدر فقیہہ تھیں۔ ان کے شوہر شیخ علاء الدین کاسانی نے تحفۃ الفقہا کی شرح البدائع والصنائع لکھی ہے شرح کے لکھنے کے دوران شوہر سے کوئی غلطی ہو جاتی تو وہ اس کی تصحیح کرا دیتیں فتاوی پر فاطمہ ان کے والد اور ان کے شوہر تینوں کے دستخط ہوتے تھے۔

◎ امۃ الواحد ستیہ بنت قاضی حسین نے قرآن و فقہ کو زبانی یاد کیا تھا اور فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا۔ اپنے وقت میں ان سے زیادہ فقہ شافعی کو جاننے والا

کوئی نہ تھا، شیخ علی بن ابی ہریرہ کے ساتھ فتوی دیا کرتی تھیں۔

◎ام ہانی عیوسیہ، ان کی بہن فاطمہ اور شیخ زروق کی دادی فقیہہ ام البنین یہ تینوں فقیہات و مفتیات تھیں اور مغرب اقصیٰ میں فقہ فتوئی میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔

◎ ام عیسیٰ بنت ابراہیم بن اسحاق بغدادیہ، بغداد کی بہت بڑی مفتیہ تھیں۔ خطیب بغدادی اور علامہ ابن جوزی نے ان کے فتوئی دینے کی تصریح کی ہے۔

◎امۃ الرحمٰن بنت شیخ تقی الدین فقہ وفتوی میں شہرت رکھتی تھیں۔ ست الفقہا کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔

◎ام زینب فاطمہ بنت عباس اپنے وقت کی مشہور فقیہہ تھیں۔

◎امیر سید شریف علاء الدین علی بن خطیب شرف الدین کی بہن شریفہ بھی فقہ و فتوئی میں مشہور تھیں۔

خواتین کا تحصیل علم کے لئے سفر

حصول علم میں سفر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ علماء ومحدثین نے علم حاصل کرنے کی لئے بہت دور دراز کے سفر کئے اور قریہ بقریہ خاک چھان کر علم میں کمال حاصل کیا۔ علم کی خاطر دیار وطن کو چھوڑ کر سفر اختیار کرنے کی روایت میں خواتین بھی پیچھے نہیں رہیں، انہوں نے غربت اور بے وطنی کی زندگی بسر کر کے علم دین کی دولت حاصل کی۔ لیکن ان کے سفر و قیام میں ان کی صنفی حیثیت و صلاحیت کو مد نظر رکھا جاتا تھا اور ان کی حفاظت و پردہ داری کا خصوصی انتظام کیا جاتا تھا۔ چند ایک مثالوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

◎ام حسین جمعہ بنت احمد محمیّہ نے اپنے وطن نیشاپور سے بغداد کا سفر کر کے یہاں کے مشائخ اور محدثین کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

◎ام علی تقیہ بنت ابوالفرج غیث صوریہ بغدادیہ نے بغداد سے مصر جا کر مدتوں قیام کیا اور اسکندریہ میں امام ابوطاہر احمد بن محمد سلفی سے اکتساب کیا۔

◎زلیخا الواعظہ شہر غزنین کی رہنے والی تھیں۔ یہاں سے مکہ مکرمہ گئیں اور علماء و محدثین سے روایت کر کے کئی سال تک حرم شریف کی مجاورت کے بعد فارس کے شہر ساوہ چلی گئیں۔ اور علمی خدمات سرانجام دیتی رہیں۔

◎ام محمد زینب بنت احمد بن عمر کا وطن بیت المقدس تھا، امام ذہبی نے ان کو ''المعمرۃ الراحلہ'' کے القاب سے یاد کیا ہے کیوں کہ دور دراز ملکوں کا سفر کر کے تحصیل علم اور حدیث کی روایت میں مشہور تھیں، اسی وجہ سے بعد میں دور دراز ملکوں کے طلبہ ان سے حدیث روایت کرتے تھے۔

◎اسماء بنت محمد بن سالم نے بار بار حرمین شریفین کا سفر ختیار کیا اور یہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔

◎ کریمہ بنت احمد مروزیہ، خراسان کے شہر مرو کے رہنے والی تھیں انہوں نے مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کر کے ایک زمانہ تک یہاں درس حدیث دیا۔

◎ام محمد ہدیہ بنت علی مقدسیہ نے امام زبیدی سے روایت لینے کے لئے ان کے وطن کا سفر اختیار کیا۔

◎امۃ الرحمٰن ست الفقہاء نے سماع حدیث کے لئے شیخ عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

◎ عائشہ بنت محمد حرانیہ نے امام زین العابدین عراقی اور امام بلخی سے روایت کے لئے ان دونوں حضرات کی درس گاہ کا سفر کیا۔

◎ مریم بنت احمد بعلبکیہ نے بہاء الدین ام محمد شہدی بنت کمال الدین نے شیخ کاشغری کے یہاں جا کر روایت کی۔

◎ شمس الضحیٰ بنت محمد، عالمہ زاہدہ اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں انہوں نے شیخ الطریقت شیخ ابوالنجیب سہروردی کی خدمت میں رہ کر سلوک طے کیا اور دیگر محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔ (خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات)

یہ چند مثالیں ماضی میں حصول علم کے سلسلے میں عورتوں کے ذوق وشوق اور ان کی قربانیوں کو ظاہر کرتی ہیں۔

خواتین اور فن خطاطی وکتابت

فن خطاطی اور کتابت کو دینی علوم کی نشر واشاعت میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خواتین اسلام نے اس فن میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ بہت سی خطاطہ اور کاتبہ عورتیں گزری ہیں جنہوں نے فن خطاطی اور کتابت وانشاء میں نام پیدا کیا۔

◎ ام الفضل فاطمہ بنت حسن بغدادیہ کاتبہ، مشہور ہیں۔ فن خطاطی وخوشنویسی میں استاد زمانہ تھیں۔ مشہور خطاط ابن البواب کے خط کی پوری نقل کرتی تھیں۔ اور اہل علم ان سے خطاطی سیکھتے تھے۔

◎ بنت القرع کو ان کے حسن خط کی وجہ سے وزیر ابونصر عبدلملک کندری نے بلاد جبل بلایا، اور دیوان عزیزی اور عیسائی شاہ روم کے مابین صلح نامہ کی کتابت کرائی۔ جس پر اس کو ایک ہزار دینار دیئے گئے۔

◎ امۃ العزیز خدیجہ بنت یوسف، عالمہ فاضلہ اور محدثہ تھیں ساتھ ہی مشہور

خوشنویس تھیں اور اس فن کے مشاہیر سے خطاطی کی تعلیم حاصل کی تھی۔

◎ فخر النساء شہدہ ایک عالم فاضل خاتون تھیں۔ ان کا خط نہایت پاکیزہ اور حسین تھا۔ اس لئے کاتبہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

◎ اندلس کی مشہور کاتبہ وادیبہ مزنہ، امیر الناصر الدین اللہ کی خاص کاتبہ تھیں اور ان کا خط نہایت حسین وجمیل تھا ۳۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔

◎ عالمات اندلس میں لبنٰی نامی ایک کاتبہ خلیفہ حکم بن عبدالرحمان اموی کی خاص کاتبہ تھیں اور سرکاری خط وکتابت کی ذمہ داری سنبھالتی تھیں۔ ان کا خط بہت نفیس تھا۔ علم الحساب میں بھی ماہر تھیں اور شاعری، نحو، عروض، اور دیگر علوم و فنون سے حصہ وافر رکھتی تھیں۔

◎ عائشہ بنت عمارہ افریقیہ، ادیبہ شاعرہ تھیں ان کا خط نہایت نفیس اور پختہ تھا، ایک کتاب اٹھارہ جلدوں میں اپنے خط سے نقل کی تھی۔

◎ ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ قرطبہ کے مشرقی علاقہ میں ایک سو ستر عالمات وفاضلات ایسی تھیں جو خط کوفی میں قرآن شریف لکھتی تھیں۔

حفاظت قرآن میں خواتین کا کردار

اس امت میں عورتوں نے کئی کام تو ایسے کر دکھائے کہ ان کے کارناموں کو سن کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''حفاظت قرآن'' ہی کو لے لیجئے۔ قرآن مجید کی حفاظت دو طرح سے ہوئی ایک تو اس کو سینوں میں محفوظ کیا گیا اور دوسرا اسے سفینوں میں یعنی کاغذ کے صفحوں میں محفوظ کیا گیا۔ عورتیں بھی اس میدان میں مردوں سے پیچھے نہ رہیں انہوں نے قرآن کو سینوں میں بھی محفوظ کیا اور سفینوں میں بھی محفوظ کیا۔

کتابت قرآن میں خواتین کا کردار

ماضی میں نوجوان لڑکیوں نے قرآن مجید کو سفینوں میں محفوظ کرنے میں مردوں سے زیادہ نمایاں کردار ادا کیا۔ پہلے زمانے میں پرنٹنگ پریس تو نہیں ہوتے تھے اس لئے قرآن مجید کو ہاتھ سے لکھا جاتا تھا۔ اتنے کاتب مرد بھی نہیں ہوتے تھے جو ہزاروں کی تعداد میں قرآن لکھتے اور ہر گھر میں قرآن مجید پہنچ جاتا۔ اس لئے اس زمانے میں یہ دستور بنا ہوا تھا کہ بچیاں دین کی تعلیم پاتیں اور اپنی لکھائی کو اچھا بناتیں اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے رشتہ کے انتظار میں گھر میں وقت گزارتیں تو ان لڑکیوں کا یہ معمول ہوتا تھا کہ گھر کے سارے کام کاج بھی کرتیں اور کام کاج کرنے کے بعد جو وقت فارغ ہوتا، اس وقت میں وہ کاغذ پر خوبصورت الفاظ میں خوش نویسی کے ساتھ اللہ کے قرآن کو باوضو ادب اور محبت کے ساتھ لکھنا شروع کر دیتیں۔ محبت سے بھرا ہوا ایک ایک لفظ لکھتے لکھتے سال دو سال میں وہ قرآن مجید کو مکمل کر لیتیں پھر ماں باپ اس قرآن مجید پر سنہری جلد بنوا دیا کرتے تھے اور جب اس بچی کی شادی ہوتی تھی تو اس کو جہیز میں وہ سنہری قرآن ساتھ دیا جاتا۔ یہ سسرال والوں کے لئے پیغام ہوتا تھا کہ میری بیٹی نے گھر میں ایسی پاکیزہ زندگی گزاری ہے کہ اس کا وقت بیہودہ باتوں میں نہیں گزرا بلکہ اللہ کے قرآن کی حفاظت میں گزرا ہے۔ اس وقت ہر نوجوان لڑکی اپنے لئے قرآن لکھ کر جہیز میں ساتھ لے کر جاتی۔ چنانچہ لاکھوں کی تعداد میں قرآن پاک لکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرافت عورتوں کو بھی عطا کی کہ قرآن مجید کی حفاظت میں انہوں نے کردار ادا کیا۔ کل قیامت کے دن قرآن مجید ان کی شفاعت کرے گا اور اللہ رب العزت کے ہاں ان کو درجے ملیں گے۔



باب 3

خواتین اور علوم قرآن

خواتین عالمات و فاضلات میں بہت سی ایسی ہیں جنھوں نے قرآن کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ لہٰذا بہت سی ایسی حافظات، قاریات، مقریات اور مفسرات پیدا ہوئیں جو اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھیں۔ یہاں چند ایک ذکر کیا جاتا ہے۔

1 حفصہ بنت سیرین (ہمشیرہ محمد بن سیرین)

ام ہذیل کنیت تھیں، فقیہہ انصاریہ تھیں، آپ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذہین شاگردہ تھیں۔ آپ نے ان کے اخلاق و معارف سے بہت فائدہ اٹھایا۔ عبادت فقاہت اور قرأت میں بلند مقام پایا حتیٰ کہ ان کو سیدات تابعیات میں شمار کیا جاتا ہے۔

ایاس بن معاویہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں پایا جس کو حفصہ بنت سیرین پر فضیلت دے سکوں۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن شریف کی حافظہ ہوگئی تھیں۔ لوگوں نے ایاس سے کہا، کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی حفصہ سے کمتر ہیں؟ کہنے لگے، ہاں! میرے خیال کے مطابق تو ان حضرات کو بھی حفصہ پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔

موصوفہ کے بھائی محمد بن سیرین کو جب قرآن میں کوئی مشکل پیش آتی تو کہتے۔ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اس لفظ کو کس طرح پڑھتی ہیں (اور پھر اسی کے مطابق عمل کرو) حفصہ اپنے دل کو ہمہ وقت اللہ سے لگائے رکھتیں اور کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کرتی تھیں۔ ہر رات میں آدھا قرآن پاک ضرور ختم کرتی تھیں اور یہ معمول آخر زندگی تک رہا۔ مہدی بن میمون کہتے ہیں کہ حفصہ برابر تیس سال تک اپنے گھر کے اندر بنی ہوئی چھوٹی سی مسجد میں رہیں۔ وہاں سے صرف قیلولہ کے لئے یا قضاء حاجت کے لئے باہر نکلتی تھیں۔

موصوفہ کے صاحبزادہ ہذیل سردی کے موسم میں انگیٹھی میں لکڑی جلا کر کمرے کو اپنی والدہ کے لئے گرم کرتے تھے اور موصوفہ اس کے ذریعہ تسکین محسوس کرتیں اور برابر عبادت اور نماز میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ جب ان کے بیٹے فوت ہو گئے تو فرماتی تھیں کہ بتوفیق الٰہی میں نے کافی حد تک صبر و تحمل سے کام لیا مگر پھر بھی بعض اوقات بے ساختہ دل پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی تھی تو ایک رات میں سورۃ نحل پڑھ رہی تھی کہ ان آیات پر پہنچی

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(اور تم لوگ عہد خداوندی کے بدلے میں تھوڑا مول مت حاصل کرو۔ بس اللہ کے پاس جو چیز ہے وہی تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم و قائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کا اجر ان کو ضرور دیں گے)

میں ان آیات کو بار بار لوٹا کر پڑھتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ والی وہ کیفیت دور فرما دی۔

حفصہ رات بھر لمبی نمازیں پڑھتی تھیں اور ان کی آنکھوں سے خشیت الٰہی کی وجہ سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ ان کے متعلق یہ لطیفہ مشہور ہے کہ انہوں نے ایک سندھی باندی خریدی۔ باندی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی آقا کو کس طرح کا پایا؟ کہنے لگی کہ وہ بہت صالحہ ہیں لیکن ان سے کوئی اتنا بڑا گناہ ہو گیا ہے کہ ساری رات روتی رہتی ہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ وہ گناہ ابھی تک معاف نہیں ہوا۔

2 بیرم بنت احمد مالکیہ

ان کے والد قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے تھے اور فقہاء کے پاس بکثرت آنا جانا رکھتے تھے۔ اسی ماحول میں موصوفہ کی نشو ونما ہوئی۔ قرآن کی قاریہ تھیں، شمس بن صائغ سے سات قرأتیں پڑھیں اور ان کی صاحبزادی فاطمہ سے عشرہ کی تکمیل کی۔ شاطبیہ وغیرہ بہت سی کتابیں حفظ یاد تھیں، ریاض الصالحین وغیرہ کئی کتابیں بکثرت مطالعہ میں رکھتی تھیں۔ لیکن بعد میں جب شیخ البلد احمد بن تریمس سے شادی ہو گئی تو یہ فلاحی کاموں میں زیادہ مصروف ہو گئیں۔

3 خدیجہ بنت احمد فاسیہ

بہت نیک عالمہ فاضلہ تھیں۔ کتاب اللہ اور اس کی تجوید وقرأت کی حافظہ اور حروف کے مخارج کی خوب ماہرہ تھیں۔ ورش وقالون اور مکی وغیرہ متعدد قرأت میں تلاوت کرتی تھیں اور ان قرأتوں کی جملہ وجوہ واحکام سے بخوبی واقف

کار بھی تھیں۔ پوری باقاعدگی سے قرآن شریف کی تعلیم میں ہمیشہ مشغول رہتیں اور عبادت وتلاوت بھی خوب کرتی تھیں۔ صرف ضروری اور کار آمد باتوں سے تعلق رکھتیں۔ فضول اور لایعنی باتوں سے کوسوں دور رہا کرتی تھیں۔

امام ابوعلی حسن جنبور سے قرأت حاصل کی اور آگے موصوفہ سے شیخ عبدالحفیظ فاسی نے تینوں قرأتیں نقل کیں۔ اور موصوفہ نے انہیں ان تینوں قرأتوں کی اجازت مرحمت فرمائی۔

4 ام الخیر بنت احمد بن عیسیٰ

قاضی فاضل شہاب احمد بن عیسیٰ بن محمد ائمیٰ کی صاحبزادی تھیں اور وہ اپنے علاقہ میں عصفورہ کے نام سے معروف تھیں۔ (شاید چڑیا کی طرح قرآن میں چہچہانے کی عادت ہوگی)

810ہجری سے پہلے ملیسا میں پیدا ہوئیں اور اپنے والد سے قرأۃ نافع کے مطابق قرآن مجید حفظ کیا پھر آخری سانس تک قرآن مجید برابر یاد رکھا اور پڑھتی پڑھاتی رہیں

صفر 849ہجری میں وادی لیہ کی عبلاء نامی بستی میں بقاعی نے موصوفہ سے ملاقات کی اور وہیں ان سے کچھ قرآن پڑھا۔ بقاعی بتاتے ہیں کہ موصوفہ بہترین کاتبہ، قاریہ اور فاضلہ تھیں۔ قراء ومحدثین کی ایک جماعت سے موصوفہ کو اجازت حاصل تھی۔

5 سلمیٰ ام الخیر بنت حضرت محقق ابن الجزریؒ

خود حضرت محقق رحمۃ اللہ علیہ طبقات القرأ صغریٰ میں اپنی لخت جگر کا یوں تعارف کراتے ہیں۔

"سلمیٰ جو میری بیٹی ہیں انہوں نے 813ہجری میں حفظ قرآن

شروع کیا پھر مقدمہ جزریہ اور مقدمۃ النحو حفظ کر کے مجھے سنایا۔ اس کے بعد طیبۃ النشر حفظ کر کے اس کے مطابق مجھے قرأت عشرہ حفظاً سنائیں۔ حتیٰ کہ 12 ربیع الاول 832 ہجری میں اس کی تکمیل کر لی۔ تلاوت اتنی صحیح اور معیاری کہ کیا مجال کہ کوئی اختلاف بھی چھوٹ جائے''

دسوں قرأتوں میں اس قدر کمال ومہارت اور یادداشت حاصل کی کہ عزیزہ کے وقت میں کوئی شخص بھی اس میں اس کا مثیل اور ہم پلہ نہ تھا۔

علم اشعار اور عربیت بھی سیکھی، خطاطی میں بھی کمال حاصل کیا۔ عربی اور فارسی نظم پر بھی قادرۃ الکلام تھیں، مجھ سے حدیث بھی پڑھی اور علم حدیث میں بھی ید طولیٰ حاصل کیا۔ بفضلہ تعالیٰ روز افزوں روبترقی ہیں''۔

6 عائشہ بنت ابراہیم ام محمد دمشقیہ

661 ہجری میں پیدا ہوئیں۔ ابن عساکر وغیرہ سے حدیث شریف سنی، قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ عورتوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ کئی خواتین نے ان سے پورا قرآن شریف پڑھا اور بھرپور علمی استفادہ کیا۔

جو موصوفہ کے داماد ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میری خوش دامن عبادت کی کثرت اور قرآن کی خوبیء ادا میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اس بارے میں کئی مردوں سے گوئے سبقت لے گئی تھیں۔ دنیا سے بہت بے رغبت تھیں اور اپنے پاس مال واسباب بہت کم مقدار میں رکھتی تھیں۔

حافظ ابوالحجاج یوسف مزی ان کے خاوند تھے جو اپنے زمانہ میں ملک شام کے مشہور محدث گزرے ہیں اور جو ''تہذیب الکمال فی اسماء الرجال'' نیز

" تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف " کے مؤلف ہیں یہ وہ دو کتابیں ہیں جن کے بارے میں ابن طولون کا قول ہے کہ بعد کے سب محدثین ان دو کتب کے عیال ومحتاج ہیں، کوئی محدث بھی ان سے استغناء و بے نیازی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

7 عائشہ بنت عمران منوبی

موصوفہ کو ان کے والد نے قرآن شریف حفظ کرایا حتیٰ کہ حفظ خوب پختہ ہوگیا۔ پھر موصوفہ نے عبادت پر بھر پور توجہ مرکوز کر دی اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لی، سوت کات کر گزر اوقات کرتی تھیں۔

منجملہ ان محاسن وکمالات کے یہ ہے کہ پوری زندگی میں ایک ہزار پانچ سو بیس مرتبہ (1520) قرآن پاک ختم کیا۔

فقرا اور مساکین کے ساتھ خوب حسن سلوک سے پیش آتیں اور حاجت مند لوگوں کی ضرورتیں پوری فرماتیں اور اپنی آمدنی میں سے کوئی چیز بھی ذخیرہ کر کے نہ رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ فرمایا کرتی تھیں کہ اگر میری جیب میں رات کو ایک درہم بھی باقی رہا ہوگا جس کو میں خیرات نہ کرسکی تو میری پوری رات کی عبادت ناقص ہوگی۔ سبحان اللہ، اس سے موصوفہ کی دریا دلی اور دردمندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وفات کے وقت آخری کلمہ جو ان سے سنا گیا یہ آیت کریمہ تھی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَ الَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیکوکار ہوتے ہیں)

8 عائشہ بنت یوسف باعونیہ

موصوفہ عالم جلیل یوسف بن احمد بن ناصر باعونی مقدسی ثم الصالحی الدمشقی

الشافعی کی صاحبزادی تھیں جن کو ان کے والد چار سال کی عمر میں قدس سے دمشق لے آئے تھے اور وہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔

موصوفہ نے اپنے دوسرے بہت سے بہن بھائیوں سمیت اپنے والد ہی کے زیرسایہ تربیت پائی اور ان سب نے والد صاحب ہی کے ہمراہ اکٹھا حج بھی کیا۔

موصوفہ نے بذات خود اپنی سیرت کا نقشہ یوں کھینچا ہے

''اللہ پاک نے بحمدہ مجھ میں اپنی کتاب کریم کی قرأت کی صلاحیت ودیعت رکھی ہے اور صرف آٹھ سال کی عمر میں مکمل قرآن شریف کے حفظ کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے''

919 ہجری میں قاہرہ میں جا کر بہت سے علوم وافر مقدار میں حاصل کئے اور وہیں سے انہیں افتاء اور تدریس کی اجازت بھی مرحمت ہوئی۔

تالیفات کے لحاظ سے عائشہ باعونیہ موصوفہ کو پوری اسلامی تاریخ کی عالمہ خواتین میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے چنانچہ موصوفہ کی چند تالیفات حسب ذیل ہیں۔

◎۔ "الاشارات الخفیہ فی المنازل العلیہ"، یہ بحر رجز کا ایک قصیدہ ہے۔ جس میں ہروی کی کتاب منازل السائرین کا خلاصہ کیا ہے۔

◎۔ "الدر الغائص فی بحر المعجزات والخصائص"، یہ سیرت نبویہ ﷺ پر ایک قصیدہ رائیہ ہے۔

◎۔ "صلاۃ السلام فی فضل الصلاۃ والسلام"، یہ ایک ارجوزہ ہے جس میں علامہ سخاوی کی کتاب ''القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع'' کا اختصار کیا ہے۔

◎۔ "الفتح المبین فی مدح الامین"، یہ نعت نبوی ﷺ پر ایک قصیدہ میمیہ ہے۔

9 فاطمہ بنت عبداللہ بن متوکل علی اللہ

موصوفہ علوم دینیہ کی عالمہ اور انتہائی ذکیہ اور دیندار و متقیہ تھیں۔ سورۃ توبہ تک قرآن شریف حفظ یاد کیا تھا۔ پوری باقاعدگی کے ساتھ روزانہ سات پارے منزل پڑھا کرتی تھیں۔

جب یحیٰی شرف الدین امام متوکل علی اللہ سے موصوفہ کی شادی ہوگئی تو جامع الاصول کا دونوں آپس میں تکرار اور دور کیا کرتے تھے اور اس کی مشکلات کے حل میں اپنے خاوند کے ساتھ موصوفہ بھی حصہ لیا کرتی تھیں۔

895 ہجری سے 910 ہجری تک مسلسل سولہ برس گوناگوں بیماریوں میں مبتلا رہ کر بالآخر بمقام صنعا 910 ہجری میں وفات پائی۔

10 فاطمہ بنت محمد بن یوسف دیروطی

ان کے والد ابن الصائغ کے نام سے مشہور تھے۔ موصوفہ عالمہ، فاضلہ تھیں۔ اولاً قرآن کریم حفظ کیا پھر شاطبیہ وغیرہ کئی کتب حفظ کیں۔ اپنے والد سے اولاً افراداً پھر جمعاً قرأت کی مشق کی۔ اس کے بعد ان کے والد انہیں قاہرہ لے گئے جہاں موصوفہ نے شہاب سکندری اور زین جعفر سے قرأتیں پڑھ کر مزید پختگی اور کمال حاصل کیا۔ حتیٰ کہ فن قرأت کی خوب ماہرہ اور فاضلہ بن گئیں۔

شاطبیہ خوب مستحضر اور نوک زبان تھی۔ اس کے مطالب کو بھی خوب اچھے طریقے سے سمجھتی تھیں بلکہ کئی جگہ اپنی طرف سے نئے نئے عمدہ فوائد اور مباحث بھی بتایا کرتی تھیں۔

مردوں اور عورتوں کی ایک معتد بہ جماعت نے موصوفہ سے استفادہ کیا۔

جن خواتین نے ان سے قرأتیں پڑھیں انہی میں سے بیرم بنت احمد بن محمد دیروطیہ مالکیہ بھی تھیں جو بہت مشہور ہوئیں۔

⑪ بنت فائز القرطبی

علم وادب کے فنون کے حفظ کے متعلق موصوفہ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اپنے والد فائز سے تفسیر ولغت عربیہ اور علم اشعار اور اپنے خاوند ابوعبداللہ بن عباد سے فقہ اور رقائق حاصل کیا۔

قرأت سیکھنے کے لئے امام ابوعمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن آپ کو پھوڑے کی تکلیف میں مبتلا پایا جو کہ ان کی وفات کا سبب بنا۔ اس پر موصوفہ نے حضرت دانیؒ کے قابل شاگرد کے متعلق استفسار کیا تو ابوداؤد مقری کا نام لیا گیا۔ جب ابوداؤد بلنسیہ پہنچے تو 444 ہجری میں موصوفہ نے وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت عمدہ طریق پر قرأت سبعہ ان سے پڑھیں۔ پھر حج کیا اور واپسی پر مصر میں 446 ہجری میں وفات پائی۔

⑫ جہیمہ بنت حی ام درداء صغریٰ تابعیہ

حضرت ابودرداءؓ کی تیسری بیوی تھیں۔ صغر سنی میں ابودرداءؓ سے قرآن پڑھا اور خود موصوفہ سے آگے ابراہیم بن ابی عبلہ اور عطیہ بن قیس وغیرہما نے قرأت نقل کی ہے۔

جب حضرت ابودرداءؓ فوت ہونے لگے تو ام درداء رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ دنیا میں تو آپ نے میرے والدین کو میرا پیغام نکاح بھیجا تھا اور انہوں نے آپ سے میری شادی کر دی تھی لیکن آخرت میں میں از خود آپ کو پیغام

نکاح دیتی ہوں، وہاں میرا خیال رکھنا۔ اس پر حضرت ابودرداء ؓ نے فرمایا کہ پھر میرے بعد تم کسی اور سے نکاح نہ کرنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ المرأة لآخر ازواجها (عورت اپنے آخری خاوند کی ہوگی) (طبرانی فی الاوسط والخطیب فی التاریخ عن عائشہؓ) ابودرداء ؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ ؓ نے ام درداءؓ کو پیغام نکاح بھیجا تو موصوفہ نے یہ پوری بات بتادی۔ اس پر حضرت معاویہ ؓ نے فرمایا تو پھر آپ روزے رکھنا اپنے اوپر لازم پکڑلیں۔

ام درداءؓ فرماتی تھیں کہ میں نے ہر طرح کی عبادت کی لیکن جو سکون قلبی اور مقصد برآری کی خاصیت مجالس ذکر میں پائی اور کسی بھی عبادت میں ہرگز نہیں پائی۔ نیز ارشاد فرماتی تھیں کہ عبادت گزاروں کے دلوں کے لئے دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی بڑی جادوگرنی ہے جس نے بھی دنیا کو ترجیح دی اسی کو دنیا نے ذلیل وخوار کردیا۔

یونس بن میسرہ بن حلبس روایت کرتے ہیں کہ کئی عبادت گزار خواتین رات کو ام درداءؓ کے پاس آجایا کرتیں اور پھر وہ سب مل کر رات کو اتنا لمبا قیام کرتیں کہ ان کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔

⑬ بی بی فاطمہ نیشاپوریؒ

بی بی فاطمہ خراساں (ایران) کے شہر نیشاپور کی رہنے والی تھیں۔ معرفت الٰہی میں بہت آگے تھیں۔ انہیں قرآن کریم کی تفسیر اور مطالب بتانے میں ایسا کمال حاصل تھا کہ جو بھی سنتا تھا عش عش کر اٹھتا تھا عبادت کرنے سے اس قدر شغف تھا کہ ساری ساری رات نوافل میں گزار دیتی تھیں۔ کھانا بالکل سادہ ہوتا اور پیٹ بھر کر کبھی نہ کھاتی تھیں۔

آپ ایک لمبا عرصہ بیت اللہ میں مقیم رہیں۔اس زمانے میں ان سے بڑے بڑے علماء اور اولیاء نے کسب فیض کیا۔حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت ذالنون مصریؒ جیسے بزرگوں نے ان کے فضائل وکمالات کا اعتراف کیا ہے۔حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی میں ایک باکمال عورت دیکھی ہے اور وہ فاطمہ نیشاپوری ہے،جس مقام اور مسئلہ پر ان سے گفتگو کی،ان کو اس سے آگاہ پایا۔بی بی فاطمہؒ نے 223ھ میں وفات پائی۔

14 شاہی محل میں ایک ہزار حافظہ وقاریہ خادمات

محمود خلجی والی مالوہ کے عہد میں شادی آباد مانڈو،علم وفضل کا مرکز تھا۔تمام ملک گویا شیراز وسمرقند بن گیا تھا۔محمود خلجی نے ایک مدرسہ اجین میں اور ایک سارنگ پور میں تعمیر کرایا۔اس کے جانشین غیاث الدین خلجی نے بھی مدارس کو فروغ دیا۔اس کے زمانے میں حفظ وقراُت کا اتنا چرچا تھا کہ شاہی محل میں ایک ہزار خادمات حافظہ وقاریہ تھیں۔یہ جوان العمر لڑکیاں مختلف شفٹ بنا کر قران پڑھتیں رہتی تھیں۔

15 زبیدہ زوجہ ہارون الرشید

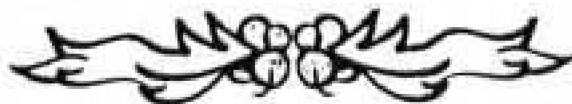
ابن خلکان نے بیان کیا ہے کہ زبیدہ خاتون اہلیہ خلیفہ ہارون الرشید کی سو باندیاں تھیں،سب کی سب پورے قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ان کے علاوہ بعض باندیوں کو کچھ کچھ حصہ حفظ تھا۔شاہی محل میں حافظہ باندیوں کی تلاوت کی آواز شہد کی مکھی کی بھنک کی طرح سنائی دیا کرتی تھی اور ہر باندی روزانہ تین پارے باقاعدگی سے تلاوت کرتی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج 10 ص 284-283)

16 ضبط قرآن میں پانی پت کی ایک خاتون کا عجیب واقعہ

قرآن پاک کی سورۃ النساء کا دوسرا رکوع یوصیکم اللہ ہے۔ اس کی آیتوں میں متشابہات اور باہم ملتے جلتے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں مثلاً ان کان لکم ولد ، ان لم یکن لهن ولد ، ان لم یکن لکم ولد ، فان لم یکن له ولد ، فان کان لهن ولد ، فان کان لکم ولد ، فلامه الثلث ، فلامه السدس ، یوصی بها ، یوصین بها ، توصون بها ، یوصی بها ۔ یہ رکوع حفاظ میں خاصا مشکل شمار کیا جاتا ہے۔ پانی پت میں ایک دوشیزہ نے اعلان کیا کہ جو شخص مجھے یوصیکم اللہ والا رکوع اس طرح صحیح اور پختہ سنا دے کہ میں جو لفظ بولوں وہ اس سے آگے صاف صاف پڑھ دے تو میں اس آدمی سے نکاح کرلوں گی۔ اس پر کئی بڑے بڑے جید حفاظ آئے لیکن ناکام واپس ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ کافی دنوں کے بعد ایک حافظ نے اسے یہ رکوع حسب منشا سنا دیا اور اس خاتون نے اس حافظ مرد سے نکاح کرلیا۔

ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان خواتین نے حفاظت قرآن ، کتابت قرآن اور تفسیر قرآن کے شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہ اپنے گھروں کے کام کاج سمیٹ کر بقیہ وقت قرآن مجید کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں گذارتی تھیں۔ قرآن مجید کے انوارات نے ان کے سینوں کو منور کردیا تھا۔

؎ وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
ہم ہوئے خوار تارک قرآن ہو کر





خواتین اور علوم حدیث

علم حدیث شریعت اسلامی میں ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے روایات حدیث کو حاصل کرنے کیلئے اپنی زندگیاں لگا دیں۔ علم حدیث کو حاصل کرنے میں خواتین اسلام نے بھی نمایاں طور پر حصہ لیا۔ آغاز اسلام ہی سے بہت سی خواتین نے علوم حدیث کو محفوظ کرنے اور پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا اور یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔

دور نبوت کی محدثات

نبی علیہ السلام کے دور میں خواتین نہ صرف بہت سی احادیث کی حفاظت اور روایت کرنے کا سبب بنیں بلکہ انہوں نے زندگی بھر اس کو اپنے دوسرے بہن بھائیوں میں خوب پھیلایا۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ صحابہ ؓ نے صحابیات ؓ اور خاص طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حاصل کیا۔ ان میں سیدہ عائشہ ؓ، سیدہ حفصہ ؓ، ام حبیبہ ؓ، میمونہ ؓ اور ام سلمہ ؓ کے نام سرفہرست ہیں۔ خاص طور پر سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ حدیث کی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہیں بلکہ ان سے خواتین میں سب سے زیادہ روایات مروی ہیں اور وہ بہت ہی محتاط روایہ تھیں۔

تابعیات محدثات

تابعین کے دور میں اہم اور قابل ذکر نام یہ ہیں۔ حفصہ بنت سیرین، عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور ام دردا ثانی۔ حفصہ بنت سیرین کی روایات کو ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ حسن بصری، اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی روایات سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ (سیوطی، تدریب 215)

محدثہ عمرہ رحمۃ اللہ علیہ، سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے سلسلہ میں بڑی اتھارٹی سمجھی جاتی تھیں۔ ان کے شاگرد رشید حضرت ابوبکر بن حزم (قاضی مدینہ) کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ وہ اپنی استاد کی تمام روایات کو جمع کریں۔ (ابن سعد ج 8 ص 353)

ان کے بعد عابدہ المدنیہ، عبدہ بنت بشر، ام عمر ثقفیہ، زینب (علی ابن عبداللہ بن عباس کی نواسی یا پوتی) نے احادیث کے بارے میں درس دیئے اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچایا۔ یہ خواتین مختلف خاندانوں سے آئی تھیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں علمی مقام حاصل کرنے کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس کی خوبصورت مثال عابدہ کی ہے جس نے محمد بن یزید کی باندی کے طور پر اپنی زندگی کا آغاز کیا اور مدینہ کے اساتذہ سے بہت کثرت سے احادیث حاصل کیں۔ محمد بن یزید نے اس کو حبیب دحون رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا جو کہ اندلس کے بہت بڑے محدث تھے۔ دحون اس کی علمی قابلیت سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ عابدہ نے دس ہزار احادیث کی روایت اپنے مدینہ کے اساتذہ سے کی ہے۔

(مقاری 2\96)

زینب بنت سلیمان ان کے برعکس شہزادی تھی۔ اس کے والد الصفا کے چچا زاد بھائی تھے۔ جو کہ عباسی سلطنت کا بانی تھا۔ زینب نے حدیث میں بہت اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اس کے شاگردوں میں بہت سے مرد حضرات بھی شامل تھے جو پردے میں رہ کر اپنی استاد سے حدیث کی روایت لیتے تھے۔ تدوین حدیث کے مختلف ادوار میں جب احادیث کے ذخیرہ کو اکٹھا کیا گیا تو اس وقت محدثین نے ان خواتین سے بہت سی روایات لیں۔ معلوم ہوا کہ یہ خواتین اپنے شاگردوں کو حدیث کی اجازت بھی دیتی تھیں۔

(خطیب بغدادی، تاریخ بغدادی حصہ 434-14)

چوتھی صدی ہجری کی محدثات

چوتھی صدی ہجری میں فاطمہ بنت عبدالرحمٰن (312ھ) اپنے تقویٰ کی وجہ سے صوفیہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ یہ صاحب سنن ابوداؤد کی پوتی تھیں۔ امت الوحید مشہور فقیہ المحملی کی بیٹی تھیں۔ ان کے علاوہ ام الفتح، امت السلام (390ھ) اور قاضی ابوبکر احمد کی بیٹی جمعہ بنت احمد کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے حدیث کے درس کی بڑی شہرت تھی۔ لوگ کثرت سے ان میں شریک ہوتے تھے۔ درس کے دوران علوم و معارف کی بارش ہوتی تھی۔

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی محدثات

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں درج ذیل محدث خواتین ملتی ہیں۔

فاطمہ بنت الحسن ابن علی ابن الدقاق (480ھ) مشہور بزرگ ابن دقاق کی پڑپوتی اور رسالہ قشیریہ کے مصنف ابوالقاسم القشیری کی بیوی تھیں۔ نہ صرف

اپنے تقویٰ اور خطاطی کی وجہ سے مشہور تھیں بلکہ اپنے علم حدیث اور خاص طور پر اسناد حدیث کے علم میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ (ابن خلدون 413)

ان سے بھی ممتاز حیثیت کی حاملہ کریمہ المروزیہ (463ھ) تھیں جو کہ اپنے زمانہ میں بخاری شریف پر اتھارٹی سمجھی جاتی تھیں۔ ہرات کے بڑے ممتاز عالم ان کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو تاکید کی تھی کہ بخاری شریف ان کے علاوہ اور کسی سے نہ پڑھیں۔ اس لئے ایک بڑی تعداد نے بخاری شریف کی اجازت ان سے حاصل کی۔ ان کے ممتاز شاگردوں میں خطیب بغدادی اور الحمیدی کے نام آتے ہیں۔(copl,v/i98)

امام بخاریؒ کی روایت جہاں ان کے مرد شاگردوں سے آگے پھیلی وہاں پر کریمہ کے ذریعے لاکھوں انسانوں تک پہنچی۔ چنانچہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے جو بخاری شریف پڑھائی یا حضرت مولانا خلیل الرحمان سہار نپوریؒ نے جو بخاری شریف پڑھائی یا حضرت شیخ الحدیث محمد زکریاؒ نے جو بخاری شریف پڑھائی وہ بقول مولانا منظور احمد نعمانی کے سب کی سب کریمہ کی روایت ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں کریمہ کے علاوہ اور بھی بہت سی خواتین محدثات کے نام آتے ہیں۔ ان میں فاطمہ بنت محمد (539ھ) شہدہ اور ست الوزیرہ کے نام بھی قابل ذکر ہیں۔

فاطمہ نے تو محدثین سے محدثہ اصفہان کا لقب حاصل کیا۔

شہدہ ایک بہترین خطاطہ بھی تھیں۔ ان کے دادا سوئیوں کا کاروبار کرتے تھے لیکن ان کے والد ابونصر کو حدیث سے بہت لگاؤ تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی بیٹی کو وقت کے بڑے اساتذہ سے علم حاصل کروایا۔

اس نے اپنی بیٹی کی شادی علی بن محمد سے کی جو کہ ایک علم دوست شخصیت کے ساتھ ساتھ خلیفہ المتقی کے ساتھیوں میں سے تھے۔انہوں نے ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد بھی رکھی اور بڑی خدا خوفی سے اس کے انتظام اور انصرام کو چلایا۔ لیکن ان کی بیوی شہدہ نے حدیث میں ان سے بلند مقام پایا اور اپنے علم اسناد کی وجہ سے مشہور ہوئیں (ابن خلدون) ان کے بخاری شریف اور دوسری حدیث کی کتب کا درس سننے کے لئے بڑی تعداد میں لوگ آیا کرتے تھے بلکہ ان کی اتنی عزت اور شہرت تھی کہ بہت سے لوگ ویسے ہی خود کو ان کے شاگرد کے طور پر منسوب کرتے تھے۔(Muslim studies\ii\36)

ست الوزیرہ بھی بخاری شریف پر اتھارٹی سمجھی جاتی تھیں یہ اسلامی قانون میں ماہر مانی جاتی تھیں اور اپنے وقت کی راویہ بھی تھیں۔اس نے بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث پر دمشق اور مصر میں لیکچرز دیئے۔

ام الخیر امت الخالق بھی بخاری شریف کا درس دیتی تھیں اور یہ حجاز کی آخری عظیم محدثہ سمجھی جاتی تھیں۔(عباد 14\8)

عائشہ بنت عبدالھادی بھی اس زمانے میں بخاری شریف پر اتھارٹی تھیں۔ (ابن سلیم ،الامداد حیدرآباد 36)

حدیث کی متفرق کتب کی محدثات

ان خواتین کے علاوہ جو کہ صحیح بخاری کے درس دیتی تھیں کچھ اور خواتین بھی تھیں جو کہ دوسری کتب پڑھاتی تھیں۔مثلاً ام الخیر فاطمہ بنت علی (532ھ) اور فاطمہ شرازدریہ صحیح مسلم شریف کا درس دیتی تھیں۔

فاطمہ الجاذدانیہ (524ھ) طبرانی شریف کا درس دیتی تھیں،

زینب (688ھ) مسند احمد بن حنبل کا درس دیتی تھیں، جویریہ بنت عمر (783ھ) اور زینب بنت احمد ابن عمر (722ھ) نے حدیث کی تلاش میں بڑے لمبے سفر کئے۔ مصر اور مدینہ منورہ میں حدیث کی کتاب دارمی پر لیکچرز دیئے۔ ان کے درس میں لوگ بڑی دور دراز کا سفر طے کر کے شریک ہوا کرتے تھے۔

(ابن العماد 6\56)

زینب بنت احمد (740ھ) جو کہ بنت الکمال کے نام سے مشہور ہوئیں ان کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے دینی علوم میں اتنی ڈگریاں حاصل کیں کہ وہ ایک اونٹ پر آتی تھیں۔ انہوں نے مسند امام ابو حنیفہ، شمائل ترمذی اور طحاوی شریف پر درس دیئے۔ ابن بطوطہ نے اپنے دمشق کے قیام کے دوران ان سے علم حاصل کیا۔ (ابن بطوطہ 253)

دمشق کے عظیم تاریخ دان ابن عساکر اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے 1200 مرد اساتذہ اور 80 خاتون اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے موطا امام مالک کی اجازت زینب بنت عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔

(معجم البلدان یاقوت ج5 ص14)

محدث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ امام شافعی حجر بنت محمد سے پڑھا۔ (نجم العباد 170)

محدث عفیف الدین جنید (نویں صدی) نے سنن دارمی فاطمہ بنت احمد ابن قاسم سے پڑھی۔

دوسری اہم محدثات میں زینب بنت الشعری (524ھ) کا نام آتا ہے انہوں نے بہت اہم محدثین سے علم حاصل کیا اور ان کے شاگردوں میں ابن

خلکان کا نام آتا ہے جو کہ وفیات الاعیان کے مصنف ہیں۔

(ابن خلکان حوالہ نمبر 250)

ایک دوسری خاتون کریمہ شامی (641ھ شام) کے بارے میں تاریخ دان لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں ملک شام میں حدیث پر بہت بڑی اتھارٹی مانی جاتی تھیں۔انہوں نے حدیث کی بہت سی کتابوں پر لیکچرز دیئے۔

(ابن العماد ص212)

آٹھویں صدی ہجری کی محدثات

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الدر میں آٹھویں صدی کی تقریباً 170اہم مسلمان خواتین کے بارے میں لکھا ہے۔جن میں سے اکثر محدثات تھیں۔ان میں سے کچھ ازدواجی زندگی کے مسائل میں اپنے وقت کی اتھارٹی مانی جاتی تھیں۔مثلاً جویریہ بنت احمد کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں کہ

''میرے بہت سے اساتذہ اور ہم عصروں نے ان کے درس میں شرکت کی''

عائشہ بنت عبدالھادیؒ (727ھ)، کے پاس ابن حجرؒ اپنے زمانہ طالبعلمی میں ایک طویل عرصہ تک شاگرد کے طور پر رہے۔یہ اپنے زمانہ کی بہت عظیم عالمہ سمجھی جاتی تھیں اور طلبا بہت طویل سفر طے کر کے ان کے قدموں میں دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیٹھتے تھے۔(ابن العماد7\120)

محدثہ ست العرب (760ھ) مشہور محدث العراقی کی استاد تھیں۔بلکہ العراقی نے اپنے بیٹے کو بھی ان کے حلقہ درس میں شریک کروایا۔

(عباد6\208)

دقیقہ بنت مرشد (746ھ) بھی اسی زمانے کی معروف محدثہ تھیں۔

نویں صدی ہجری کی محدثات

نویں صدی کی خاتون محدثات کے بارے میں معلومات محمد ابن عبدالرحمٰن السخاوی (830ھ) کی کتاب الدعو الامی میں ملتی ہیں۔ اس کا ایک اور ماخذ عبدالعزیز ابن عمر ابن فہد (812) کی کتاب معجم الشیوخ ہے۔ یہ 861ھ میں لکھی گئی، اس میں مصنف نے اپنے 1100 اساتذہ کا تذکرہ کیا جن میں 130 خواتین شامل تھیں۔ ان میں سے کچھ خواتین اپنے زمانہ کی اہم محدثات تھیں اور انہوں نے بعد میں آنے والے محدثین کو تربیت دی۔

ام ہانی مریم 788 (ھ) نے اپنے بچپن میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اس کے بعد انہوں نے قانون، تاریخ، صرف ونحو کا علم حاصل کیا۔ اس کے بعد حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے مکۃ المکرّمہ اور قاہرہ کا سفر کیا۔ یہ خطاطی میں بہت ماہر تھیں، عربی زبان پر بڑا عبور حاصل تھا۔ شاعری کا بڑا اعلیٰ ذوق تھا اور ان سب کے ساتھ ساتھ بہت ہی تقیہ نقیہ خاتون تھیں۔ انہوں نے کم از کم تیرہ حج کئے ہیں ان کے فرزند دسویں صدی ہجری کے ایک بڑے عالم بنے۔ اس خاتون نے قاہرہ کے بڑے بڑے مدارس میں درس دیئے۔ ابن فہد نے بھی علم حدیث کی بہت سی فنی باریکیوں کے سلسلہ میں ان کی شاگردی اختیار کی۔

(السخاوی الدعو لامی 12\980)

ملک شام کی ایک محدثہ بائی خاتون (864ھ) نے علم حدیث ابوبکر المزنی اور بہت سے دوسرے اساتذہ سے حاصل کیا اور پھر حدیث پر قاہرہ اور شام میں

درس دیئے۔ بلکہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو پڑھانے کا بڑا ذوق تھا۔
(عباد 58)

عائشہ بنت ابراہیم (760ھ) نے دمشق اور قاہرہ میں بڑے مشہور علماء سے علم حاصل کیا اور پھر بعد میں ان کے درس میں بھی بہت بڑے بڑے علماء شریک ہوا کرتے تھے۔ (عباد 45)

ام الخیر سعیدہ مکیہ (850ھ) نے بھی بہت سے محدثین سے مختلف شہروں میں حدیث کا علم حاصل کیا اور علم حدیث میں ایک بلند مقام پایا۔ (عباد 901)

دسویں صدی ہجری کی محدثات

علم حدیث اور دوسرے اسلامی علوم میں عورتوں کی شمولیت (دسویں صدی ہجری کے بعد) کا تذکرہ درج ذیل کتب میں ملتا ہے۔

ایدروس کی کتاب النطور السفیر (دسویں صدی کی کتاب) المحبی کی کتاب خلاصۃ الاکابر (گیارھویں صدی ہجری) اور محمد ابن عبداللہ کی کتاب السحوب الوابلہ میں خواتین محدثات کے جابجا تذکرے موجود ہیں۔

کچھ خواتین نے نویں صدی میں اچھی پذیرائی حاصل کی اور وہ دسویں صدی تک زندہ رہیں۔ انہوں نے علم حدیث پر بہت کام کیا۔ اسماء بنت کمال الدین (904ھ) کے علم کی وجہ سے بہت سے سلاطین اور حکام ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور وہ ان کو دینی امور میں جو مشورہ دیتی تھیں وہ ہمیشہ ان کو مانا کرتے تھے۔ وہ حدیث پر درس دیا کرتی تھیں اور انہوں نے خواتین کو بہت علمی فائدہ پہنچایا۔

◎ عائشہ بنت محمد (906ھ) کی شادی مشہور قاضی مصلح الدینؒ سے ہوئی۔ اس نے بھی بہت سے طلبا کو حدیث پڑھائی۔ وہ دمشق کے جامعہ صالحیہ میں علم حدیث کی استاد تھیں۔

◎ فاطمہ بنت یوسف (870ھ) بھی اپنے زمانہ کی مشہور سکالر تھیں۔

◎ ام الخیر نے حج کے موقع پر مختلف ممالک سے آئے ہوئے نو محدثین کو حدیث کی اجازت دی۔

ایک نمایاں محدثہ

پہلے درجہ کی آخری خاتون محدثہ فاطمہ الفضیلیہ ہیں جو کہ الشیخہ الفضیلیہ کے نام سے بھی پہچانی جاتی ہیں۔ یہ بارھویں صدی ہجری کے آخر سے کچھ پہلے پیدا ہوئیں اور انہوں نے جلد ہی خطاطی اور بہت سے دوسرے اسلامی علوم میں ملکہ حاصل کرلیا۔ ان کو حدیث کا خصوصی شغف تھا اور انہوں نے اس پر بہت پڑھا اور بہت سے اساتذہ سے اسناد حاصل کیں اور اپنے وقت کی مایہ ناز محدثہ مشہور ہوئیں۔

اپنی زندگی کے آخری حصہ میں یہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہوگئیں۔ انہوں نے ایک بڑی پبلک لائبریری کی بنیاد رکھی۔ مکۃ المکرمہ میں بہت سے مشہور محدثین نے ان سے علم حدیث حاصل کیا اور اسناد پائیں۔ ان میں شیخ عمر الحنفی اور شیخ محمد صالح کا نام بھی آتا ہے۔ یہ عظیم خاتون 1247 ہجری میں فوت ہوئیں۔ (السحوب الوابلہ 12\785)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیاں

کتابوں میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو فقیہ مدینہ اور امام دارالہجرۃ تھے وہ درس حدیث دینے کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھتے تھے۔ ایک پردہ لگا ہوا تھا جس کے پیچھے ان کی بیٹیاں بیٹھتی تھیں۔ جب مرد لوگ حدیث پاک کی قرأت کرتے تو اگر ان کے پڑھنے میں عبارت کی کہیں غلطی ہوتی تو پردے کے پیچھے سے امام مالکؒ کی بیٹیاں ایک لکڑی کو دوسری لکڑی سے مار کر ان کو ان کی غلطی سے آگاہ کرتی تھیں۔

مشکوٰۃ شریف کی وجہ تالیف

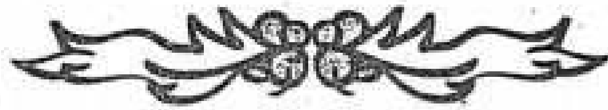
مشکوٰۃ شریف تو لکھی ہی اسی لئے گئی تھی کہ عورتیں اگر بخاری شریف تک کی تمام صحاح ستہ کی کتابوں کا تفصیلی علم نہیں پڑھ سکتیں یا نہیں پڑھا سکتیں تو چلو ایک ایسی کتاب بنا دی جائے جس میں صحاح ستہ کے ہر باب کی احادیث آجائیں، اگر عورتیں اس کتاب کو پڑھ لیں اور بچیوں کو پڑھا دیں تو انہیں دین کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کئی مدارس میں مشکوٰۃ المصابیح تک کی تعلیم تمام بچیوں کو دی جاتی تھی۔

قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی دادی کا علمی مقام

قاری محمد طیبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی دادی صاحبہ سے یعنی حضرت مولانا نانوتویؒ کی اہلیہ صاحبہ سے مشکوٰۃ شریف کو سبقاً سبقاً گھر میں پڑھا۔ یہ تو تھوڑے عرصہ کی بات ہے اس وقت تک کی عورتیں اپنے بچوں کو مشکوٰۃ شریف تک کی کتابیں اپنے گھروں میں پڑھایا کرتی تھیں۔

معلوم ہوا کہ اس امت میں قرآن کو محفوظ کرنے میں اور احادیث کا علم

آگے پہنچانے میں جہاں مردوں نے بڑا کام کیا وہاں عورتیں بھی اس میدان میں پیچھے نہ رہیں۔ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دین کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا۔





خواتین اور مقامات ولایت

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

(جو کوئی بھی نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو ضرور بالضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى.

(اللہ تعالیٰ کسی عمل کرنے والے کے عملوں کو ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت)

ان آیات میں اللہ رب العزت نے یہ بات وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمادی ہے کہ ہم نے مرد وعورت دونوں کے لئے ولایت ومعرفت کے دروازوں کو کھلا رکھا ہے۔لہٰذا کوئی بھی عورت نیکوکاری اور پرہیزگاری والی زندگی گزارنا چاہے تو اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔وہ عبادت کے ذریعے اللہ کی ولیہ بن سکتی ہے اور پاک صاف زندگی گزار سکتی ہے، اللہ رب العزت کی محبوب بندیوں

میں شمار ہو سکتی ہے اور جنت کے بلند سے بلند ترین مراتب حاصل کر سکتی ہے۔ اس امت کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں ولایت کے درجات کے حصول میں مردوں سے پیچھے نہ رہیں۔

بے شمار خواتین نے مجاہدے اور ریاضت کی بھٹی میں اپنے نفس کو تپایا اور عشق الٰہی کی آگ میں اپنی روح کو گھلایا اور واصل باللہ ہو کر اپنی منزل کو پایا۔ ان جگر سوختہ خواتین اسلام میں سے چند ایک کا تذکرہ بطور مثال کیا جاتا ہے۔

رابعہ بصریہؒ

رابعہ بصریہؒ کی پیدائش 97 ہجری میں شیخ محمد اسماعیل کے گھر ہوئی۔ چونکہ آپ اپنے والدین کی چوتھی اولاد تھیں اس لئے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا۔ عربی زبان میں رابعہ "چوتھی" کو کہتے ہیں۔ ابھی آپ چار پانچ سال کی تھیں کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جب آپ آٹھ سال کی ہوئیں تو بصرہ میں خوفناک قحط آ گیا۔ بقول شیخ سعدیؒ

یکے قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

(ایک بار دمشق میں ایسا قحط پڑا کہ یار لوگ عشق و عاشقی جیسی چیز کو بھی فراموش کر بیٹھے)

ان ہولناک حالات میں رابعہ بصریہ اور ان کی تین بہنوں نے چند دن کے فاقے تو برداشت کر لئے لیکن جب بھوک حد سے گزری تو بھیک مانگنے تک نوبت آ گئی۔ مگر کوئی کیسے بھیک دیتا کہ دینے والے کے پاس خود کچھ نہیں تھا۔ ایک مرتبہ بصرہ کا مشہور تاجر عتیق ادھر سے گزرا تو اس نے چاروں بہنوں کے زرد چہروں اور

پتھرائی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا ''آپ کیا چاہتی ہیں''؟ ایک بہن نے کہا ''ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے تا کہ ہمارے سانسوں کا رشتہ جسموں سے منقطع نہ ہو''۔ عتیق کی نگاہ سب سے چھوٹی بہن پر پڑی جو خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کی معصومیت سے متاثر ہو کر عتیق نے پوچھا ''اے لڑکی تجھے بھوک نہیں ہے؟'' نقاہت بھری آواز میں جواب ملا ''بہت بھوک ہے''۔ عتیق نے کہا ''تو پھر کسی سے روٹی کیوں نہ مانگتی؟'' رابعہ نے عجیب جواب دیا ''جس سے مانگنا چاہئے اس سے مانگ رہی ہوں''۔ عتیق نے دوسرا سوال کیا ''تو پھر تجھے ابھی تک روٹی کیوں نہیں ملی؟'' رابعہ نے جواب دیا ''جب وقت آئے گا وہ بھی مل جائے گی''۔ عتیق لڑکی کے دانشمندانہ جواب سے متاثر ہوا اور اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ یہ آٹھ سال کی چھوٹی لڑکی اگر مجھے گھر کے کام کاج کے لئے باندی کے طور پر مل جائے تو سودا اچھا ہے۔ اس نے بڑی بہنوں سے کہا ''میں تمہیں اتنے پیسے دیتا ہوں کہ قحط کے حالات میں تمہیں کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ چھوٹی بہن کو میرے ساتھ بھیج دو۔ یہ میری خدمت کیا کرے گی اس کے کھانے پینے کی ذمہ داری میں خود پوری کروں گا''۔ بہنوں نے ایک دوسرے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں سوال کیا کہ ایسا ہو جائے تو سب کی عزت و آبرو اور جان محفوظ ہو جائے گی۔ بے سہارا نوجوان لڑکیوں کو غیر مردوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ رابعہ بھی قربانی دینے کے لئے تیار ہوگئی۔ عتیق نے دینار سے بھری ایک تھیلی بڑی بہنوں کے حوالے کی اور رابعہ کو ساتھ لے کر اپنے گھر آ گیا۔ یہ معصوم بچی اپنے کارواں سے بچھڑ کر ایک صاحب ثروت انسان کی کنیز بن گئی۔

رابعہ نوعمر ہونے کے باوجود انتہائی مشقت اور ذمہ داری کے ساتھ اپنا کام

پورا کرتی اور مالک کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دیتی۔ جب اس کی عمر بارہ تیرہ سال کے قریب ہوئی تو اس کے دل میں ذوق عبادت خوب بڑھ گیا۔ گھر کے کام کاج کرنے کے بعد وہ پوری پوری رات عبادت میں مصروف رہتی۔ پھر صبح ہوتے ہی اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے گھر کے کاموں میں مشغول ہو جاتی۔ ایک دن عتیق نے اسے کے چہرے پر تھکن کے آثار دیکھے تو پوچھا، رابعہ کیا تو بیمار ہے؟ جواب ملا، نہیں۔ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد رابعہ نے مالک سے پوچھا، کیا میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی کوتاہی کی مرتکب ہو رہی ہوں؟ مالک نے کہا نہیں تم بہت لگن سے کام کرتی ہو۔ بس اپنی صحت کا خیال رکھو۔ رابعہ نے آقا کا حکم سنا تو سر جھکا دیا مگر اس کے معمولات میں کوئی کمی نہ آئی۔ وہ اجالے میں دنیاوی مالک کی خدمت انجام دیتی اور اندھیرے میں اپنے مالک حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتی۔

ایک مرتبہ نصف شب کے قریب عتیق کی آنکھ کھلی وہ کسی ضرورت کے لئے کمرے سے باہر نکلا تو اس کی نگاہ کنیز کی کوٹھری پر پڑی جہاں چراغ جل رہا تھا۔ عتیق حیران ہو کر سوچنے لگا ''رابعہ ابھی تک جاگ رہی ہے''۔ پھر وہ دبے پاؤں چلتا ہوا کوٹھری کے دروازے تک پہنچا تو اس نے رابعہ کو مصلّٰی پر سجدہ ریز دیکھا۔ سجدے کی حالت میں رابعہ کی دبی دبی سسکیاں ابھر رہی تھیں اور وہ نہایت رقت آمیز لہجے میں دعا مانگ رہی تھی۔

''اے اللہ! تو میری مجبوریوں سے واقف ہے، گھر کے کام کاج کی مشغولیت مجھے تیری طرف آنے سے روکتی ہے، تیرا منادی مجھے تیری عبادت کے لئے پکارتا ہے مگر میں جب تیری بارگاہ میں حاضر ہوتی

ہوں، نمازوں کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ اے اللہ! میری معذرت قبول فرمالے اور میرے گناہوں کو معاف فرمادے"

مالک نے رابعہ کی گریہ وزاری سنی تو خوف خدا سے کانپنے لگا۔ الٹے قدموں واپس چلا گیا اور رات کا باقی حصہ جاگ کر گزار دیا۔ پھر صبح ہوتے ہی رابعہ کی کوٹھری میں پہنچا اور کہنے لگا "رابعہ آج سے تم آزاد ہو جہاں چاہو چلی جاؤ"

رابعہ حیران رہ گئی اور اس کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے "میں آپ کی دی ہوئی قیمت ادا نہیں کر سکتی" مالک نے کہا میں تم سے کوئی قیمت نہیں مانگتا بس ایک چیز کا سوال کرتا ہوں کہ میری طرف سے کی جانے والی تمام زیادتیوں کو اس ذات کے صدقے میں معاف کر دو جس کی عبادت تم راتوں کی تنہائی میں چھپ چھپ کر کرتی ہو"

رابعہ نے جواب میں کہا "میں نے آپ کو معاف کیا، میرا مالک حقیقی بھی آپ کو معاف فرمائے" یہ کہہ کر رابعہ وہاں سے چلی گئی۔

رابعہ نے بچپن سے جوانی تک رنج والم اور آفات ومصائب کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا۔ چار سال کی عمر میں نہایت پرہیزگار اور محبت کرنے والے والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آٹھ سال کی عمر میں شفیق بہنوں سے اس طرح جدا ہوئی کہ زندگی بھر ان سے دوبارہ ملاقات نہ ہوسکی۔ حالات کے بے رحم ہاتھوں نے اسے غلامی کی زنجیریں پہنا دیں۔ باپ سے ضدیں اور فرمائشیں کرنے کے دن، بہنوں کے ساتھ کھیلنے اور شرارتیں کرنے کے دن، ماں کی آغوش محبت میں سونے کی راتیں، باپ کے دست شفقت کی بہاریں، یہی سب کچھ تو ایک بچے کا سرمایہ ہوتا ہے مگر وقت نے رابعہ سے اس کی ہر خوشی اور ہر خواب چھین لیا۔ گرمی کے تپتے

دنوں میں وہ اپنے مالک کے لئے دریا سے پانی بھر کر لاتی تو پسینے میں شرابور ہوتی۔ کبھی سردیوں کی طویل یخ بستہ راتوں میں وہ اپنے مالک کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی۔ اولیائے کرام جو ریاضتیں جوانی کے عالم میں اپنی خوشی اور رغبت سے کرتے ہیں وہی ریاضتیں رابعہ نے اپنے لڑکپن میں جبر و ستم کی زنجیروں میں جکڑے ہونے کے باوجود کیں۔ محنت و مشقت کی یہ چکی تو اس دنیا میں چاہے نہ چاہے ہر ایک کو پیسنی ہی پڑتی ہے۔

نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی پر نظر ڈالیے چاروں طرف سے سنگین حالت کے تھپیڑے لگتے نظر آئیں گے۔ اللہ کا بھید اللہ ہی جانے، جو جتنا اس سے قریب وہ اتنا ہی مشکلات سے دوچار، جن کو شاہ کونین بنایا گیا ظاہر میں ان کو یتیمی کا غم اٹھانا پڑا۔ اسباب خوشی سے محروم، جن کے دم قدم سے سارے عالم کو روشنی ملی خود ان کا آشیانہ چراغ کی روشنی سے خالی، جن کے نفس مسیحائی سے ہر بلا ٹل جاتی تھی خود انہی کے سر پر مصائب کے بادل منڈلاتے ہوئے، جو سارے عالم کے لئے گلدستہ رحمت بن کر آئے خود ان کے گرد و پیش اور راستے میں کانٹے ہی کانٹے، جن کا رحم بھرا دل اپنے پرائے سب کے لئے تڑپتا تھا خود ان کے حق میں قریبی رشتہ دار پتھر دل، جن کو عورت کی ممتا کا اتنا خیال کہ روتے بچے کی وجہ سے نماز مختصر پڑھی خود انہی کے لئے صنف نسواں کھانے میں زہر ملاتی ہے، جن کو بچوں سے اتنا پیار کہ ناواقف بچے کو روتے دیکھ کر اٹھانا، چومنا، گلے سے لگانا ان کے حق میں طائف کے بچے اتنے بے رحم کہ سنگباری سے نعلین مبارک لہو سے بھر گئے۔

ذرا دوسرے انداز سے سوچئے کہ جن کے لئے بزم کون و مکان کو سجایا گیا وہ دنیا میں یتیمی کا نشان ماتھے پر سجا کر آئے۔ بنو سعد کی اکثر عورتوں نے جن کی

غربت کے پیش نظران کو گود میں لینے سے انکار کر دیا۔ ارے جن کے لئے سب کچھ بنا آج انہی کو ٹھکرا رہی ہیں۔ حلیمہ سعدیہ نے بھی گود لیا تو بوجھل دل کے ساتھ کہ اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا۔ برکت ورحمت کا اندازہ تو انہیں بعد میں ہوا۔ جن سے چھ سال کی عمر میں ماں کی مامتا چھن گئی۔ آٹھ سال کی عمر میں دادا کا سہارا بھی جاتا رہا۔ ام ایمن کہتی ہے کہ جب عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو دیکھا گیا کہ آپ ﷺ جنازے کے پیچھے پیچھے روتے جا رہے تھے۔ چھوٹی سی عمر میں داغ پہ داغ سہنے پڑے۔ بھروسے کے تمام بندھن ٹوٹتے چلے گئے۔ ذرا بڑے ہوئے تو چند درہم کے بدلے اہل مکہ کی بکریاں چرانے لگے۔ اللہ کے بھید اللہ ہی جانے، جن کے پیچھے ساری دنیا کو بھاگنا چاہئے آج وہ بکریوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ جب نبوت کا دعویٰ کیا تو انہیں شعب ابی طالب کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں ملتی۔ جن کو ساری انسانیت کے لئے پناگاہ بنا کر بھیجا گیا۔ مکہ مکرمہ کے اپنوں نے جو سلوک کیا وہ ہر ایک کو معلوم ہے مگر طائف کے لوگوں نے کون سی کسر باقی چھوڑی۔ جب آپ واپس لوٹے تو زبان مبارک نکلا، اے کاش کوئی میرا یار ہوتا جو یاری کرتا، کوئی غمخوار ہوتا جو غمخواری کرتا، کوئی دلدار ہوتا جو دلداری کرتا۔ جب آنکھوں میں مبارک آنسو لے کر سوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے آ کر قدموں کو بوسہ دیا اور معراج پر لے جانے کی نوید سنائی۔ ایسے لگتا ہے کہ رب کعبہ جن کو بلندیاں دینا چاہتے ہیں پہلے انہی کو ریاضت ومجاہدہ کی چکی پیسنے پر لگاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مشاہدے کے لئے مجاہدہ شرط ہے۔

رابعہ کی زندگی میں یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ کثرت رنج والم اور حزن و ملال نے رابعہ کے دل کو دنیا کی رنگینیوں اور دلفریبیوں سے بیگانہ کر کے خالق ارض

وسماء کے ساتھ نتھی کر دیا۔ جب سارے رشتے ناپائیدار نظر آئے تو دل نے خالق کائنات سے پائیدار رشتہ جوڑ لیا۔ چنانچہ رابعہ نے سربسجود ہو کر کہا ''اے مالک حقیقی! بس تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے''

محقق عبدالرزاق پاشا کہتے ہیں ''رابعہ بصریؒ کی زندگی میں حزن والم کے جو گہرے نقوش پائے جاتے ہیں اگر انہیں غور سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ یہ تمام تر اسی محبت کا نتیجہ ہے جو رابعہ بصریؒ کو اللہ رب العزت کے ساتھ تھی''۔

یہ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ رابعہ بصری ہر وقت مغموم وملول رہا کرتی تھیں۔ ان کی آنکھیں اکثر و بیشتر کسی آبشار کی طرح بہتی رہتی ہیں۔ روایت ہے کہ رابعہ بصری کی سجدہ گاہ ہمیشہ آنسوؤں سے تر رہتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے بھنا ہوا مرغ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ جب خوب روئیں تو ہدیہ پیش کرنے والے نے پوچھا ''آخر رونے کی کیا وجہ ہے؟'' فرمایا، یہ مرغ مجھ سے بہتر ہے کہ اس کو بھوننے سے پہلے ذبح کیا گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے جہنم میں ڈالا تو زندہ حالت میں بھون دیا جائے گا''۔

زہد اور محبت الٰہی کے حیرت انگیز واقعات

◎ رابعہ بصری کا بیشتر وقت نماز پڑھنے میں گزرتا تھا۔ ایک مرتبہ کوئی پریشان حال آدمی دعا کروانے کے لئے حاضر ہوا دیکھا تو ظہر کی نماز پڑھنے میں مشغول تھیں۔ جب فارغ ہوئیں تو نوافل کی نیت باندھ لی۔ اسی طرح عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ عصر کی نماز پڑھ کر تسبیح پڑھنے میں مشغول ہو گئیں حتیٰ کہ مغرب ہو گئی۔ نماز مغرب ادا کرنے کے اوابین کی نیت باندھ لی۔ اسی حال میں عشا کی اذان

ہوگئی۔ نماز عشا کے بعد نفل کی نیت کر لی۔ رکوع اور سجدہ میں مشغول رہیں حتیٰ کہ فجر کی نماز کا وقت ہوگیا تو مناجات میں محو ہوگئیں۔ بالآخر فجر کی نماز ادا کی تو تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوگئیں۔ فراغت پر اشراق کے نوافل ادا کیے تو بیٹھے بیٹھے تھوری دیر اونگھ آ گئی۔ جب بیدار ہوئیں تو رو رو کر دعا مانگنے لگیں۔ اللھم انی اعوذبک من عین لا تشبع من النوم (اے اللہ! میں ایسی آنکھ سے تیری پناہ چاہتی ہوں جو نیند سے بھرتی ہی نہیں ہے)

◉ رابعہ بصریؒ بہت کم گفتگو کیا کرتی تھیں۔ اکثر اوقات کوئی گفتگو کرنی ہوتی تو آیات قرآنیہ کا سہارا لے کر اپنا مطلب بیان کرتیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں۔ جواب میں فرمایا، انسان جو کچھ بولتا ہے فرشتے اسے لکھتے رہتے ہیں۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ قرآن مجید کی آیات کے سوا کچھ نہ بولوں۔ یہ احتیاط اس لئے ہے کہ کہیں میرے منہ سے غلط لفظ نکل جائے اور فرشتے اسے تحریر کرلیں۔ پھر مجھے محبوب حقیقی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ایک شخص نے رابعہ بصریہ کے سامنے دنیا کی بہت مذمت کی۔ آپ تھوڑی دیر سنتی رہیں پھر فرمایا، اٹھ چلا جا یہاں سے۔ تو نے اتنا وقت دنیا کی مذمت بیان کرنے میں لگا دیا۔ تجھے دنیا سے بہت محبت ہے۔ اگر کسی سے نفرت ہو تو اس کا تذکرہ بھی اچھا نہیں لگتا

◉ ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ سے لوگوں نے پوچھا، کہ ہم نے آپ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔ کیا وجہ ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہنسنے سے منع تو نہیں کیا۔ رابعہ نے جواب دیا، بے شک اس نے منع تو نہیں فرمایا، مگر مجھے اس کام کے لئے فرصت نہیں ہے۔ لوگوں نے تعجب سے کہا، کیا ہنسنے کے لئے بھی فرصت درکار ہوتی ہے؟ رابعہ بصری نے کہا، ''ہاں دنیا میں وہی شخص ہنستا ہے جسے اطمینان قلب حاصل ہو اور

میں ابھی اس نعمت سے محروم ہوں“۔ حاضرین مجلس نے درخواست کی کہ اپنی بات کی وضاحت فرمادیں۔ رابعہ بصری نے فرمایا، میں نے محبت کے لئے صرف ایک ہی ہستی کا انتخاب کیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ میں اس خوف سے روتی رہتی ہوں کہ کہیں میری زندگی بھر کی محنت اکارت نہ ہو جائے اور مرتے وقت مجھ سے یہ نہ کہہ دیا جائے کہ تو ہمارے لائق نہیں ہے۔

◉ رابعہ بصریہؒ نے ساری زندگی تجرد کے عالم میں گزار دی۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ لوگوں میں عارفہ کے نام سے مشہور ہیں مگر آپ نبی علیہ السلام کی نکاح والی سنت پر عمل نہیں کرتیں۔ رابعہ بصریؒ نے جواب میں فرمایا، مجھے تین باتوں کا اندیشہ ہے اگر تم مجھے ان اندیشوں سے نجات دلا دو تو میں آج ہی نکاح کرلوں گی۔ میرا پہلا اندیشہ یہ ہے کہ مرتے وقت ایمان سلامت لے جاؤں گی یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ نامہء اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا نہیں؟ تیسرا قیامت کے دن کچھ لوگ جنت میں جائیں گے کچھ جہنم میں، تم لوگ بتاؤ کہ میں کس طرف جاؤں گی؟ لوگوں نے کہا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا کیا حشر ہوگا؟ رابعہ بصری نے انتہائی پرسوز لہجے میں فرمایا، تم خود ہی بتاؤ کہ جس عورت کو اس قدر غم ہوں وہ شوہر کی خدمت کا بوجھ کیسے اٹھا سکتی ہے؟ ایک بار کسی شخص نے آپ کی گوشہ نشینی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ”ذرا باہر نکل کر دیکھئے کہ کیسی بہار آئی ہوئی ہے“۔ رابعہ بصری نے بے ساختہ جواب دیا ”میرا کام صانع کو دیکھنا ہے اس کی صنعت کو نہیں“

◉ ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ نے رات دن متواتر پانی سے روزہ رکھا اور پانی سے ہی افطار کیا۔ گھر میں کھانے کے لئے روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں تھا۔ جب افطار کا وقت

قریب ہوا تو آپ پر بھوک کا غلبہ ہوا۔ نفس نے آپ سے فریاد کی'' رابعہ آخر تو کب تک مجھے بھوکا رکھے گی'' ابھی آپ کے دل میں یہ خیال ہی گزرا تھا کہ کسی شخص نے دروازے پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائیں تو ایک نیاز مند کھانا لئے کھڑا تھا۔ رابعہ بصریؒ نے کھانا قبول فرمالیا اور نفس سے مخاطب ہو کر کہا'' اللہ تعالیٰ نے کھانے کا انتظام کر دیا ہے ابھی تیری خواہش پوری ہو جائے گی'' یہ کہہ کر آپ نے کھانا رکھ دیا اور چراغ جلانے کے لئے اندر چلی گئیں۔ واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک بلی نے کھانے کے برتن الٹ دیئے ہیں اور زمین پر گرا ہوا کھانا کھا رہی ہے۔ رابعہ بصری بلی کو دیکھ کر مسکرائیں اور فرمایا'' شاید یہ کھانا تیرے لئے بھیجا گیا ہو اطمینان سے کھالو''۔

افطار کا وقت قریب ہو چکا تھا۔ رابعہ بصریؒ نے چاہا کہ پانی ہی سے روزہ افطار کر لیں۔ اتنے میں تیز ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ بجھ گیا۔ رابعہ بصریؒ اندھیرے میں آگے بڑھیں۔ اتفاق سے پانی کا برتن گرا اور ٹوٹ گیا۔ سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ عجیب صورتحال تھی۔ بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے '' الٰہی یہ کیا راز ہے میں گنہگار نہیں جانتی کہ تیری رضا کیا ہے؟ جواب میں ہاتف غیبی نے کہا'' اے میری محبت کا دم بھرنے والی اگر تو چاہتی ہے کہ تیرے لئے دنیا کی نعمتیں وقف کر دوں تو پھر میں تیرے دل سے اپنا غم واپس لے لوں گا۔ کیونکہ میرا غم اور دنیا کی نعمتیں ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اے رابعہ! ایک تیری مراد ہے اور ایک میری مراد ہے تو ہی بتا دونوں مرادیں ایک جگہ کیسے رہ سکتی ہیں'' رابعہ بصری نے جب یہ آواز سنی تو اپنی رضا کو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا میں گم کر دیا اور کشتگان خنجر تسلیم میں شامل ہو گئیں۔

◉ رابعہ بصریہ "عشق الٰہی میں اس قدر مستغرق رہتی تھیں کہ خوشی اور غم اپنی حیثیت کھو بیٹھتے تھے۔ آپ خوف اور طمع سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کو پسند کرتی تھیں۔ ایک بار آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی تو اہل بصرہ نے دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے ہاتھ میں پانی لئے چلی جا رہی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا، یہ کیا ہے اور آپ کہاں جا رہی ہیں۔ رابعہ بصریہ نے کہا:

''میں اس پانی سے دوزخ کو بجھانا چاہتی ہوں اور آگ سے جنت کو جلانا چاہتی ہوں تا کہ لوگ جنت و جہنم کے لالچ اور خوف سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں''

یہ رابعہ بصری کے جذب و مستی کی بات ہے ورنہ عام مؤمنین کو تو قرآن مجید میں خوف و طمع دونوں حالتوں میں اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک دفعہ مناجات میں کہا

''اے اللہ! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ہی ڈال دینا اور اگر میری ریاضت حصول جنت کے لئے ہے تو اسے مجھ پر جنت حرام کر دینا اور اگر میری عبادت فقط تیری رضا کے لئے ہے تو مجھے اپنے دیدار سے ہرگز محروم نہ رکھنا''

ایک مرتبہ آپ نے تہجد کے وقت مناجات کرتے ہوئے فریاد کی

''اے اللہ! رات آگئی دن چلا گیا، ستارے چھٹکنے لگے، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے ایک تیرا دروازہ کھلا ہے میں تجھ سے تجھی کو مانگتی ہوں''

ایک مرتبہ آپ نے مناجات میں یہ دعا مانگی

''اے اللہ! جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوا ہے، شیطان کو مجھ پر مسلط ہونے سے روک دے''

ایک مرتبہ ایک نوجوان آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اس نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ سر میں درد ہے۔ اور پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ آپ نے عمر پوچھی تو اس نے کہا، تیس سال۔ آپ نے فرمایا کہ تیس سال تیرے سر میں درد نہ ہوا، تو نے شکریے کی پٹی تو کبھی نہ باندھی۔ پہلی مرتبہ درد ہوا تو شکوے کی پٹی فوراً باندھ لی۔ وہ نوجوان یہ سن کر شرمندہ ہوا اور اس نے اپنے اندر صبر پیدا کرنے کی نیت کر لی۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ''اللہ تعالیٰ نے مرد کو فضیلت بخشی ہے، ہمیشہ مرد ہی کو نبوت و رسالت کا منصب عطا ہوا ہے۔ کسی عورت کو نبی نہیں بنایا گیا''۔ رابعہ بصریؒ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کا یہی نظام ہے مگر ایک بات غور سے سن لو کہ مردوں نے ہی خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے کسی عورت نے آج تک خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے عبادت خانے میں سوئی ہوئیں تھیں کہ ایک چور اندر داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ فقط ایک چادر کے سوا کچھ موجود نہیں۔ اس نے چادر اٹھائی اور جانے لگا۔ اچانک اس کی بینائی زائل ہو گئی۔ اور اسے دروازہ نظر آنا بند ہو گیا۔ وہ گھبرا گیا چادر اس کے ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ اسے دروازہ دوبارہ نظر آنے لگا۔ اس نے سوچا یہاں سے نکل جاؤں کہیں بینائی ہمیشہ کے لئے زائل نہ ہو جائے۔ جب دروازے سے نکلا تو ایک آواز آئی ''اگر ایک دوست سویا ہوا

ہے تو دوسرا دوست جاگتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ کی ہیبت کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے ہمیشہ کے لئے چوری سے توبہ کرلی۔

◉ ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ کے ہاں پانچ درویش حاضر ہوئے۔ کھانے کا وقت قریب تھا چنانچہ رابعہ بصری نے خادمہ کو بلا کر پوچھا، مہمانوں کو پیش کرنے کے لئے گھر میں کچھ موجود ہے؟ اس نے کہا، صرف ایک روٹی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا، ایک روٹی پانچ مہمانوں کے لئے ناکافی ہے۔ اتنے میں ایک سوالی نے دروازے پر صدا لگائی۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے خادمہ سے کہا کہ وہ روٹی ضرورت مند کو دے دو۔ خادمہ نے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ دیر بعد خادمہ نے بتایا کہ ایک شخص کھانا لے کر آیا ہے۔ رابعہ بصریؒ نے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا ، دو روٹیاں ہیں۔ رابعہ بصریؒ نے کہا کہ اسے واپس بھیج دو وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ خادمہ نے روٹیاں واپس کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد خادم نے اطلاع دی کہ ایک اور شخص کھانا لایا ہے۔ رابعہ بصریؒ نے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا، پانچ۔ رابعہ بصریؒ نے پھر وہی جواب دیا کہ کھانا لانے والے کو واپس بھیج دو وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ خادمہ نے اسے بھی بھیج دیا۔ تھوڑی دیر بعد خادمہ نے بتایا کہ ایک شخص کھانا لایا ہے اور اس میں گیارہ روٹیاں ہیں۔ رابعہ بصریؒ نے کہا کہ ہاں قبول کرلو یہ ہمارا رزق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ مہمان حضرات یہ سب کچھ دیکھ کر مجسمہ حیرت بن گئے۔

اتنے میں خادمہ نے دستر خوان پر کھانا چن دیا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو مہمانوں نے سوال پوچھا کہ آپ نے دو مرتبہ کھانا واپس بھیج دیا تیسری مرتبہ قبول کیا اس میں کیا راز ہے؟ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اللہ رب

العزت کا وعدہ ہے کہ دنیا میں ایک کے بدلے میں دس اور آخرت میں ستر دوں گا۔ میں نے ایک روٹی خلوص نیت کے ساتھ سائل کو دی۔ مجھے پکا یقین تھا کہ ایک کے بدلے میں دس ملیں گی۔ پہلا شخص دو روٹیاں لایا۔ دوسرا پانچ لایا، میں سمجھ گئی کہ یہ ہمارا رزق نہیں ہے۔ تیسرا گیارہ روٹیاں لایا۔ ایک کے بدلے دس اور گیارھویں روٹی جو سائل کو دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بھی واپس کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی شان رزاقی دیکھئے کہ اپنے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی شان توکل کو دیکھ کر تمام درویش حیران ہو گئے۔

◉ رابعہ بصریؒ کی موت کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے لوگ عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ رابعہ بصریؒ نے کہا ''فرشتوں کے لئے راستہ چھوڑ دو'' لوگ باہر چلے گئے کچھ دیر اندر گفتگو کی آوازیں آتی رہیں۔ جب خاموشی چھا گئی لوگوں نے دروازہ کھول کر دیکھا کہ رابعہ بصریؒ دنیا سے اس طرح رخصت ہو چکی تھیں جس طرح باد نسیم کا کوئی جھونکا تیزی سے گذر جاتا ہے۔

؎ آسمان تیری لحد پر شبنم فشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بی بی آمنہ رملیہؒ

حضرت آمنہ رملیہ رحمۃ اللہ علیہا کا شمار دوسری یا تیسری صدی ہجری کی جلیل القدر عالمات وعارفات میں ہوتا ہے۔ تقریباً 163ھ میں بغداد کے ایک نواحی شہر رملہ میں پیدا ہوئیں۔ بچپن ہی سے بہت ذہین اور علم حاصل کرنے کی شائق تھیں۔ لیکن والدین بہت غریب تھے وہ ان کی تعلیم کا کوئی خاص اہتمام نہ کر سکے البتہ گھر پر جو معمولی تعلیم دے سکتے تھے دے دی۔ جب ذرا بڑی ہوئیں تو اپنی والدہ کے

ساتھ حج کیلئے مکہ معظمہ گئیں، اس زمانے میں ایک بزرگ عالم دین مسجد حرام میں درس دیا کرتے تھے۔ حضرت آمنہؒ ان کے حلقہ درس میں داخل ہو گئیں اور ایک عرصہ تک ان سے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرتی رہیں۔ جب وہ وفات پا گئے تو حضرت آمنہ مدینہ منورہ چلی گئیں جہاں امام مالکؒ نے مسند درس بچھا رکھی تھی۔ حضرت آمنہ ایک مدت تک ان سے علم حدیث حاصل کرتی رہیں اور بہت سی احادیث زبانی یاد کر لیں۔ حافظ عبدالبرؒ کے اندازے کے مطابق ان سے مروی حدیث کی تعداد 100 کے لگ بھگ ہے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ مکہ معظمہ چلی گئیں اور امام شافعیؒ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً 36 سال کی ہو چکی تھی۔ امام شافعیؒ مصر تشریف لے گئے تو وہ کوفہ پہنچ گئیں جہاں بہت سے علماء وفضلاء موجود تھے۔ حضرت آمنہؒ نے ان سے بھی بڑے ذوق وشوق سے کسب فیض کیا اور تمام علوم دینی میں یکتائے روزگار ہو گئیں۔ جب کوفہ سے وطن واپس گئیں تو ان کے علم وفضل کا چرچا دور دور تک پھیل چکا تھا۔ انہوں نے مخلوق خدا کو فیض پہنچانے کی خاطر اپنا حلقہ درس قائم کیا تو لوگ تحصیل علم کیلئے جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے بڑے بڑے علماء بھی سماعت حدیث کے لئے ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

209ھ میں انہیں بغداد جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک درویش کامل کی توجہ سے ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا۔ اپنا تمام مال واسباب راہ خدا میں دے دیا اور درویشانہ زندگی اختیار کر لی۔ اب ہر وقت عبادت الٰہی اور گریہ وزاری میں مشغول رہتی تھیں، اسی حالت میں سات حج پیادہ پا کیے۔ ان کے زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت کی بناء پر لوگ ان کو خاصان خدا میں شمار کرتے تھے اور ان کا حد

سے زیادہ احترام کرتے تھے۔ان کی جلالت شان کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس دور کے ایک عظیم المرتبت ولی اللہ حضرت بشر حافیؒ کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔اسی طرح اہل سنت والجماعت کے چوتھے امام حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی ان عظمت وجلالت کے معترف تھے۔

◉ ایک دفعہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو حضرت آمنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئیں اتفاق سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے آئے انہوں نے حضرت بشر حافیؒ سے پوچھا یہ کون خاتون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آمنہ رملیہ ہیں، میری عیادت کو آئی ہیں۔امام صاحبؒ نے ان کی شہرت سن رکھی تھی ۔ چنانچہ ان کو قریب پاکر بہت خوش ہوئے اور حضرت بشر حافیؒ سے فرمایا۔ان سے کہئے میرے لئے دعا کریں۔حضر بشر حافیؒ نے حضرت آمنہ رملیہؒ سے عرض کیا کہ یہ احمد بن حنبلؒ آپ سے دعاء کیلئے درخواست کر رہے ہیں۔

حضرت آمنہؒ نے ہاتھ اٹھا کر نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگی

"اے اللہ! احمد بن حنبل اور بشر حافی دونوں جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں، تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے، ان کو اس آگ سے محفوظ رکھ"

بعض تذکرہ نگاروں نے اس واقعہ کو حضرت آمنہ رملیہؒ کی کرامت کے طور پر بیان کیا ہے وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بیان منسوب کرتے ہیں کہ اسی رات کو آسمان سے ایک پرچہ میری گود میں آکر گرا میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا ہوا تھا کہ ہم نے کر دیا اور ہم زیادہ بھی کر سکتے ہیں۔

◉ ایک دفعہ کسی رئیس نے دس ہزار اشرفیاں ان کی نذر کرنا چاہیں۔ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو رکھ لیں لیکن ان کو ہاتھ نہ لگایا اور شہر میں منادی کرا دی کہ جس کو روپیہ کی ضرورت ہو وہ آ کر مجھ سے لے جائیں۔ چنانچہ حاجت مند لوگ آتے تھے اور بقدر ضرورت ان سے رقم لے جاتے تھے۔ شام ہوتے ہوتے انہوں نے تمام اشرفیاں تقسیم کر دیں حالانکہ اس دن ان کے گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔

◉ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آمنہؒ کا معمول تھا کہ نصف شب کو بیدار ہو جاتیں اور صبح تک نہایت خشوع و خضوع سے عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں۔ ایک دفعہ میں نے انہیں یہ دعا مانگتے سنا۔

"اے خالق ارض و سماء تیری نعمتیں بے حد و حساب ہیں لیکن کس قدر ظالم ہیں وہ لوگ جو ان کی قدر نہیں کرتے۔ تو ارحم الرحمین ہے مگر دنیا تجھ کو بھولی ہوئی ہے۔ اے میرے پیارے آقا! میری عزت تیرے ہی ہاتھ میں ہے قیامت کے دن سب کے سامنے مجھے رسوا نہ کرنا اگر ایسا کیا تو لوگ کہیں گے کہ اللہ نے اپنی بندی کو رسوا کیا جو اس سے محبت کرتی تھی۔ اے میرے پیارے آقا! تجھ کو یہ بات یقیناً گوارا نہ ہوگی۔ اگر تو نے اس کو گوارا کیا تو میں ہرگز ہرگز اسے گوارا نہ کروں گی کہ لوگ تجھے الزام دیں"

◉ ان کا دستور تھا کہ کسی کے ہاں کا کھانا نہ کھاتیں کہ مبادا اس میں مال حرام یا کسی مشکوک چیز کا کوئی جز شامل ہو البتہ کسی کے بارے میں یقین ہوتا کہ وہ متقی اور پرہیزگار ہے تو اس کے ہاں کھانا کھا لیتیں۔

بی بی شعوانہؒ

دوسری صدی ہجری میں نہایت پاکباز اور خدا رسیدہ خاتون گزری ہیں۔ ایران کی رہنے والی تھیں۔ ان کا مستقل قیام شہر ابلہ میں تھا۔ نہایت عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے خوش الحانی کی نعمت بدرجہ وافر عطا کی تھی۔ قرآن حکیم کی تلاوت ایسی پرسوز آواز میں کرتی تھیں کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ ان کے مواعظ و خطبات بھی نہایت مؤثر ہوتے تھے اور ان کی مجالس وعظ میں بڑے بڑے زہاد اور عباد حاضر ہوا کرتے تھے۔

نہایت رقیق القلب تھیں اور یاد خدا میں اکثر رویا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے کہا۔ آپ اس قدر نہ رویا کریں مبادا آنکھوں کو نقصان پہنچ جائے۔

فرمایا:

''دنیا میں رو رو کر اندھا ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ دوزخ کا عذاب اندھا کردے''

پھر فرمایا:

جو آنکھ اپنے محبوب کے دیدار سے محروم ہے اور پھر اس کے دیدار کی مشتاق بھی ہے بغیر گریہ وزاری کے ایسی آنکھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ لوگ انہیں رونے سے منع کرتے تو کہتیں۔

''کاش خوف خدا سے روتے روتے میں اندھی ہو جاؤں، اتنا روؤں کہ آنسو خشک ہو جائیں پھر خون روؤں یہاں تک کہ میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ تک نہ رہے''

ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاضؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا

کے لئے درخواست کی ۔ اس وقت بی بی شعوانہؒ بہت ضعیف العمر ہو چکی تھیں ۔ انہوں نے حضرت فضیلؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

کیوں بھائی تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ایسا واسطہ ہے کہ اگر میں دعا کروں تو قبول ہو جائے ۔ کوئی ایسی بات ہو تو بتا دو جو قبولیت کا سبب بن جائے۔ یہ سن کر حضرت فضیلؒ خوف خدا سے کانپنے لگے اور پھر چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت شعوانہؒ کے یہ تین اقوال بہت مشہور ہیں۔

① خدا کی محبت کا پیاسا کبھی سیراب نہیں ہو سکتا۔

② جو آنکھ اپنے محبوب و مطلوب کے دیدار سے محروم ہو اس کے روتے رہنا ہی بہتر ہے۔

③ جو خود نہ رو سکتا ہو اس کو رونے والوں پر رحم کھانا چاہئے ۔ وہ اپنی بدنصیبی اور گناہوں پر روتے ہیں۔

بی بی ام محمدؒ

شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن حفیف کی والدہ ماجدہ تھیں ۔ زہد و عبادت میں یگانہ روزگار تھیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے۔

ان کا وطن مالوف شیراز تھا وہاں سے اپنے فرزند حضرت ابو عبداللہؒ کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ تذکرہ نگاروں نے ان کے بہت سے مجاہدات اور مکاشفات کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو عبداللہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شب بیداری کیا کرتے تھے کہ شاید ان کو لیلۃ القدر نصیب ہو

جائے۔ ایک رات وہ اسی طرح بالا خانے میں جاگ کر ذکر الٰہی کر رہے تھے کہ ان کی والدہ (ام محمد) نے جو گھر کے اندرونی حصے میں قبلہ رو بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مشغول تھیں، آواز دی۔

اے محمد، اے فرزند، آنچہ تو آنجا مے طلبی اینجاست

(اے محمد، اے بیٹے، جس چیز کا تو وہاں طلب گار ہے وہ یہاں ہے)

شیخ ابو عبداللہؒ یہ سن کر بالا خانے سے نیچے اترے تو دیکھا کہ انوار لیلۃ القدر سے ان کی والدہ کا حجرہ بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ اسی وقت والدہ کے قدموں میں گر پڑے۔ خود فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے اپنی والدہ کی حقیقی قدر معلوم ہوئی۔ بی بی ام محمد نے 312 ہجری میں وفات پائی۔

بی بی ریحانہ مجنونہ

ابو الربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور محمد بن منکدر اور ثابت بنانی رحمہم اللہ ایک رات ریحانہ مجنونہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس رہے۔ شروع رات میں انہیں دیکھا کہ کھڑے ہو کر انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

قام المحب الی المؤمل قومہ

کاد الفواد من السرور یطیر

{یعنی عاشق اپنی امید گاہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہے کہ دل خوشی کے مارے اڑا جا رہا ہے}

اور جب آدھی رات ہوئی تو یہ شعر پڑھے۔

لا تانس بمن توحشک نظرتہ

فتمنع من التذکار فی الظلم

واجھد و کن فی اللیل ذا شجن

یسقیک کاس وراد العزو الکرم

{جس کی طرف دیکھنا تجھ کو وحشت میں ڈالتا ہو اس سے انس و الفت مت کر کیونکہ وہ شے تاریکیوں میں تجھ کو ذکر سے روک دے گی اور (اللہ کی راہ میں) محنت ومشقت کر اور رات کو غمگین رہ۔ اس کے صلہ میں حق تعالیٰ تجھے اپنی دوستی اور بخشش کے پیالے سے سیراب کرے گا}

جب صبح قریب ہوئی تو بہت حسرت وافسوس کے ساتھ آہ و نالہ کیا۔ میں نے پوچھا کہ اس قدر غم کیوں کرتی ہو؟ جواب میں یہ شعر پڑھا

ذھب الظلام بانسہ و بالفة

لیت الظلام بانسہ یتجدر

{رات کی تاریکی اپنی انس اور الفت کے ساتھ چلی گئی، اے کاش! یہ تاریکی اسی انس کے ساتھ پیدا ہوتی رہتی}

ایک مجنونہ کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد

عتبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے بصرہ سے نکل کر دشت پیمائی شروع کی۔ چلتے چلتے کچھ خانہ بدوش بدویوں پر گزر ہوا جو خیموں میں سکونت رکھتے اور زراعت کرتے تھے۔ میں ان کے خیموں کی سیر کرنے لگا۔ اثناء سیر میں نے ایک خیمہ کے اندر ایک مجنونہ لڑکی دیکھی کہ جس کے بدن پر صوف کا ایک جبہ تھا اور اس جبہ پر یہ مضمون لکھا تھا کہ ''لونڈی نہ بیع کی جائے اور نہ خریدی جائے''۔

میں نے اس کے قریب جا کر سلام کیا لیکن اس نے سلام کا جواب نہ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد چند اشعار پڑھے۔ میں نے پوچھا یہ کھیتی کس کی ہے؟ کہا اگر صحیح

سلامت رہ گئی تو ہماری ہے۔ میں اسے وہیں چھوڑ کر ایک اور خیمہ میں گیا اتنے میں آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہوئی میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی آج دیکھتا ہوں کہ اس بارش کی نسبت یہ مجنونہ کیا کہتی ہے؟ یہ سوچ کر باہر نکلا دیکھا تو تمام زراعت غرق ہوگئی اور وہ کھڑی کہہ رہی تھی کہ اس ذات کی قسم جس نے میرے دل میں اپنی محبت کی خالص شراب بھر دی ہے۔ میرا قلب اس کی رضا کا یقین رکھتا ہے۔ پھر اس باندی نے میری طرف التفات کر کے کہا اے شخص! دیکھ اسی نے تو یہ کھیتی بوئی اور اسی نے اگائی اور اسی نے قائم کی اور اسی نے بالیں نکالیں اور اسی نے اس کو بارش سے سیراب کیا اور اسی نے اس کی حفاظت کی جب کٹنے کے قریب ہوئی اسی نے اسے تباہ بھی کر دیا۔ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! یہ سب تیرے بندے ہیں اور ان کا رزق تیرے ذمہ ہے اب آپ جو چاہیں کریں۔

میں نے کہا، تو کس طرح صبر کرتی ہے؟ کہا اے عتبہ! چپ رہ میرا معبود بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے، ہر دن اس کے ہاں مجھے نیا رزق ملتا ہے۔ عتبہ فرماتے ہیں کہ اب جب مجھے اس کا محبت بھرا کلام یاد آتا ہے تو بے اختیار رونا آجاتا ہے۔

ایک لونڈی کی اللہ تعالیٰ سے مناجات

عطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بازار میں گیا۔ دیکھا تو وہاں ایک مجنونہ لونڈی فروخت ہو رہی تھی میں نے اسے سات دینار کے بدلے میں خرید لیا۔ اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا میں نے اسے دیکھا کہ وہ اٹھی اور اس نے وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے اس کا دم گھٹا جاتا تھا۔ وہ یہ مناجات کرتی تھی کہ

''اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم! مجھ پر رحم کیجئے''۔
اس کا یہ حال دیکھ کر مجھے اس کے جنون کی حالت معلوم ہوئی کہ اسے اس قسم کا جنون ہے۔

میں نے اس کی یہ مناجات سن کر کہا۔ اے لونڈی تو اس طرح نہ کہہ بلکہ یوں کہہ کہ اے اللہ! مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم! یہ سن کو بولی چل دور ہو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ رکھتا پھر منہ کے بل گر پڑی اور یہ شعر پڑھے۔

الکرب مجتمع و القلب محترق
والصبر مفترق و الدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار لہ
مما جناہ الھوی و الشوق الفلق
یا رب ان کان شیئی فیہ لی فرج
فامنن علی بہ ما دام بی رمق

{یعنی اضطراب جمع ہونے والا ہے اور دل جلنے والا ہے اور صبر الگ ہے اور آنسو آگے بڑھنے والے ہیں جس کو عشق اور شوق اور تڑپ کے حملوں سے بالکل چین نہیں اس کو بھلا کس طرح سکون اور قرار ہو اے میرے رب! اگر کوئی شئے ایسی ہو کہ اس سے غم وحزن دفع ہو تو جب تک کچھ جان باقی ہے اس سے مجھ کو ممنون فرمایئے}

پھر نہایت بلند آواز سے پکاری کہ اے اللہ! میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ رہا اور اب مخلوق کو بھی خبر ہو چکی ہے اب مجھے آپ اپنے پاس بلا لیجئے۔ یہ

کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری کہ اس کے صدمہ سے جان دے دی اور کوچ کر گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایک نوجوان عابدہ کا خوف

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبہ کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے کہ الٰہی! بہت سی شہوتوں کی لذت تو جاتی رہی، عذاب ان کا باقی رہا، الٰہی! تیرے پاس سوائے دوزخ کے کیا اور کوئی سزا کی چیز نہیں؟ یہ کہہ کر وہ روتی تھی اسی طرح اس نے روتے روتے صبح کر دی۔ میں نے یہ حال دیکھ کر اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر چیخ ماری کہ وائے ہمارے حال پر۔ ہم سے تو یہ عورت ہی بہتر ہے۔

حضرت حبیبہ عدویہؒ

ان کا معمول تھا کہ جب نماز عشاء پڑھ لیتیں تو اپنی چھت پر چڑھ جاتیں اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کس کر کہتیں کہ الٰہی! ستارے چمک پڑے اور آنکھیں سو گئیں، بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے، ہر ایک حبیب اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا، اب میں تیرے سامنے کھڑی ہوں، پھر نماز پڑھتی رہتیں۔ جب فجر ہو جاتی تو کہتیں کہ الٰہی! رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں اگر تو نے مجھ سے یہ رات قبول فرمائی تو میں اپنے آپ کو مبارک بادی دوں اور اگر تو نے نا منظور کی تو تعزیت کروں۔ قسم ہے تیری عزت کی جب تک تو مجھ کو باقی رکھے گا اپنا طریق یہی رکھوں گی اور اگر تو نے اپنے دروازے سے مجھ کو جھٹک دیا تو ہرگز نہ ٹلوں گی۔ اس لئے کہ میرے جی میں تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے۔

ایک باندی کی اپنے آقا کو نصیحت

ابی عامر واعظ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ میں نے ایک لونڈی کو دیکھا جو بالکل ادنیٰ قیمت پر بیچی جارہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو اس کا پیٹ کمر سے لگا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے اور رنگ زرد ہو رہا تھا میں نے رحم کر کے اسے خریدا اور کہا ہمارے ساتھ بازار میں چل، رمضان کے واسطے کچھ ضروری چیزیں خریدیں۔

اس نے کہا، اس اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے ہیں اور دنیا کا کوئی شغل مجھ کو نہیں دیا۔

وہ دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات بھر نماز پڑھتی تھی جب عید قریب آئی تو میں نے کہا صبح تڑکے ہمارے ساتھ بازار چل عید کے لئے ضروری سامان خریدیں گے۔ اس نے کہا اے میرے آقا! تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو۔ پھر اندر جا کر نماز میں مشغول ہو گئی اور ایک آیت پڑھتی رہی حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچی و یسقی من ماء صدید یعنی اہل دوزخ کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

وہ اس آیت کو مکرر پڑھتی رہی بالآخر اور ایک چیخ ماری اور اس دنیا سے مفارقت کر گئی۔

ایک دیوانی عورت کے احوال

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں انطاکیہ کے ایک پہاڑ پر جا رہا تھا کہ ایک دیوانی سی لڑکی صوف کا جبہ پہنے ہوئے نظر آئی۔ میں نے سلام کیا تو اس نے جواب دے کر کہا۔

تم ذوالنون مصری ہو؟

میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ تو نے مجھے کس طرح پہچانا؟

کہا، محبوب حقیقی کی معرفت سے۔

پھر کہنے لگی، ذوالنون میں یہ دریافت کرتی ہوں کہ سخاوت کیا چیز ہے؟

میں نے کہا سخاوت داد و دہش ہے۔

کہا، یہ تو دنیا کی سخاوت ہے۔ دین کی سخاوت کیا ہے؟

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سعی کرنا۔

کہا، جب بندہ طاعت میں سعی کرتا ہے تو محبوب حقیقی قلب پر تجلی فرماتا ہے، لیکن اس وقت چاہئے کہ تو اس سے کچھ نہ مانگے۔ اے ذوالنون! بیس برس سے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایک شئے طلب کروں مگر مجھے شرم آتی ہے کہ میں برے مزدور کی طرح ہو جاؤں گی کہ جب وہ کام کرتا ہے فوراً ہی اجرت مانگ لیتا ہے۔ اس لئے میں اللہ کی عظمت اور اس کے جلال کی وجہ سے عبادت کرتی ہوں۔ یہ کہا اور روانہ ہوگئی۔ ذوالنون مصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کا عارفانہ کلام سن کر حیران رہ گیا۔

ایک لڑکی پر خوف الٰہی کا اثر

حضرت ابوالقاسم جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تن تنہا بیت اللہ شریف گیا اور وہاں کی مجاورت اختیار کی۔ میری عادت تھی کہ جب شب کو خوب تاریکی ہو جاتی تھی تو میں طواف کرتا۔ حسب عادت ایک دن طواف کر رہا تھا کہ ایک نوعمر لڑکی کو دیکھا کہ طواف کرتی جاتی ہے اور یہ اشعار نہایت ذوق شوق سے پڑھتی جا رہی ہے۔

ابی الحب ان یخفی و کم قد کتمته
فاصبح عندی قد اناخ و طنبا
اذ اشتد شوقی هام قلبی بذکره
و ان رمت قربا من حبیبی تقربا
و یبدو فافنی ثم احیا به له
و یسعدنی حتی الذ وا طربا

{محبت اور عشق کو میں نے بہت چھپایا لیکن اب کسی طرح نہیں چھپ سکتا۔ اس نے تو میرے پاس ڈیرہ ہی ڈال دیا۔ جب مجھے محبوب کا شوق زیادہ ہوتا ہے تو میر دل اس کی یاد میں حیران و مضطرب ہوتا ہے اور اگر میں اپنے دوست کے قرب کا قصد کرتی ہوں تو مجھے اپنی دولت قرب سے محروم نہیں فرماتا بلکہ قریب ہو جاتا ہے اور جب میرا محبوب تجلی فرماتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں اور پھر اس کے لئے اور اسی کی دستگیری سے زندہ ہو جاتی ہوں اور وہی میری امداد کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کی عنایتوں سے لذت حاصل کرتی ہوں}

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ "اے لڑکی! تو اللہ سے نہیں ڈرتی، بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار پڑھتی ہے"

وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"جنید! بھلا اگر خوف الٰہی نہ ہوتا تو میں کیوں خواب شیریں چھوڑتی، ارے خوف ہی نے تو مجھے میرے وطن سے بے وطن کر دیا۔ اسی کے عشق میں تو میں بھاگی پھرتی ہوں، اسی کی محبت نے مجھے حیران بنا رکھا ہے"

پھر پوچھا، جنید! بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا رب بیت اللہ کا

میں نے کہا، '' میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں ''
یہ سن کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور بولی۔
'' سبحان اللہ آپ کی بھی کیا شان ہے؟ مخلوق جو خود پتھروں کی طرح ہے وہ پتھروں ہی کا طواف کرتے ہیں ''

جنید فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو پھر اس لڑکی کو نہ دیکھا۔

بی بی تحفہ

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں پریشانی کے عالم میں قید خانہ کی طرف جا نکلا۔ وہاں اچانک میری نظر ایک عورت پر پڑی جو ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھی اور اس کی نظر سے پاکیزگی ٹپک رہی تھی۔ لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی پڑی ہوئی تھی۔ وہ کچھ اشعار پڑھ رہی تھی میں نے سنا تو وہ کہہ رہی تھی۔

''میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں بغیر کسی گناہ کے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گردن میں لٹکا دی گئی حالانکہ ان ہاتھوں نے کبھی چوری نہیں کی نہ کبھی خیانت کی۔ میرے پہلو میں ایک جگر ہے جو جل گیا ہے۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر تو میرے دل کے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو تب بھی میرا دل کبھی نہیں پھرے گا''

اس کے یہ اشعار سن کر میں نے داروغہ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا لونڈی ہے دیوانی ہو گئی ہے۔ اس کے مالک نے یہاں قید کر دیا ہے تاکہ ٹھیک ہو جائے۔ داروغہ کی بات سن کر لونڈی رونے لگ گئی۔ یہ دیکھ کر میری بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مجھے روتا دیکھ کر اس نے مجھے کہا

''اے سری! ابھی تو تم نے اس ذات کی صفات سنی ہیں اور رونے لگ گئے ہو......اگر اسے پہچان لیا تو تمہارا کیا حال ہوگا۔''

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئی تھوڑی دیر بعد اسے ہوش آیا تو میں نے اسے بلایا اور پوچھا کہ تو نے مجھے کیسے پہچانا؟ کہنے لگی

''جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی، میں جاہل نہیں رہی، جب سے خدمت شروع کی ہے میں سست نہیں رہی، جب سے وصال نصیب ہوا ہے جدائی نہیں ہوئی، اور درجے والے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں''

تمہاری باتوں سے لگتا ہے کہ جیسے تمہاری کسی سے دوستی ہے بتاؤ تو سہی تمہارا دوست کون ہے۔

وہی جس نے مجھے اپنے عاشقوں کی پہچان عطا کی ہے...... اور میرے ساتھ سخاوت کا معاملہ کیا......وہ جو دلوں کے پاس ہے۔

میں نے پوچھا تجھے یہاں کس نے قید کیا؟ کہنے لگی ''حاسدوں نے''

میں نے داروغہ سے کہا اسے چھوڑ دو۔ داروغہ نے اسے چھوڑ دیا۔

میں نے اسے کہا اب جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔ اس نے کہا

''اے سری! میں کہاں جاؤں اسے چھوڑ کر۔ میرے دل کے بادشاہ نے اپنے ایک غلام کو میرا مالک بنا دیا ہے۔ اگر میرا مالک راضی ہوگا تو میں چلی جاؤں گی ورنہ صبر کروں گی۔''

میں نے دل میں سوچا خدا کی قسم یہ لڑکی مجھ سے زیادہ عقل مند ہے۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس لونڈی کا مالک ہے۔ مالک اندر آ گیا اور مجھے ادب سے ملا۔

میں نے اسے کہا کہ مجھ سے زیادہ تو یہ لونڈی قابل عزت واکرام ہے۔...... اس کی کونسی حرکتیں ہیں جس کی وجہ سے تم اس سے تنگ ہو۔ کہنے لگا

بہت سی باتیں ہیں...... یہ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، نہ سوتی ہے نہ دوسروں کو سونے دیتی ہے۔ ہر وقت فکر مند رہتی ہے۔ ذرا سی بات پر رونے لگتی ہے، بس گریہ وزاری ہی اس کا کام رہ گیا ہے۔ حالانکہ یہ میری کل پونجی ہے میں نے ہزار درہم کے بدلے اسے خریدا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس سے کچھ فائدہ ہوگا کیونکہ یہ حسن وجمال کے علاوہ اور بھی کئی کام جانتی تھی۔

الغرض کہ اس نے اس کے عیوب کی ایک لمبی فہرست گنوادی۔ میں نے کہا کہ اس باندی کی قیمت میرے ذمے ہے۔ اس نے کہا کہ آپ تو خود محتاج ہیں آپ کہاں سے اس کی قیمت دیں گے۔ میں نے کہا کہ جلدی نہ کرنا میں جلد ہی اس کی قیمت لے کر آؤں گا۔

سری سقطیؒ کہتے ہیں گھر پہنچ کر میں نے مصلے بچھایا اور اللہ سے مانگنا شروع کر دیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور میں التجا کر رہا تھا کہ اے اللہ! میں نے تیرے فضل پر اعتماد کیا، مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ رات کافی گزر گئی تو اچانک دروازہ بجا، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے کھڑا ہے۔ استفسار پر اس نے جواب دیا کہ میں احمد بن مثنیٰ ہوں۔ آج رات میں سورہا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ پانچ تھیلے اشرفی سری سقطی کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ تحفہ کو خرید سکیں کیونکہ ہم تحفہ کے حال پر رحم کھاتے ہیں۔

صبح میں احمد بن مثنیٰ کو ساتھ لے کر قید خانہ پہنچ گیا۔ اتنے میں اس کا مالک بھی آگیا وہ رو رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ مت رو میں تمہارے لئے رقم لایا ہوں

اس نے کہا کہ ''میں نہیں بیچتا''۔ میں نے کہا دوگنی رقم دوں گا کہتا ہے ''ساری دنیا بھی دو تو میں نہیں لوں گا میں اس کو ویسے ہی آزاد کرتا ہوں''۔ یہ سن کر میں حیران ہوا میں نے پوچھا، کیوں کیا ہوا؟ کہنے لگا ''رات مجھے سخت تنبیہ کی گئی اور ڈانٹ سنائی گئی اس لئے میں صبح ہوتے ہی ادھر بھاگا ہوں، میں اسے آزاد کرتا ہوں اللہ ہی میرے رزق کا کفیل اور ضامن ہے''

پھر میں احمد بن مثنیٰ کی طرف متوجہ ہوا دیکھا تو وہ بھی رو رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو۔ کہنے لگا کہ اللہ نے مجھے جس کام کیلئے بلایا تھا وہ تو مجھ سے نہ ہوسکا اب میں یہ سارا مال خیرات کرتا ہوں۔

مالک اور احمد بن مثنیٰ کی بات سن کر بے اختیار میرے منہ سے نکلا تحفہ کتنی برکت والی ہے۔ تحفہ نے یہ بات سنی تو اچانک اٹھی اور روتی ہوئی باہر نکل گئی۔

پھر ہم تینوں نے حج کا ارادہ کیا۔ راستہ میں احمد بن مثنیٰ کا انتقال ہوگیا۔ میں اور تحفہ کا مالک مکہ پہنچے۔ ایک مرتبہ میں طواف کر رہا تھا کہ۔ تحفہ کو عجیب وغریب عشق و محبت بھرے اشعار پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میں اس کے پاس گیا اس سے پوچھا کہ تمہیں مخلوق کو چھوڑ کر اللہ سے آشنائی لگانے کا کیا فائدہ ہوا۔ کہنے لگی کہ ''اس نے اپنے قرب سے انس دیا اور غیر سے وحشت دی''۔ میں نے اسے بتایا کہ مثنیٰ کا انتقال ہوگیا ہے کہنے لگی ''اللہ نے اس کا وہ اکرام کیا جو نہ کسی نے دیکھا نہ سنا جنت میں اس کا ٹھکانہ میرے پاس ہی ہے''۔ میں نے کہا تمہارا سابقہ مالک بھی میرے ساتھ ہے۔ نہ جانے پھر اس نے منہ میں کیا دعا مانگی تھوڑی دیر بعد اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس کے مالک نے جو اس کی لاش کو دیکھا تو وہ بھی یہ منظر برداشت نہ کرسکا اور منہ کے بل گرا، میں نے ٹٹولا تو وہ بھی فوت ہو چکا تھا۔



خواتین اور جہاد

مسلمان خواتین نے میدان جنگ میں بھی عزم واستقلال کی نئی داستانیں رقم کی ہیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی، مجاہدین کو پانی پلانا، مجاہدین کی ہمت بندھانا وغیرہ جیسے کام تو وہ بہر حال کرتی تھیں۔ بہت سی خواتین نے جہاد وقتال میں بھی شجاعت کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ مرد رشک کھاتے تھے۔ چند ایک کا ذکر بطور مثال کے کیا جاتا ہے۔

خاتون احد

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ مال غنیمت میں بہت سے قیمتی کپڑے مرکز خلافت (مدینہ منورہ) میں موصول ہوئے۔ ان میں ایک بہت ہی قیمتی دوپٹہ بھی تھا۔ مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ اس دوپٹے کا سب سے بڑھ کر حق دار کون ہے؟ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ آپ یہ دوپٹہ اپنے فرزند حضرت عبداللہ کی بیوی کو دے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر فرمایا۔

''نہیں نہیں میں یہ دوپٹہ ام عمارہ کو دوں گا، وہ اس کی سب سے زیادہ

حق دار ہے کیونکہ غزوۂ احد کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ احد کے دن میں ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو برابر اپنے دائیں بائیں لڑتے دیکھتا تھا''۔

یہ کہہ کر آپ نے وہ دوپٹہ حضرت ام عمارہؓ کے پاس بھیج دیا جو مدینہ منورہ کے ایک مکان میں رسول اکرم ﷺ کی یادوں کو اپنے دل میں بسائے اپنی زندگی کا آخری زمانہ گزار رہی تھیں۔

حضرت ام عمارہؓ کا نا''نسیبہ'' تھا لیکن تاریخ میں انہوں نے اپنی کنیت ہی سے شہرت پائی۔ وہ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔

ہجرت نبوی ﷺ کے تیسرے سال مسلمانوں کو احد کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت ام عمارہؓ بھی اس میں شریک ہوئیں اور ایسی شجاعت، جانبازی اور عزم و ثبات کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں ''خاتون احد'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق ان کے شوہر عربہ رضی اللہ عنہ بن عمرو اور دونوں بڑے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حبیب رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ احد میں ان کے ساتھ شریک تھے۔

جب تک مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، ام عمارہؓ دوسری خواتین کے ساتھ مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر مجاہدین کو پلاتی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مجاہدین انتشار کا شکار ہو گئے تو اس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس گنتی کے چند سرفروش باقی رہ گئے۔ حضرت ام عمارہؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھالی اور حضور ﷺ کے قریب پہنچ کر کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔

کفار بار بار حملہ کر کے حضور ﷺ کی طرف بڑھتے اور ام عمارہؓ انہیں دوسرے ثابت قدم مجاہدین کے ساتھ مل کر تلوار سے روکتیں۔ یہ بڑا نازک وقت تھا بڑے بڑے بہادروں کے قدم لڑکھڑا گئے تھے لیکن یہ شیر دل خاتون کوہ استقامت بن کر میدان جہاد میں ڈٹی ہوئی تھی۔ اتنے میں ایک مشرک نے ان کے سر پر پہنچ کر اپنی تلوار کا وار کیا۔ ام عمارہؓ نے اسے اپنی ڈھال پر روکا اور پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آ گرے۔ سرور عالم ﷺ یہ ماجرا دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ نے ام عمارہ کے بیٹے عبداللہؓ کو پکار کر فرمایا ''عبداللہ اپنی ماں کی مدد کر''۔ وہ فوراً ادھر لپکے اور تلوار کا ایک ہی وار کر کے اس مشرک کو جہنم واصل کر دیا۔ عین اس وقت ایک دوسرا مشرک تیزی سے ادھر آیا اور حضرت عبداللہؓ کا بایاں بازو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ حضرت ام عمارہؓ نے اپنے ہاتھ سے عبداللہؓ کا زخم باندھا اور پھر فرمایا ''بیٹے جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے لڑو''۔ حضور ﷺ نے ان کا جذبہ جاں نثاری دیکھ کر فرمایا من یطیق ماتطیقین یا ام عمارہ (اے ام عمارہ جتنی طاقت تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہوگی؟) اسی اثنا میں وہی مشرک جس نے عبداللہؓ کو زخمی کیا تھا پلٹ کر پھر حملہ آور ہوا۔ حضور ﷺ نے ام عمارہؓ سے فرمایا ''ام عمارہ سنبھلنا، یہ وہی بدبخت ہے جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا''۔ حضرت ام عمارہؓ جوش غضب میں اس کی طرف جھپٹیں اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑا۔ سرور عالم ﷺ یہ دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا ''ام عمارہ! تو نے اپنے بیٹے کا خوب بدلہ لیا''۔

اثنائے جنگ میں ایک بدبخت نے دور سے حضور ﷺ پر پتھر پھینکا جس

سے آپ ﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ شمع رسالت ﷺ کے پروانے مضطرب ہو کر ادھر متوجہ ہوئے تو ابن قمیہ نامی ایک کافر دوڑتا ہوا حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ حضور ﷺ خود پہنے ہوئے تھے۔ ابن قمیہ کی تلوار خود پر پڑی، اس کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا۔ ام عمارہؓ بے تاب ہو گئیں اور آگے بڑھ کر ابن قمیہ کو روکا۔ یہ شخص قریش کا نامی شہسوار تھا لیکن شیر دل ام عمارہؓ مطلق ہراساں نہ ہوئیں اور اس پر نہایت جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ وہ دوہری زرہ پہنے ہوا تھا اس لئے ام عمارہؓ کی تلوار رک گئی اور ابن قمیہ کو جوابی وار کرنے کا موقع مل گیا۔ اس سے ان کے کندھے پر شدید زخم آیا لیکن ابن قمیہ کو بھی وہاں ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ تیزی سے گھوڑا دوڑا کر بھاگ گیا۔ حضرت ام عمارہؓ کے زخم سے خون کا پرنالہ بہہ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے زخم پر خود پٹی بندھوائی اور کئی بہادر صحابہ کا نام لے کر فرمایا۔

"واللہ آج ام عمارہؓ نے اس سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی "

ام عمارہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، میرے لئے دعا فرمائیے کہ جنت میں بھی آپ کی معیت نصیب ہو "

حضور ﷺ نے نہایت خشوع و خضوع سے ان کے لئے دعا مانگی اور باآواز بلند فرمایا اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنة حضرت ام عمارہؓ کو بڑی مسرت ہوئی اور ان کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے ما ابالی ما اصابنی من الدنیا (اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں)

لڑائی ختم ہوئی تو حضور ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہ لے گئے جب

تک آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ ؓ بن کعب ؓ مازنی کو بھیج کر حضرت ام عمارہ ؓ کی خیریت دریافت نہ کر لی۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "احد کے دن میں دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا تھا ام عمارہ ہی لڑتی نظر آتی تھی"۔ غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ ؓ کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے۔ علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ غزوۂ احد کے بعد انہوں نے بیعت رضوان، جنگ خیبر، عمرۃ القضا اور غزوۂ حنین میں بھی شرکت کی۔

جنگ حنین میں بھی حضرت ام عمارہ ؓ نے جنگ احد جیسے کارنامے سرانجام دیئے۔ اس جنگ میں شدت خونریزی کی وجہ سے جب ہزاروں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو صرف سو مسلمان کوہ استقلال بنے رہے اور ثابت قدمی کے مظاہرے دکھلاتے رہے انہی میں سے ایک حضرت عمارہ ؓ بھی تھیں۔ آپ کو ایک مشرک شہسوار کو جہنم واصل کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

جنگ یمامہ جو مسیلمہ کذاب کے فتنے کی سرکوبی کیلئے لڑی گئی، اس میں بھی آپ نے حصہ لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے یہاں تک کہ آپ کا ایک ہاتھ اسی جنگ میں کٹ گیا۔ بعد ازاں مسیلمہ کو آپ کے فرزند عبداللہ نے تہہ تیغ کیا۔ ہاتھ کٹ جانے کے بعد آپ آئندہ جنگوں میں حصہ لینے سے محروم ہو گئیں۔

حضرت صفیہ ؓ کی بہادری

حضرت صفیہ ؓ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی اور سیدنا حضرت حمزہ ؓ کی بہن تھیں۔ غزوہ احد میں وہ اسلامی فوج کے ساتھ نکلیں تاکہ مجاہدین کو پانی پلانے اور علاج معالجے میں نصرت کر سکیں۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو ایک غلطی کے نتیجے میں فتح کے بعد شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جو مسلمان پیچھے کی طرف لڑ رہے تھے

حضرت صفیہؓ اپنے نیزے کو ہاتھ میں پکڑ کر ان کے چہروں کی طرف مارتی تھیں اوران کو عار دلاتی تھیں کہ تم نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔ اس جنگ میں ھند بن عتبہ زوجہ ابوسفیان نے موقع پا کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا تھا یعنی ان کے ناک کان اور دوسرے اعضاء کاٹ دیئے تھے۔ حضرت صفیہؓ اپنے بھائی کی لاش دیکھنے آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ان کو لاش کے پاس جانے سے روکو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو منع کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے بھائی کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے لیکن میں صبر کروں گی کہ یہ اللہ کی راہ میں ہوا ہے۔ اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لاش پر جانے کی اجازت دی۔ آپ نے لاش کو دیکھا تو انا لله وانا اليه راجعون پڑھا اور عظیم صبر کا مظاہرہ کیا۔

ایک اور یادگار واقعہ غزوہ خندق میں بھی حضرت صفیہؓ کے ساتھ پیش آیا۔ اس جنگ میں ایک طرف تو عرب کے کفار و مشرکین نے اکٹھے ہو کر مدینے کی طرف یلغار کی دوسری طرف یہودی بنو قریظہ اپنے قلعوں سے نکل کر مدینے کے مسلمانوں کے گھروں کے قریب برے ارادے کے ساتھ منڈلا رہے تھے۔ یہود مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور بے چینی پیدا کرنا چاہتے تھے۔

حضرت صفیہؓ ایک قلعہ میں تھیں جس میں حضرت حسان بن ثابت بھی تھے۔ جو بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے متعین تھے۔ اس دوران ایک یہودی وہاں سے گزرا اور قلعے کے اردگرد چکر کاٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت صفیہؓ کو شک گزرا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ یہ یہودی قلعہ کے چکر کاٹ رہا ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ ہمارے بارے میں یہودیوں کو مخبری نہ کر دے کہ قلعہ میں مرد نہیں

ہیں۔ لہٰذا آپ اتریں اور اس کو قتل کر دیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بوڑھا اور ضعیف ہوں یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ یہ سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمے کی لکڑی اٹھائی، قلعہ سے اتریں اور یہودی کو مار مار کر جہنم واصل کر دیا۔ پھر آپ نے اس یہودی کا سر کاٹ کر قلعے کی دیوار سے یہودیوں کی طرف پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر یہودیوں کے دل میں خوف بیٹھ گیا کہ یقیناً قلعے میں اسلامی فوج موجود ہے۔ اس طرح حضرت صفیہ نے مسلمانوں کو یہودیوں کے مکر و فریب سے نجات دلائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ کے اس کارنامے کے بارے میں آگاہ کیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ اس قدر ہنسے میں نے آپ کے دانتوں کے آخری حصے دیکھے۔ میں نے کبھی کسی چیز پر آپ کو اتنا ہنستے نہیں دیکھا۔

خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کی بہادری

ایک مرتبہ رومیوں کے خلاف جہاد کے دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رجزیہ اشعار ترنم کے ساتھ پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے سرخ عمدہ گھوڑے پر ایک شہسوار کو دیکھا جس کے ہاتھ میں لمبا چمکدار نیزہ تھا۔ اس کے چلنے پھرنے سے بہادری، دانائی اور جنگی مہارت نمایاں تھی۔ زرہ کے اوپر سیاہ لباس پہن رکھا تھا، پورا بدن اور چہرہ چھپا ہوا تھا، سبز عمامہ سے کمر خوب کس لی تھی اور فوج کے آگے آگے شعلہء جوالہ کی طرح گردش کر رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تمنا کی کہ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شہسوار کون ہے؟ واللہ یہ شخص نہایت دلیر اور بہادر معلوم ہوتا ہے۔ سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے، لشکر اسلام جب کفار کے قریب پہنچا تو لوگوں نے

اس شہسوار کو رومیوں پر ایسا حملہ آور ہوتے دیکھا جس طرح باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے۔ اس کا ایک حملہ تھا جس نے دشمن کے لشکر میں تہلکہ مچا دیا اور مقتولین کے ڈھیر لگا دیئے وہ بڑھتے بڑھتے لشکر روم کے وسط تک گھستا چلا گیا۔ گویا وہ کوندتی ہوئی بجلی تھی کہ آناً فاناً چند جوانوں کے سروں پر چمکتی ہوئی گرتی، دو چار کو بھسم کر کے اور پانچ سات کے بدن پر گر کے پھر اسی جگہ نمودار ہوئی۔ اس سوار کا نیزہ جس وقت وسط لشکر سے باہر آیا تو خون آلود تھا۔ وہ چونکہ اپنی جان کو معرض ہلاکت میں ڈال چکا تھا اس لئے دوبارہ پلٹا اور کافروں کے لشکر کو چیرتا ہوا اندر گھستا چلا گیا۔ جو سامنے آیا اس کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شخص صرف خالد بن ولید ؓ ہی ہو سکتے ہیں۔ رافع بن عمیرہ ؓ نے حیرانگی کے عالم میں خالد ؓ سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا، مجھے معلوم نہیں ہے میں خود حیران ہوں کہ یہ کون ہے۔

پھر عمومی حملہ ہوا۔ حضرت خالد ؓ لشکر کے آگے کھڑے تھے۔ انہوں نے اچانک اس سوار کو خون میں لت پت دیکھا۔ اس کا گھوڑا پسینے پسینے تھا، وہ رومیوں کے لشکر کے بیچ سے شعلہء جوالہ کی طرح نکلا۔ رومیوں کا کوئی بھی سپاہی مقابلہ کے لئے آتا تو پشت دکھا کر بھاگتا اور یہ شخص تنہا کئی آدمیوں سے مقابلہ کرتا تھا۔ بالکل رومیوں کے درمیان لڑ رہا تھا کہ خالد ؓ نے حملہ کر کے اس کے اردگرد کفار سے اس کو بچا لیا اور وہ شخص لشکر اسلام میں واپس پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے جب اس کو دیکھا تو گویا کہ وہ گلاب کے پھول کی ایک ارغوانی پنکھڑی تھی جو خون میں رنگی ہوئی تھی۔ حضرت خالد ؓ نے اس سے کہا کہ تو نے اپنے غصہ کو اللہ کے دشمنوں پر خوب ٹھنڈا کیا اور فی سبیل اللہ بڑا جہاد کیا، ذرا بتاؤ تم کون ہو؟

اس سوار نے کچھ نہ بتایا اور پھر جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ حضرت خالد ؓ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے تو نے تو مجھے اور تمام مسلمانوں کو بے چینی میں ڈال دیا ہے، تو اس قدر بے پرواہ ہے تو آخر کون ہے؟ اس اصرار پر پردہ کی حالت میں نسوانی لہجہ میں سوار بولنے لگا کہ میں نے نافرمانی کی وجہ سے اعراض نہیں کیا ہے بلکہ مجھے شرم آتی ہے کیونکہ میں مرد نہیں ہوں بلکہ ایک عورت ذات ہوں۔ مجھے میرے درددل نے اس میدان میں اتارا ہے۔

خالد ؓ نے پوچھا کہ کون عورت ہے؟ فرمایا کہ ضرار ؓ کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ بھائی کی گرفتاری کا پتہ چلا تو وہی کیا جو آپ نے دیکھا۔ جب بھائیوں پر مصیبت آتی ہے تو بہنیں کام آیا کرتی ہیں۔ حضرت خالد ؓ یہ سن کر بہت روئے اور پھر فرمایا کہ سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہئے۔ اللہ سے امید ہے کہ ضرار ؓ کو قید سے رہائی دلا دے گا۔ خولہ نے کہا کہ عمومی حملہ میں بھی میں پیش پیش رہوں گی۔ رافع فرماتے ہیں کہ میں خالد ؓ کے پاس تھا کہ ہمارے آگے سے خولہؓ نے ایسا حملہ کیا کہ رومیوں کا قافیہ تنگ کر دیا اور ان پر خولہؓ کا حملہ اتنا سخت رہا کہ آپس میں کہنے لگے کہ اگر سب عرب اسی طرح بہادر ہیں تو ہم کبھی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پھر خالد ؓ نے بھرپور حملہ کیا، رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر ان کے سردار نے جوش دلایا تو وہ کچھ جم گئے۔ بالآخر خالد ؓ کا حملہ اتنا سخت ہو گیا کہ رومیوں کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ حضرت خالد ؓ نے چاہا کہ رومیوں کے سردار وردان تک پہنچ جائے مگر چاروں طرف سے ان کے لوگوں نے اس کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ حضرت خولہؓ کا یہ حال تھا کہ رومیوں کے لشکر اور دستے کے دستے چیرتی

ہوئی قلب تک پہنچ جاتی تھیں اور زور زور سے پکارتی تھیں یا ثارات ضرار۔ ہائے ضرار کا بدلہ اور یہ شعر پڑھتی تھیں۔

این الضرار لا اراہ یومی

و لا یراہ معشری و قومی

{ضرار کہاں ہیں میں آج انہیں نہیں دیکھتی ہوں اور نہ آج ان کو میرا خاندان اور قوم دیکھتی ہے}

اس فریاد سے عام مسلمان بھی روتے تھے، اب مسلمان متفرق طور پر اپنی اپنی جگہ میں مصروف جنگ تھے۔ وقت زوال تک گھمسان کی لڑائی جاری تھی مگر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا کہیں پتہ نہ چلا۔ خولہؓ برابر اپنے بھائی کو تلاش کر رہی تھی مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ رونے لگی اور کہا، اے میرے بھائی! کاش، مجھے یہ خبر ہوتی کہ کیا تمہیں جنگل میں ڈال دیا گیا ہے یا کہیں ذبح کر ڈالا ہے؟ تمہاری بہن تم پر قربان، افسوس مجھے یہ خبر ہو جاتی کہ تم سے کبھی پھر ملوں گی بھی یا نہیں، بھائی، واللہ، تم نے اپنی بہن کے دل میں ایک ایسی سلگتی ہوئی چنگاری چھوڑی ہے جس کے شرارے کبھی ٹھنڈے نہیں ہو سکتے، تم اپنے والد ماجد سے جا ملے ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے تھے، میری طرف سے تمہیں قیامت تک سلام پہنچتا رہے، یہ سن کر قریب کے تمام مسلمان روئے۔

تھوڑی دیر کے بعد اچانک کفار کے لشکر سے کچھ سوار اس طرف تیزی سے آتے ہوئے دیکھے گئے اور لفون لفون (امان مانگتے ہیں) کہتے ہوئے آگے آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان کو امان دے دو اور میرے پاس لے آؤ۔ پھر خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم وردان کی

فوج کے لوگ ہیں اور حمص کے رہنے والے ہیں، ہم صلح چاہتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صلح تو حمص پہنچ کر ہوگی، یہاں پر قبل از وقت ہم صلح نہیں کر سکتے ہیں البتہ تم کو امان ہے جب اللہ فیصلہ کرے گا اور ہم غالب آئیں گے تب وہاں پر بات ہوگی، ہاں یہ بتاؤ ہمارے ایک بہادر جس نے تمہارے سردار کے لڑکے کو قتل کیا تھا اس کے متعلق تم کو کچھ معلوم ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ شاید آپ ان کے متعلق پوچھتے ہیں جو ننگے بدن تھے اور جنہوں نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو مارا اور سردار کے بیٹے کو بھی قتل کیا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں وہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت وہ قید ہوئے اور وردان کے پاس پہنچے تو وردان نے اس کو سو سواروں کی جمعیت میں حمص روانہ کیا تھا تاکہ بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے اور اپنی شجاعت بادشاہ کو دکھلائی جائے۔

یہ سن کر خالد رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تم راستوں کو اچھی طرح جانتے ہو اپنی مرضی کے جوانوں کو لے کر حمص پہنچنے سے پہلے ضرار رضی اللہ عنہ کو چھڑاؤ اور اپنے رب کے ہاں اجر پاؤ۔ رافع رضی اللہ عنہ نے ایک سو جوانوں کو چن لیا اور جا ہی رہا تھا کہ خولہؓ نے منت سماجت کر کے خالد رضی اللہ عنہ سے جانے کی اجازت حاصل کر لی اور سب لوگ رافع کی سرکردگی میں ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی کے لئے حمص روانہ ہو گئے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی

رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کا دستہ تیزی سے چلا اور سلیمہ کے مقام پر پہنچ کر انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ دشمن ابھی آگے نہیں گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے وادی حیات میں اپنے رسالہ کو چھپا دیا۔ یہ لوگ اسی حالت میں تھے

کہ غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ رافع نے مسلمانوں کو بیداری کا حکم دیا۔ مسلمان تیار بیٹھے تھے کہ کفار پہنچ گئے۔ حضرت ضرار ؓ ان کی قید میں تھے اور درد بھرے لہجے میں اشعار پڑھ رہے تھے۔

ترجمہ: اے مخبر میری قوم اور خولہؓ کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں قیدی ہوں اور مشکوں میں بندھا ہوا ہوں۔ شام کے کافر و بے دین میرے گرد جمع ہیں اور تمام زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ اے دل! تو غم وحسرت کی وجہ سے مر جا اور اے جواں مردی کے آنسو میرے رخسار پر بہ جا۔

حضرت خولہؓ نے زور سے آواز دی کہ اے بھائی! تیری دعا قبول ہوگئی اللہ کی مدد آ گئی، میں تیری بہن خولہ ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے زور سے تکبیر بلند کر کے حملہ کر دیا۔ اس کے بعد دیگر مسلمان بھی تکبیر کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ ایک صحابی ؓ حمید بن سالم فرماتے ہیں کہ میں بھی اس لشکر میں شریک تھا۔ مسلمانوں کی تکبیر کی وجہ سے ہمارے گھوڑے بھی خوشی کے مارے ہنہنانے لگے۔ ہر ایک مسلمان نے ایک ایک کافر کو قابو کر لیا اور ایک گھنٹہ میں سب کا کام تمام ہو گیا۔ سب کافر واصل جہنم ہوئے اور ضرار ؓ کو اللہ نے رہائی دلوائی اور مال غنیمت مسلمانوں کو مل گیا۔ حضرت خولہؓ نے اپنے مبارک اور دلیر ہاتھوں سے بھائی کی رسیاں کھول دیں اور سلام کیا۔ ضرار ؓ نے اپنی بہن کو شاباش دی اور مرحبا کہا۔ ایک لمبا نیزہ ہاتھ میں لیا اور ایک گھوڑے پر سوار ہوئے، خدا کا شکر یہ ادا کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔

یہاں یہ خوشی ہوئی اور وہاں دمشق میں خالد ؓ نے سخت حملہ کر کے وردان کو شکست فاش دی۔ وہ لوگ بھاگے اور مسلمان ان کے تعاقب میں وادی حیات

تک آ گئے یہاں ضرار رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں سے ملاقات ہوئی ۔ اسلام کے نامور سپوتوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور انتہائی خوشی سے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ ان کو مبارک باد دی اور فتح کی خبر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دی۔ اب مسلمانوں نے یقین کر لیا کہ دمشق فتح ہونے والا ہے۔

ام ابان رضی اللہ عنہا کی بہادری

رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دعا مانگی، اس کے بعد مسلمان اس قدر سختی اور جانفشانی سے لڑے کہ اس سے قبل کبھی ایسے نہیں لڑے تھے۔ کفار نے اک دم تیر برسانا شروع کر دیئے جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ حضرت ابان بن سعید بھی زخمی ہو گئے تھے۔ ان کو ایک زہر آلود تیر لگا تھا۔ تیر اگرچہ نکال دیا گیا اور زخم کو عمامہ سے باندھ لیا گیا لیکن جب بعد میں عمامہ کو ہٹا کر زخم کھول دیا گیا تو ابان بن سعید نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے میرا مقصود مل گیا۔ آپؓ نے شہادت کی انگلی اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھ کر جان اللہ کے حوالہ کر دی، آپ کی شادی ابھی اجنادین کے مقام پر ہوئی تھی۔ بیوی کے ہاتھوں سے ابھی تک مہندی کا رنگ بھی نہیں اترا تھا۔ ان کی بیوی کا نام ام ابان رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ ایک دلیر خاندان کی دلیر خاتون تھی جو پیدل جنگ کی بہت ماہرہ تھی۔ ان کو جب خبر ہوئی کہ شوہر شہید ہو گیا تو یہ دوڑ کر لاش کے پاس آئی اور کہا کہ آپ کو شہادت مبارک ہو، آپ حوروں کے پاس پہنچ گئے اور آپ اس رب کے پاس چلے گئے جس رب نے ہم کو ملایا تھا اور پھر جدا کر دیا۔ میں آپ کی ملاقات کا شوق رکھتی ہوں، خدا کی قسم ایسا جہاد کروں گی کہ آپ سے مل جاؤں گی کیونکہ نہ میں نے آپ کو اچھی طرح دیکھا تھا اور نہ آپ

نے مجھے اچھی طرح دیکھا تھا۔ میں نے اپنے اوپر حرام کرلیا ہے کہ کوئی اور شخص مجھے عقد میں لے کر چھوئے، میں نے اپنی جان کو اللہ کے لئے جہاد میں وقف کر دیا ہے۔ پھر ام ابانؓ سیدھی اپنے خیمہ میں آئیں اور اپنا اسلحہ زیب تن کیا، پورے جسم کو چھپالیا، تلوار ہاتھ میں لی اور میدان میں اتر آئیں اور لوگوں سے پوچھا کہ میرا شوہر دشمن کے قلعے کے کون سے دروازے پر شہید ہوا ہے۔ مسلمانوں نے بتایا کہ باب توما پر شہید ہوا ہے اور توما نامی سردار اس کا قاتل ہے۔ آپؓ وہاں پہنچ کر نہایت بہادری سے لڑیں۔ توما کے سامنے ایک عیسائی صلیب اٹھائے ہوئے صلیب سے مدد مانگ رہا تھا کہ ام ابان نے اس پر تیر چلایا وہ شخص گرا، صلیب اس کے ہاتھ سے زمین پر گری۔ مسلمانوں نے جب صلیب کو گرتے دیکھا تو اس پر ٹوٹ پڑے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ صلیب ان کے ہاتھ میں آئے اور کفار ذلیل ہو جائیں۔

توما نے جب دیکھا کہ صلیب گر گئی ہے اور مسلمان اس پر ٹوٹ پڑے ہیں تو اس کو اپنی ہلاکت و ذلت کا احساس ہو گیا اور ایک دم تیار ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک جم غفیر لے کر میدان میں آیا تا کہ صلیب کو واپس کر لے، مسلمانوں نے صلیب شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور خود کفار کے مقابلہ میں ڈٹ گئے، شرجیل ص نے جنگی نقشہ درست کرنے کے لئے فرمایا کہ کچھ پیچھے ہٹ جاؤ تا کہ قلعہ سے تیر اور پتھر نہ پہنچ پائے۔ مسلمان جب پیچھے ہٹے تو رومی ایک دم توما کی معیت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ توما خود بھی انتہائی بہادر تھا اس نے دائیں بائیں لڑتے لڑتے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ ایک مست ہاتھی کی طرح جھوم جھوم کر لڑ رہا تھا۔ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ کفار کا غلبہ ہے

تو آپ ﷺ نے اس طرح خطاب کیا کہ اے مسلمانو! جنت کی طلب کے لئے آگے بڑھو، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ بھاگنے والوں سے راضی نہیں ہوتا، آگے بڑھو اور کفار میں گھس کر حملہ کرو، اللہ مدد کرے گا۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کفار میں گھس گئی اور بے جگری سے لڑتی رہی۔ ادھر رومیوں کو پتہ چلا کہ توما خود میدان میں ہے اور صلیب اعظم مسلمانوں نے چھین لی ہے تو وہ لوگ اور جوش میں آ گئے۔ توما دائیں بائیں دیکھتا تھا کہ صلیب کس کے پاس ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ شرجیل ﷺ کے پاس ہے تو ایک دم اس پر حملہ کیا اور کہا کہ صلیب پھینک دو۔ شرجیل ﷺ نے جب دیکھا کہ اچانک توما نے ان پر حملہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے صلیب زمین پر پھینک دی، تلوار ہاتھ میں لی اور توما کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ توما کے لوگ بھی پیچھے پہنچ گئے۔ یہ حالت ام ابانؓ نے دیکھی تو فوراً اس پر حملہ آور ہوئیں اور جب قریب پہنچیں تو دیکھا کہ توما شرجیل ﷺ کے پاس پہنچ گیا ہے۔ بس پھر ام ابانؓ نے اس پر ایک تیر پھینکا اور کہا ''بسم اللہ و علی برکة رسول اللہ'' تیر سیدھا جا کر توما کی آنکھ میں پیوست ہو گیا اور وہ شور مچاتا ہوا بھاگا۔ ام ابانؓ دوسرا تیر پھینکنا چاہتی تھی مگر رومی درمیان میں آ گئے۔ مسلمانوں نے ام ابانؓ کی حفاظت کی۔ ام ابانؓ نے ایک تیر دوسرے کافر پر پھینکا وہ ادھر ڈھیر ہو گیا۔ آپ برابر تیر چلاتی رہیں اور یہ رجزیہ اشعار پڑھتی رہیں۔

ام ابان فاطلبی بثارک

صولی علیهم صولة المتدارک

{اے ام ابان! اپنا بدلہ ضرور لو اور رومیوں پر ایسا حملہ کرو جس سے مقصد حاصل ہوتا ہو}

ام تمیم کی بہادری

ایک مرتبہ مقام شیرز میں ابوعبیدہ ﷛ اپنے خیمے سے اچانک باہر آئے بلند آواز سے فرمایا النفیر النفیر یا معاشر المسلمین لقد احیط بفرسان الموحدین (اے مسلمانو! چلو چلو کیونکہ بہادران اسلام کفار کے نرغے میں پھنس گئے ہیں) مسلمان لبیک کہتے ہوئے فوراً آپ کی طرف دوڑے اور دریافت کیا کہ حضرت! کیا ہوا؟ آپ ﷛ نے فرمایا کہ میں ابھی ابھی سو رہا تھا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے جھڑک کر جگایا اور سخت لہجہ میں فرمانے لگے یا ابن الجراح تنام عن نصرۃ القوم الکرام؟ قم و الحق بخالد فقد احاط به السام (اے ابن جراح! کیا تم بزرگ قوم کی نصرت سے پڑے سو رہے ہو؟ اٹھو اور خالد سے جاملو کیونکہ ذلیل قوم نے انہیں گھیر لیا ہے۔)

یہ سنتے ہی مسلمانوں نے بے تاب ہو کر اپنا اسلحہ سنبھالا اور بے زین گھوڑوں پر سوا ہو کر خالد ﷛ اور ان کے ساتھیوں کی طرف دوڑنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ ﷛ فوج سے آگے آگے جا رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر ایک سوار پر پڑی جو گھوڑا سرپٹ دوڑاتے تمام لشکر سے آگے اڑا جا رہا تھا۔ ابوعبیدہ ﷛ نے بڑی کوشش کی مگر اس سوار تک نہیں پہنچ سکے۔ آپ نے سوچا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جو مدد کے لئے اللہ نے بھیجا ہے۔ جب کسی موقع پر ان سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ ام تمیم خالد ﷛ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ابو عبیدہ ﷛ نے ان سے دریافت کیا تو وہ فرمانے لگی کہ جب آپ کی آواز میں نے سنی کہ خالد ﷛ دشمن کے نرغے میں آ گئے ہیں تو میں نے سوچا کہ خالد ﷛ تو کبھی مغلوب نہیں ہوتے اب ایسا کیوں ہوا ہے؟ تو میں نے

دیکھا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے وہ ٹوپی گھر پر رہ گئی تھی جس ٹوپی میں حضور علیہ السلام کے موئے مبارک تھے اور اس کی برکت سے خالد رضی اللہ عنہ شدید جنگوں میں کامیاب ہوتے تھے۔تو میں نے جلدی کی تاکہ یہ ٹوپی ان تک پہنچاؤں۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے بہر حال جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لشکر پہنچا تو انہوں نے ایک دم کفار پر حملہ کا حکم دے دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے محمدی کچھار کے شیروں نے کفار کو کاٹنا شروع کر دیا۔گھرے ہوئے مسلمان تکبیر کا نعرہ سن کر خوش ہو گئے کہ اللہ کی مدد آ گئی ہے۔خالد رضی اللہ عنہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ آوازیں کن کی ہیں۔اپنی زین پر ثابت قدمی سے بیٹھے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ ایک سوار گرد وغبار سے نکل کر رومیوں کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا ان کی طرف آیا اور اردگرد کے کفار کو بھگا کر میدان صاف کر کے خالد رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور دریافت کیا کہ اے بہادر شہسوار! ذرا بتا تو کون ہے؟ سوار نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ام تمیم ہوں۔آپ کی کلاہ لے کر حاضر ہوئی ہوں۔آپ اسے لے لیجئے۔ام تمیم کہتی ہیں کہ میں نے جب آپ کو وہ کلاہ پیش کی تو حضور علیہ السلام کے گیسوئے مبارک سے کوندتی ہوئی بجلی کی طرح نور چمکنے لگا۔خالد رضی اللہ عنہ نے ٹوپی سر پر رکھی اور دشمنوں پر حملہ شروع کیا

ادھر سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے کفار کو گھیرے میں لے لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کافر بھاگنے لگے اور مسلمان انہیں کاٹنے لگے۔جبلہ ابن ایہم دم دبا کر بھاگا اور صلیب پرست سب میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔مسلمان ان کے تعاقب سے واپس آ گئے اور سرداروں نے ایک دوسرے کو فتح کی مبارکباد دی اور سب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ہندہ کی بہادری

رومیوں سے جہاد کے دوران حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی اور پھر اللہ کے حضور میں گڑگڑاہٹ اور الحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگی اتنے میں رومیوں کی پہلی صف نے مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کیا۔ مسلمان ثابت قدمی واستقلال کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے کہ کفار کی دوسری صف نے بھی میمنہ پر حملہ کر دیا۔ مسلمان ڈٹے ہوئے تھے کہ رومیوں کی تیسری صف نے بھی میمنہ پر حملہ کیا۔ اب بعض مسلمانوں کے پائے ثبات میں لغزش آ گئی اور وہ اپنے متعین خطوط سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے اور کچھ ثابت قدم تھے۔ عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے جو انتہائی بہادر تھے جب یہ دیکھا کہ ان کی قوم پر مسلسل حملہ ہوا ہے تو آپ اس پیرانہ سالی میں جب کہ آپ کی عمر 110 سال کی تھی آگے بڑھے اور چلائے کہ اے آل زبید! اے آل زبید! موت سے گھبراتے ہو؟ اور ان کافرکتوں سے ڈرتے ہو؟ ذلت وعار کو پسند کرتے ہو؟ تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین وصابرین کی حالت سے واقف ہیں، وہ صابرین کی مدد فرماتے ہیں۔ یہ للکار سن کر ان کی قوم واپس لوٹ آئی ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ انہوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ باید وشاید۔ قوم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ہو گئی اور حضر موت وخوران کے لوگ بھی ساتھ ہو گئے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دوسیوں کو جوش دلایا اور سب نے مل کر رومیوں پر حملہ کیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ فوجیں آپس میں ٹکرائیں اور لڑائی شروع ہوئی۔ مسلمان استقلال سے لڑ رہے تھے کہ رومیوں کی ایک اور صف نے میمنہ پر حملہ کیا۔ اب مسلمان بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹ گئے۔ جو مسلمان میمنہ سے بھاگ کر پیچھے گئے تھے

عورتوں نے ان پر چیخنا شروع کیا اور غیرت دلا دلا کر اپنے شوہروں کو برانگیختہ کیا۔ ملت اسلام کی ان بہادر ماؤں میں خولہ بنت ازورؓ، خولہ بنت ثعلبہؓ، سلمٰی بنت ہاشمؓ، نعم بنت فناصؓ ، ہندہ بنت عتبہؓ اور لبنٰی بنت جریرؓ قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے لاٹھیاں اٹھائیں اور عورتوں سے آگے آگے ہو کر لوگوں کو روکنا شروع کیا۔ خولہ بنت ازور یہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں۔

یا هاربا عن نسوه ثقات

لهن جمال و لهن بنات

تسلمهم طرا الى الهيات

تملك نواصيهم مع البنات

اعلاج سوء فسق عتات

يبان منا اعظم الشتات

{اے قابل اعتماد عورتوں سے بھاگنے والو ! ان عورتوں سے جو خوبصورت ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ انہیں دشمنوں کے سپرد کئے دیتے ہو جو ہماری اور ہماری لڑکیوں کے مالک ہو جائیں گے اور جو عجمی کافر بدکار تجاوز کرنے والے ہیں پھر ہم تم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گی}

خولہ ان اشعار کو پڑھتی جاتی تھی اور پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں کو جوش دلاتی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمان واپس لوٹ گئے۔ ہندہ رضی اللہ عنہا زوجہ سفیان لاٹھی لے کر آگے نکل گئیں اور پیچھے مہاجرین کی عورتیں تھیں۔ آپؓ نے وہ اشعار پڑھے جو آپ

نے یوم احد میں کفار کے لئے پڑھے تھے۔

نحن بنات الطارق   نمشی علی النمارق

ان تقبلوا نعانق   او تدبروا نفارق

{ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں اور نرم گدوں پر چلنے والی ہیں ۔ اگر تم لڑائی میں بڑھ ہو گے تو ہم تمہیں گلے لگا ئیں گی اور اگر لڑائی کو پشت دو گے تو ہم تم سے جدا ہو جا ئیں گی ۔ ایسی جدائی جو کبھی ختم نہ ہو گی}

قدرتی بات تھی کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ بھی پسپا ہونے والوں میں تھے ۔ ہندہؓ نے ان کو دیکھ کر کہا، ابن حرب! کہاں بھاگ رہے ہو؟ لوٹو اور اپنی جان دے دو تا کہ حضور علیہ السلام سے جو مقابلہ کیا تھا اس کا کفارہ ہو جائے۔ یہ سن کر ابو سفیان رضی اللہ عنہ پلٹے اور دوسرے لوگ بھی لوٹ گئے اور یہ عورتیں بھی ساتھ ہو گئیں بلکہ مسلمان مردوں سے بڑھ چڑھ کر حملہ کر رہی تھیں ۔ ایک عورت نے ایک کافر بہادر کا پیچھا کیا اور اس کو اور اس کے گھوڑے کو مار مار کر گرایا اور پھر فرمایا کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کے یہی معنیٰ ہیں۔

ذریعہ بنت حارث کی بہادری

قثامہ بن اشیم قبیلہ کنانہ کے تھے ۔ آپ تلوار اور نیزہ لے کر مسلمانوں کے آگے ہو کر کفار کی نیزہ اور شمشیر دونوں سے تواضع کر رہے تھے اور رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

ساھمل فی الروم الکلاب النوابح

و اضربھم ضربا بحد الصفائح

و ارضی رسول اللہ خیر مومل

نبی الھدی المبعوث للدین ناصح

{میں بھونکنے والے رومی کتوں پر بہت جلد حملہ کروں گا اور میں ان کو چوڑی تلواروں سے مار مار کر گراؤں گا۔ میں رسول اللہ ﷺ کو جو بہترین امید گاہ اور نبی ہدیٰ اور امت کے خیر خواہ ہیں خوش کرلوں گا}

آپ رضی اللہ عنہ کی تین تلواریں ٹوٹ گئیں اور جب تلوار یا نیزہ خراب ہو جاتا تو آپ فرماتے کہ کوئی شخص ہے جو مجھے اللہ کے راستے میں تلوار عاریۃً دے دے اور اس کا اجر حاصل کرے۔ پھر قتامہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو پکارا، صبر کی تلقین کی۔ قوم لبیک کہہ کر میدان میں آئی اور اس طرح سخت جنگ ہوئی کہ باید وشاید۔ قناطر کی فوجیں اور مسلمان ایک دوسرے میں رل مل گئے۔ اتنے میں سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ آئے اور رومیوں کو کاٹنا شروع کیا۔ بے تحاشا لوگوں کو مارا مگر رومی اتنے زیادہ تھے کہ پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ کوئی قتل بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ آپ کے ساتھ دو ہزار کا لشکر تھا۔ بڑی کوشش کے بعد میدان صاف ہو گیا۔ لوگوں نے قتامہ رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور دعا کی۔ ایک خاتون نے خالد رضی اللہ عنہ سے یرموک کے اس میدان کارزار میں فرمایا کہ اے خالد رضی اللہ عنہ! تو نے لوگوں کو بھاگنا سکھایا، جرنیل کے بھاگنے سے لوگ بھاگتے ہیں اور ان کے استقلال سے ثابت قدم رہتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میدان کے بیچ میں جو غبار اٹھ رہا تھا میں ادھر ہی لڑ رہا تھا، بھاگا نہیں تھا۔ اس خاتون نے فرمایا کہ پھر جو شخص جرنیل کو چھوڑ کر بھاگ جائے اللہ اس کا برا کرے

اس خاتون کا نام ذریعہ بنت حارث تھا۔

جنگ یرموک میں خواتین کی بہادری

لڑائی برابر جاری تھی رومی مسلمانوں میں مل گئے تھے، مسلمانوں پر عرصہ ٔ حیات تنگ ہو چکا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے کہ عورتوں نے اپنے بچوں کو گود میں اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے سامنے کیا اور گھوڑوں کو مار مار کر لوٹا دیا اور بعضوں نے مشرکین سے مقابلہ کیا اور بعضوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کو مارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مسلمان پھر میدان کی طرف پلٹ گئے۔ مردوں کی حمایت میں عورتیں بھی لڑ رہی تھیں کہ رومیوں نے ان پر حملہ کیا جس سے لخم جذام اور خولان کی عورتیں پسپا ہو گئیں مگر خولہ، ام حکیم، لبنیٰ اور سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنھن اجمعین نے ان عورتوں کو ڈانٹا کہ ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ، تم نے ہم کو بھی سست کر دیا۔ یہ سن کر یہ خواتین پھر لڑائی کی طرف لوٹ آئیں اور بے خوف و خطر لڑنے لگیں۔ حضرت ہندہ، ام حکیم، خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن برابر لڑ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ اے عربی ماؤں کے بیٹو! تم ان کافروں سے بھاگتے ہو، آگے آؤ اور ان کو مارو۔ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ حضرت زبیرؓ کے ساتھ اپنا گھوڑا ملا کر برابر لڑ رہی تھیں اور ان عفت مآب باپردہ شریف ماؤں نے ایک دفعہ پھر ثابت کیا کہ عورتیں بھی اسلام کی سپاہی ہیں اور اسلام کی آبیاری میں یہ کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

مسلمان خواتین کا جہاد

صاحب فتوح الشام لکھتے ہیں کہ اہل دمشق ایک عظیم بہادر کے پاس جمع

ہو گئے جو اس سے قبل کسی جنگ میں صحابہ کے سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ شخص ہرقل کا نہایت معتمد تھا اور اللہ کی مخلوق میں بہترین درجہ کا تیر انداز تھا۔ اس شخص کا نام بولص تھا۔ دمشق کے لوگوں نے ان کو امیر بنایا اور ہر قسم کا لالچ دے کر ان کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ یہ سخت انکار کرتا تھا کہ تم لوگ بزدل ہو، پھر لڑو گے نہیں، تم کم ہمت ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم جائیں گے، انجیل و عیسیٰ کی قسم آخر دم تک لڑیں گیں۔ جو بھاگے گا تو آپ کو اختیار ہوگا کہ اس کو خود قتل کر دو۔ یہ عہد و پیمان جب مکمل ہو گیا تو بولص گھر میں داخل ہو کر زرہ وغیرہ اسلحہ پہن رہا تھا تو بیوی نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ بولص نے کہا، کہ دمشق والوں نے مجھے اپنا امیر بنایا ہے۔ اب عربوں کے ساتھ لڑنے جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ ایسا مت کرو بلکہ گھر میں بیٹھے رہو، تم میں عربوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ان سے خواہ مخواہ ٹکر مت لو۔ میں نے آج ہی خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کمان ہے اور ہوا میں چڑیوں کا شکار کر رہے ہو۔ بعض چڑیاں زخمی ہو کر گر گئیں مگر پھر اٹھ کر اڑنے لگیں۔ میں تعجب میں پڑ گئی کہ اچانک اوپر سے عقاب آ گئے اور تم اور تمہارے ساتھیوں پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ سب کو نیست و نابود کیا۔ بولص نے کہا، تو نے مجھے بھی خواب میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا ہاں، ایک عقاب نے زور سے تجھے ٹھونگ ماری اور تو بے ہوش ہو گیا۔ بولص نے اپنی بیوی کو طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ تیرے دل میں عربوں کا خوف بیٹھ گیا ہے۔ خواب میں بھی وہی خوف ہے، گھبراؤ مت میں ابھی ان کے امیر کو تیرا خادم اور اس کے ساتھیوں کو بکریوں اور خنزیروں کا چرواہا بنا دوں گا۔

بولص نہایت طمطراق سے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل نہایت آزمودہ

لشکر کو لے کر مقابلہ کے لئے نکل گیا اور عورتوں بچوں، مال مویشی اور ابو عبیدہ ؓ کے ایک ہزار لشکر کا تعاقب کیا۔ مسلمان بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کفار اشرار پہنچ گئے۔ بولص آگے آگے ہے اس نے ایک دم چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ ابو عبیدہ ؓ پر حملہ کیا۔ بولص کا بھائی بطرس پیدل فوج کے ساتھ مسلمان عورتوں کی طرف بڑھا اور کچھ عورتیں گرفتار کر کے دمشق کی طرف واپس لوٹ گیا۔ نہر استریاق پر پہنچ کر اپنے بھائی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

ابو عبیدہ ؓ نے یہ مصیبت ناگہانی دیکھ کر فرمایا کہ خالد ؓ کی رائے صحیح تھی عورتوں کی حفاظت پر بھی کسی کو رکھنا چاہیے تھا۔ عورتیں اور بچے چلا رہے تھے، ادھر ایک ہزار مسلمانوں نے دل کھول کر مقابلہ کیا۔ بولص نے ابو عبیدہ ؓ پر بار بار حملہ کیا۔ آپ ؓ نے بھی شدید مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے بازار کارزار گرم ہوا۔ غبار جنگ اٹھنے لگا، اس طرح تلواریں چلیں کہ زمین لالہ زار بن گئی۔ حضرت سہل ؓ نے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بجلی کی طرح حضرت خالد ؓ کے پاس پہنچ کر سارا قصہ سنایا۔ حضرت خالد ؓ نے انا للّٰہ پڑھا اور اس کے بعد حضرت رافع بن عمیرہ ؓ کو ایک ہزار لشکر دے کر بھیجا پھر حضرت عبدالرحمٰن ؓ بن عوف کو ایک ہزار لشکر دے کر روانہ کیا تاکہ بچوں عورتوں کی حفاظت ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت ضرار ؓ کو ایک ہزار سوار دے کر رخصت کیا اور خود بھی لشکر لے کر دشمن کی طرف چلے۔ جب بولص کے ساتھ ابو عبیدہ ؓ مصروف جنگ تھے اتنے میں مسلمانوں کے لشکر پہنچ گئے۔ بہادران اسلام اور محمدی کچھار کے شیر دل جوانوں نے ایسا حملہ کیا کہ صلیبیں جھک گئیں۔ رومیوں کو اپنی ذلت وخواری کا یقین ہو گیا۔ حضرت ضرار ؓ آگ کے شعلہ کی

طرح بولس کی طرف بڑھے دشمن خدا نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کانپ اٹھا۔ اس نے پہچان لیا کہ کلوس وعزرائیل کے ساتھ جنگ میں کارنامے اسی نے انجام دیئے ہیں۔ بولس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا، اے عربی! تمہیں اپنے دین کی قسم، مجھے اس شیطان سے علیحدہ رکھو کہ مجھ پر یہ کہیں حملہ نہ کرے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت شیطان بنوں گا جب تجھے چھوڑوں گا یہ کہہ کر بولس پر زور کا نیزہ مارا۔ بولس نے نیزہ پڑنے سے پہلے اپنے آپ کو گھوڑے سے نیچے گرایا تا کہ پیدل بھاگ جائے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے بھی گھوڑے سے اتر کر اس کا تعاقب کیا اور کہا کہ کہاں بھاگ رہے ہو؟ شیطان تیری طلب میں ہے۔ بولس نے کہا، کہ اے بدوی مجھے زندہ چھوڑو کیونکہ میرے زندہ چھوڑنے میں تمہاری عورتوں اور بچوں کی زندگی ہے۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے اس کو زندہ پکڑ لیا اور قید کر لیا۔

جنگ شحورا میں کفار کے چھ ہزار آدمیوں میں سے بمشکل سو آدمی زندہ بچ گئے تھے اور قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم پر خوب عمل ہوا، و یخزهم پر بھی ہوا، و ينصركم عليهم بھی صادق آیا، اور و یشف صدور قوم مومنين بھی واضح ہو گیا اور یذهب غيظ قلوبهم بھی نمایاں ہو گیا اور و يتوب الله على من يشاء بھی دیکھنے میں آیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ پریشان تھے کیونکہ خولہ رضی اللہ عنہا بھی قید ہو چکی تھیں۔ تو خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم نے ان کے ایسے آدمی پکڑے ہیں جس کے بدلے میں ہمارے قیدی باآسانی رہا ہو جائیں گے۔

اسلام کی بہادر مائیں

اس کے بعد حضرت خالد ﷛ نے دو ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور باقی تمام افواج کو ابو عبیدہ ﷛ کے حوالہ کر دیا تا کہ عورتوں کی حفاظت ہو جائے اور خود قیدی خواتین کی تلاش میں نکل گئے۔ ضرار ﷛ بن ازور اور دوسرے بہادران اسلام تیز تیز چل رہے تھے۔ حضرت ضرار ﷛ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

یا رب فرج ما تری من کربتی

و لا تمتنی عاجلا بحسرتی

حتیٰ اری بناظری اخیتی

ذاک منای ثم ذاک بغیتی

سیرو بنا الی العدویا صحبتی

عسیٰ انال بغیتی و منیتی

ان لم اقاتل فاحلقو الی لحیتی

{اے اللہ میری مصیبت دور فرما اور مجھے اس ارمان کی حالت میں نہ مارنا یہاں تک کہ میں اپنی بہن کو دیکھ لوں یہی میرا مقصود و مطلوب ہے۔ دوستو! دشمن کی طرف چلو شاید میں اپنا مقصد پالوں اور دشمن کے ساتھ اگر میں نہ لڑوں تو میری داڑھی منڈوا دینا}

حضرت خالد ﷛ یہ سن کر ہنستے تھے۔ یہ حضرات جلدی جلدی چلے اور نہر

استریاق کے قریب پہنچ گئے۔ دیکھا کہ غبار اڑ رہا ہے اور بیچ میں تلواریں چمک رہی ہیں۔ ان کو تعجب ہوا کہ یہاں لڑائی کیوں ہو رہی ہے۔ چنانچہ مسلمان چوکس ہو گئے اور حقیقت معلوم کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ بولص کا بھائی بطرس خواتین عرب کو گرفتار کر کے نہر کے پاس بھائی کے انتظار میں رک گیا تھا۔ عورتوں کے بارے میں ہر ایک نے کہا کہ فلاں میری ہے، فلاں میری ہے۔ بطرس نے خولہ کے بارے میں کہا کہ یہ میری ہے۔ وہ لوگ عورتوں کو ایک خیمہ میں قید کر کے چھوڑ گئے اور خود آرام کرنے لگے اور بولص کا انتظار بھی تھا۔ ان گرفتار شدہ عورتوں میں اکثر قوم حمیر تبابعہ اور قبیلہ عمالقہ کی بڑی بہادر اور تجربہ کار شہسوار عورتیں بھی تھیں۔ وہ ہر قسم کی جنگ جانتی تھیں۔ یہ آپس میں جمع ہوئیں اور خولہ نے اس طرح خطاب کیا۔

''اے حمیر کی بیٹیو! اور اے قبیلہ تبع کی یادگارو! کیا تم اس پر راضی ہو کہ رومی کفار بے دین تم کو لونڈیاں بنائیں، کہاں گئی تمہاری شجاعت اور تمہاری وہ غیرت جس کا ذکر عربی مجلسوں میں ہوا کرتا تھا؟ افسوس میں تمہیں غیرت سے علیحدہ اور شجاعت وحمیت سے خالی پا رہی ہوں۔ اس آنے والی مصیبت سے تو تمہاری موت بدر جہا افضل ہے۔''

یہ سن کر عفیرہؓ نے کہا، اے خولہ! تو نے جو کچھ بیان کیا بے شک درست ہے لیکن یہ بتاؤ کہ ہم قید میں ہیں، ہمارے ہاتھ میں نیزہ اور تلوار نہیں، ہم کیا کر سکتی ہیں؟ نہ گھوڑا ہے، نہ اسلحہ۔ کیونکہ اچانک ہم کو قید کر لیا گیا ہے۔ خولہؓ نے فرمایا کہ ہوش کرو خیموں کے ستون تو موجود ہیں، ہمیں چاہئے کہ انہیں اٹھا اٹھا کر ان بدبختوں پر حملہ کریں، آگے مدد اللہ فرمائے گا یا تو غالب آ جائیں گی ورنہ شہید تو

ہو جائیں گی۔ اس پر ہر خاتون نے خیمہ کی ایک ایک لکڑی اٹھائی۔ حضرت خولہؓ ایک بڑی لکڑی کاندھے پر رکھ کر آگے ہوئیں۔ حضرت خولہؓ نے اپنی ماتحت خواتین سے فرمایا کہ زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک ساتھ ہو جاؤ، متفرق نہ ہونا ورنہ سب قتل ہو جاؤ گی۔ اس کے بعد ھل من مبارز کا نعرۂ مستانہ بلند ہوا اور خولہؓ نے آگے بڑھ کر ایک رومی کافر کو مار کر قتل کیا۔ رومی حیران ہوئے کہ یہ کیا ہوا؟ دیکھا تو اسلام کی مائیں اب شیرنیاں بنی ہوئی تھیں۔ بطرس نے کہا، بدبختو! یہ کیا کر رہی ہو؟ حضرت عفیرہؓ نے فرمایا کہ آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان لکڑیوں سے تمہارے دماغ درست کر دیں اور تمہیں قتل کر کے اپنے اسلاف کی عزتوں کی حفاظت کریں۔ بطرس نے کہا کہ ان کو زندہ پکڑ لو، خولہ کا خیال رکھو۔ چاروں طرف سے تین ہزار رومی حلقہ باندھ کر کھڑے ہیں مگر کوئی شخص عورتوں تک نہیں آ سکتا اگر آگے بڑھتا ہے تو یہ عورتیں ان کے گھوڑے اور پھر ان کو مار دیتی ہیں۔ اس طرح تیس سواروں کو ان عورتوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بطرس یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو کر تلواروں سے حملہ آور ہوا، مگر یہ عورتیں ایک جگہ اکٹھی تھیں کوئی قریب نہ آ سکا۔ حضرت خولہؓ بیچ میں ایک شیرنی کی طرح دوڑ رہی تھی اور کچھ رجزیہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ بطرس ملعون نے کہا کہ اے خولہ اپنی جان پر رحم کرو میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ میرے دل میں تیرے لئے بہت جگہ ہے، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میں بادشاہ جیسا آدمی تیرا مالک بنوں اور میری ساری جائیداد تمہاری ہو جائے۔ حضرت خولہؓ نے فرمایا اے کافر بدبخت، فاجر کے بیٹے! خدا کی قسم، اگر میرا بس چلے تو ابھی تیرا سر اس لکڑی سے توڑ دوں۔ واللہ مجھے تو یہ

بھی پسند نہیں کہ تو میری بکریوں اور اونٹوں کا چرواہا بنے چہ جائیکہ تو میری برابری کا دعویٰ کرے۔ اس پر بطرس نے لشکر سے کہا کہ ان سب کو قتل کر دو۔ یسوع مسیح اور بادشاہ سے خوف کرو، کسی کو مت چھوڑو۔ لشکر والے نئے سرے سے تیار ہو ہی رہے تھے اور ابتدائی حملہ کر ہی رہے تھے اور یہ جانثار خواتین اس حملہ کو برداشت کر ہی رہی تھیں کہ اسلام کا لشکر خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پہنچا۔ غبار اٹھا، تلواریں چمکیں۔ عورتوں کی بہادری اور مقابلہ سے مسلمان انتہائی خوش ہوئے اور پھر پورے لشکر نے کفار کے ارد گرد گھیرا ڈال دیا اور ایک ساتھ حملہ کیا۔ خولہؓ نے چلا کر کہا کہ تبابعہ کی لڑکیو! اللہ کی مدد آ گئی ہے اللہ نے مہربانی کر لی ہے۔

جب بطرس نے اسلام کی فوج ظفر موج کو دیکھا تو کانپنے لگا۔ سب ایک دوسرے کا حیران ہو کر منہ تکنے لگے۔ بطرس نے عورتوں سے کہا کہ چونکہ ہماری بھی مائیں بہنیں ہیں لہٰذا میرے دل میں شفقت آ گئی ہے اب میں اس صلیب کے صدقے تم کو چھوڑتا ہوں، تم اپنے مردوں کو اطلاع کر دینا یہ کہہ کر بھاگنے لگا مگر بھاگنے سے پہلے پہلے اس نے اسلامی لشکر کے دو شہبازوں کو گھوڑے کداتے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا۔ ایک ننگے بدن کا ہے، نیزہ ہاتھ میں ہے، ایک خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دوسرے ضرار رضی اللہ عنہ بن ازور رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب خولہؓ نے اپنے بھائی کو دیکھا تو کہا بھائی جان کہاں چلے آئے۔ اللہ نے پہلے سے ہماری مدد فرمائی تھی۔ بطرس نے خولہ سے کہا، تم اپنے بھائی کے پاس جاؤ، میں تجھے اس کے حوالے کرتا ہوں اور بھاگنے لگا۔ خولہؓ ایک دم آگے آئیں اور فرمایا کہ یہ عربوں کے دستور کے خلاف ہے کہ تم مہربانی و شفقت کا ہاتھ بڑھاؤ اور ہم بے

رخی کریں۔ بطرس نے غصے میں کہا، مجھے اپنی شکل مت دکھاؤ۔ خولہؓ نے فرمایا مگر مجھے تو ہر حالت میں تیرا ساتھ دینا چاہیے۔ ادھر سے حضرت ضرارؓ او رخالدؓ آئے۔ جب بطرس نے ضرارؓ کو دیکھا تو چلا کر بولا، اے عربی! یہ میدان میں تیری بہن ہے، لے لو تمہیں مبارک ہو، میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہے۔ آپؓ نے فرمایا بہت اچھا میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا مگر میرے پاس اس وقت تیرے ہدیہ کا بدلہ دینے کے لئے کچھ نہیں ہے صرف یہ نیزہ ہے اسے لے لو۔ اس کے بعد ضرارؓ نے یہ آیت پڑھی و اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا۔ یہ کہہ کر اس کو ایک نیزہ مارا۔ وہ گھوڑے سے گرتے گرتے بچا۔ پھر ضرارؓ نے دوسرا وار کیا اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ حضرت خالدؓ چلائے اور فرمایا شاباش۔ حضرت ضرارؓ نے 30 رومیوں کو ادھر ہی مارا اور خولہؓ نے بھی بہت سے رومیوں کو قتل کیا تھا جو تھوڑے سے بچ گئے تھے وہ دمشق تک بھاگے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

ام حکیمؓ کے جہادی کارنامے

جنگ یرموک میں حضرت ام حکیمؓ بھی اپنے شوہر عکرمہؓ کے ساتھ شریک تھیں۔ آپ نے بڑی پامردی کے ساتھ کفار کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں حضرت عکرمہ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ام حکیمؓ نے خالد بن سعید سے نکاح کر لیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ جنوبی دمشق میں کفار کے ساتھ ایک معرکہ درپیش ہوا۔ ام حکیمؓ نے حضرت خالدؓ بن سعید سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ اس جنگ میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد آپ کے پاس آؤں۔ حضرت خالدؓ نے

کہا کہ مجھے امید ہے کہ اس جہاد میں شہید ہو جاؤں گا آگے جیسے آپ کی مرضی۔
آپ رخصت ہو کر خالد ؓ بن سعید کے پاس آگئیں۔ شب سہاگ کے بعد صبح
حضرت خالدؓ نے ولیمہ کیا۔ ولیمے سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ رومی فوج
آگئی اور خونریز لڑائی شروع ہوگئی۔ جس میں حضرت خالدؓ واقعی شہید ہو گئے۔
پھر ام حکیم ؓ نے اسی خیمے کی ایک چوب اکھاڑی جس میں انہوں نے
شب زفاف گزاری تھی۔ اسی لکڑی سے قتال شروع کیا اور بہادری کے وہ
جوہر دکھائے کہ مرد بھی عاجز آگئے۔ انہوں نے اس لکڑی سے سات
رومیوں کو قتل کیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

حبیبہ بنت ہاشمؓ کے جہادی کارنامے

آپ اسلام کے ایک مایہ ناز سپہ سالار ہاشم بن عتبہؓ کی صاحبزادی تھیں۔
سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی لیکن چند سال بعد ہی بیوہ ہوگئیں۔ آپ
نے اپنی باقی ساری زندگی اسلام کے لئے وقف کردی اور بہت سی جنگوں میں
حصہ لیا۔ اکثر معرکوں میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے۔
ایک مرتبہ ایران کے آتش پرستوں نے مل کر یہ طے کیا کہ ایک مرتبہ پورا
زور لگا کر ایران کی اسلامی حکومت کو ختم کر دیا جائے۔ لہٰذا معرکہ کارزار گرم ہوا۔
مسلمانوں کی فوج کی قیادت آپ کے والد ہاشم بن عتبہ کر رہے تھے۔ ان کے
ساتھ آپ بھی داد شجاعت دے رہی تھیں۔
دوران جنگ آپ بار بار یہ نعرہ لگاتیں " مردان صف شکن بڑھے چلو فتح
تمہاری منتظر ہے "۔ اس نعرے نے اسلامی لشکر میں جوش و ولولہ پیدا کر دیا۔
آپ خود ایسی بہادری سے لڑیں کہ ایرانی لشکر میں تہلکہ برپا کر دیا۔ آخر کار آپ

لڑتے لڑتے گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئیں۔آپ کے والد نے چاہا کہ آپ کچھ آرام کر لیں لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور برابر لڑتی رہیں۔جب باپ نے بار بار اصرار کیا تو آپ نے کہا:

"ابا جان! مجھے اس سعادت سے محروم نہ کریں۔یوں تو اسلام کی ہر چیز مجھے عزیز ہے لیکن شوہر کی وفات کے بعد میری یہی تمنا رہ گئی ہے اسلام کی خاطر لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور اپنے شوہر سے جا ملوں"

آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی۔بعد میں آرمیبیا کی جنگ میں آپ بذات خود ایک دستے کی کمان کر رہی تھیں۔چنانچہ اعلیٰ جنگی قابلیت کی بنا پر مختصر عرصہ میں آرمیبیا کا پورا علاقہ فتح کر لیا۔اسی اثنا میں بلخ میں دشمن کا ایک بڑا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کیلئے جمع ہوا۔اطلاع ملتے ہی ہاشم بن عتبہؓ آپ کو لے کر بلخ جا پہنچے۔گھمسان کی جنگ ہوئی۔اور عظیم الشان فتح مسلمانوں کا مقدر بنی۔

اس معرکہ کے بعد فرغانہ کا معرکہ پیش آیا اس میں ایک موقع پر آپ بری طرح دشمنوں میں گھر گئیں آپ کے ساتھ صرف چار سو جانباز تھے۔یہ ایک ایسا نازک موقع تھا جبکہ بڑے بڑے جانباز بھی گھبرا جاتے ہیں لیکن آپ مطلق نہ گھبرائیں اور مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ تلوار چلاتی دشمنوں کے لشکر کو چیرتی صاف بچ کر نکل گئیں اور پلٹ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے۔

ماؤں کا عزم و حوصلہ

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں تو کتنی ہی ایسی صابر ماؤں کا تذکرہ ملے گا جنہیں نے اپنے بیٹوں کو دولہا بنا کر میدان کارزار میں اتارا اور جہاد پر بھیجتے وقت ان کو

تاکید کی کہ بیٹے اگر پیٹھ پھیر کر آؤ گے تو دودھ نہ بخشوں گی۔ کٹ جانا، شہید ہو جانا لیکن میدان سے منہ نہ موڑنا۔ اگر تم شہید ہو جاؤ گے میں تم پر فخر کروں گی اور بزدلی دکھاؤ گے تو میں شرمندہ ہو جاؤں گی۔

ایسی ہی چند ایک ماؤں کا ذکر بطور مثال کیا جاتا ہے۔

حضرت خنساءؓ بنت عمرو کا جذبہ جہاد

سیدنا عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں جنگ قادسیہ کا شمار نہایت خونریز اور فیصلہ کن جنگوں میں ہوتا ہے۔ اس لڑائی میں سلطنت ایران نے اپنے دو لاکھ تجربہ کار جنگجو مسلمانوں کے مقابلے میں لا کھڑے کیے۔ دوسری طرف مجاہدین اسلام کی تعداد تیس اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ بعض مجاہدین کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی جہاد میں حصہ لینے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ اس موقع پر ایک ضعیف العمر خاتون حضرت خنساءؓ بھی اپنے چار جوان العمر بیٹوں کے ساتھ میدان جنگ میں موجود تھیں۔ نماز عشاء کے بعد اس بزرگ خاتون نے اپنے چاروں بیٹوں کو سامنے بٹھا کر فرمایا۔

''میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے ہو اور تم نے اپنی خوشی سے ہجرت کی۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ نہ تو میں نے تمہارے ماموں کو رسوا کیا نہ ہی تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کار ثواب نہیں۔

آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

یا ایھا الذین آمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون (آل عمران ع:20)

{اے مومنو۔ اپنے فرض منصبی پر مر مٹو اور دوسروں کو مر مٹنے کی تلقین کرتے رہو۔ آپس میں جڑے رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا تا کہ اپنی مراد حاصل کر سکو}

کل جب جہاد شروع ہو تو تمہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔ جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا اور شعلے بھڑکنے لگے تو تم کفار کی صفوں میں گھس جانا اور راہ حق میں تلوار کے جوہر دکھانا۔ ہو سکے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق بنو گے۔"

چاروں بیٹوں نے کہا اے مادر محترم! انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورے اتریں گے آپ ہمیں چٹان کی طرح ثابت قدم پائیں گی۔ صبح جب میدان کارزار میں پہنچے تو اس خاتون کے چاروں بیٹوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچیں اور میدان جنگ میں کود گئے۔ اس بزرگ خاتون کے چہرے پر عجیب قسم کا جلال تھا اپنے فرزندوں کو جہاد میں بھیج کر اس نے بارگاہ الٰہی میں دامن پھیلا کر یوں دعا کی۔

"الٰہی میری متاع عزیز تو یہی کچھ تھی۔ میں نے سب کچھ تیرے سپرد کر دیا۔ قبول فرمالے"

چاروں بیٹے میدان جنگ میں ایسی شجاعت اور بہادری سے لڑے کہ کفار کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے رہے۔ بالآخر دشمن کے نرغے میں آکر شہید ہو گئے۔ جب اس بزرگ خاتون کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو سجدے میں گر گئی اور زبان سے یہ الفاظ نکلے

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت سے مشرف فرمایا۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن مجھے ان شہیدوں کے ساتھ اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا"

تسلیم ورضا اور صبر وتحمل کا ایسا مظاہرہ اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کی بہادری

حضرت عبداللہ بن زبیر بڑے عالم، بڑے فقیہہ اور بڑے تھے۔ حضرت زبیر جو عشرے مبشرہ میں سے ہیں ان کے اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے تھے۔ سیدہ عائشہؓ کے سگے بھانجے تھے۔ عبداللہ بن زبیر ؓ نے جب دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کی حکومت نہج نبوت سے ہٹ گئی ہے تو انہوں نے حکومت وقت سے مقابلہ کیا، گورنر حجاج بن یوسف ثقفی سے مقابلہ ہوا بالآخر عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے۔ حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو پھانسی پر لٹکا دیا اور کہا کہ جب تک ان کی ماں سفارش نہیں کرے گی انہیں پھانسی سے نہیں اتاروں گا۔ عبداللہؓ بن زبیر صحابی ابن صحابی ابن صحابیہ ہیں۔ لوگوں سے یہ منظر دیکھا نہیں جاتا تھا۔ لوگ

ان کی لاش لٹکتی دیکھ کر تڑپ تڑپ کر روتے تھے۔ مجبور ہو کر ان کی والدہ کے پاس آئے اور کہا خدا کیلئے ہم پر رحم کھائیے۔ آپ کی ہمت میں تو کوئی فرق نہیں۔ کوئی فقرہ ایسا کہہ دیجئے جس سے ہم یہ تکلیف دہ منظر دیکھنے سے بچ جائیں۔ اللہ کی اس شیرنی نے کہا الم یان لھذا لفارس ان یترجل { کیا اس سوار کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ وہ پیدل ہو جائے } حجاج بھی انتظار میں تھا اس کو بھی لعنت پڑ رہی تھی اس نے اسی کو بہانہ بنا کر لاش اتارنے کا حکم دے دیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت کی ماؤں میں کتنی شجاعت، بہادری اور استقامت ہوتی تھی کہ ان کے پائے استقامت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

بہترین تحفہ

ابو قدامہ شامی ایک مجاہد تھے اور رومیوں کے خلاف جنگوں میں بہت جوش و جذبے کے ساتھ حصہ لیا۔ ایک دن مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اپنی جہادی زندگی کا ایک عجیب و غریب واقعہ سنانے لگے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار میں '' رقہ '' نامی شہر میں اونٹ خریدنے گیا تا کہ اس پر اپنا اسلحہ لاد سکوں۔ ایک دن وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے ابو قدامہ! معلوم ہوا کہ آپ جہاد میں جا رہے ہیں اور لوگوں کو بھی جہاد کی دعوت و ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطا کیے ہیں جو اور کسی عورت کو عطا نہیں فرمائے۔ میں نے ان بالوں کو کاٹ کر ایک رسی بنائی ہے۔ اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے، تا کہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں اور کسی

ضرورت مند مجاہد کو دے دیں تاکہ وہ اس کو اپنے گھوڑے کی لگاموں کے طور پر استعمال کر لے۔ پھر کہنے لگی میں ایک بیوہ عورت ہوں، میرا خاوند اور خاندان سب اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں۔ اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔ میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے جو قرآن کا عالم ہے، گھڑ سواری، تیر اندازی کا ماہر اور خوبصورت نوجوان ہے۔ وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔ اس کی عمر پندرہ سال ہے، ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمینوں پر گیا ہوا ہے، آپ کے جانے سے پہلے آ گیا تو اسے بھی ساتھ لیتے جانا میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطور ہدیہ آپ کے ساتھ میدان جہاد میں بھیجنا چاہتی ہوں۔ میں آپ کو اسلام کی حرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری یہ تمنا ضرور پوری کر دیں۔

ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے وہ رسی لے لی اور اپنے سامان میں رکھ لی۔ اور اپنے رفقاء سمیت ''رقہ'' سے روانہ ہوا۔ ہم نے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اس کا لڑکا گھوڑے پر سوار ہم سے آن ملا۔ وہ آ کر مجھے ملا اور کہنے لگا کہ میں اپنے والد کا انتقام لینے کیلئے نکلا ہوں۔ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں، امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بھی ان کی طرح قبول کر لے گا۔ میں نے کہا کہ بیٹا تم ابھی چھوٹے ہو، ابھی تم اپنی والدہ کی خدمت کر کے جنت حاصل کرو۔ اس نے کہا کہ چچا جان میری والدہ ہی نے تو مجھے بھیجا ہے۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں مجھے جہاد سے محروم نہ کریں۔ میں انشاء اللہ شہید ابن شہید بنوں گا۔ میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر اس کے پاس نہ جاؤں، انہوں نے مجھے کہا ہے میرے بیٹے! کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ

لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی جستجو کرنا اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنت میں ملنے کی کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرمائے تو پھر قیامت کے دن میری شفاعت کرنا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے ستر اہل خانہ اور ستر پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر بھینچا اور اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہا: ''اے اللہ! اے میرے مالک! یہ میرا بچہ ہے۔ میرے دل کا پھول، کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے تیرے سپرد کر رہی ہوں۔ اسے اپنے والد کے قریب کر دے''

ابو قدامہ کہتے ہیں کہ اس کی باتیں سن کر اور اس کی والدہ کا جذبہ دیکھ کر میں رویا اور اس کو اپنے ساتھ لے لیا۔ چلتے چلتے ہم دشمن کے علاقے کے قریب پہنچ گئے۔ حتی کہ ایک دن دشمن کا ٹڈی دل لشکر ہمارے بالکل سامنے آ گیا۔ ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو خوب قتل کیا اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا اور ان کی صفوں کے اندر تک گھستا چلا گیا۔ میں نے اسے اس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا اے لڑکے! ابھی تم بچے ہو اور لڑائی کے گروں سے ناواقف ہو۔ اس لئے پیچھے واپس چلو اور اس طرح دشمن کے درمیان میں نہ گھسو۔ اس نے کہا: چچا جان! آپ نے قرآن کی وہ آیت نہیں سنی (اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں لڑو تو پیٹھ نہ پھیرو) اے چچا جان! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر دوزخ والوں میں سے ہو جاؤں۔ ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ دشمن نے ہم دونوں پر اچانک حملہ کیا اور ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے۔ ہر شخص

اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا۔

اس دن بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گننے میں نہیں آ رہی تھی۔ میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا۔ ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا اور خون اور مٹی کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ ابھی میں گھوم ہی رہا تھا کہ میں نے اسی نوجوان کو گھوڑے کے سموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا۔ وہ زخمی حالت میں مسلمانوں سے کہہ رہا تھا کہ میرے چچا ابوقدامہ کو میرے پاس بھیج دو۔ میں آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ گیا خون، مٹی، اور گھوڑے کے سموں کے نیچے روندے جانے کی وجہ سے اس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے اس کو اپنی گود میں لے کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرنے لگا۔ اس نے کہا چچا جان مجھے صاف نہ کریں تاکہ میں اسی حال میں اپنے اللہ سے ملاقات کروں۔ ایک حور عین میرے سرہانے کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جلدی کیجئے میں بہت مشتاق ہوں۔ چچا جان جب آپ واپس جائیں تو میرے یہ خون آلود کپڑے میرے ماں کو دے دیں تاکہ اسے پتہ چل جائے کہ میں نے اس کی وصیت کو پورا کیا اور بزدلی نہیں دکھائی۔ اسے میرا اسلام دیجئے گا اور کہیے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ میری ایک چھوٹی بہن ہے اس کی عمر دس سال ہے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھی اور میرا بہت خیال کرتی تھی، وہ آپ سے ملے تو اسے میرا سلام دیجئے گا اور کہیے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے پیاری بہن اب قیامت تک اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ پھر وہ مسکرایا اور کلمہ شہادت پڑھا انہی الفاظ کے ساتھ اس نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

ہم نے اسے دفن کر دیا۔ جب ہم لڑائی سے واپس ہوئے تو رقہ شہر بھی آئے اور میں سیدھا اس نوجوان کے گھر گیا۔ میں نے دیکھا ایک خوبصورت بچی جو شکل میں اس نوجوان جیسی تھی۔ دروازے میں کھڑی تھی اور جہاد سے آنے والے ہر شخص سے اپنے بھائی کے بارے میں پوچھتی، وہ کہتے ہم تمہارے بھائی کو نہیں جانتے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو مجھ سے بھی اس نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا جہاد سے۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگی کہ کیا ہو گیا؟ سارے لوگ آرہے ہیں میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا۔ میں نے کہا بیٹی ذرا اپنی امی کو بتاؤ ابو قدامہ آئے ہیں۔ میری آواز سن کر وہ خاتون آ گئی۔ سلام کے بعد کہنے لگی ابو قدامہ خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے؟ میں نے پوچھا کیا مطلب؟ کہنے لگی اگر تو میرا بیٹا واپس آ گیا ہے تو پھر مجھ سے تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے تو پھر تم مجھے خوشخبری سنانے والے ہو۔ میں نے کہا خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ وہ رونے لگی اور کہنے لگی کیا واقعی قبول کر لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگی ''تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے اسے میرے لئے آخرت کا ذریعہ بنایا'' پھر میں نے بچی سے کہا ''بیٹی تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا تھا اور کہا تھا میرے بعد تمہارا اللہ نگہبان ہے'' یہ سن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ہلایا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ میں نے اس نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے سپرد کیئے اور میں اس نوجوان اور بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر و استقلال پر تعجب کرتے ہوئے واپس آ گیا۔

اماں زرعونہ کا جذبہ جہاد

اماں زرعونہ مشہور افغاں حکمران احمد شاہ ابدالی کی والدہ محترمہ تھیں۔ وہ بڑی دیندار اور جی دار خاتون تھیں۔ دل میں اسلام کیلئے محبت اور درد رکھتی تھیں۔ جب ہندوستان میں مرہٹوں نے غلبہ حاصل کرلیا اور وہ بڑھتے بڑھتے اٹک تک آ گئے تو قندھار میں مقیم احمد شاہ ابدالی نے ایک دن جرگہ طلب کیا۔ باہمی صلاح مشورے کے بعد طے پایا کہ دشمن سے مدافعت کے لئے قندھار میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا جائے۔ ابھی جرگہ کی کاروائی جاری تھی کہ اندر زنان خانہ سے احمد شاہ ابدالی کا بلاوا آ گیا۔

احمد شاہ ابدالی اٹھ کر اندر گئے تو ان کی والدہ محترمہ غصے میں کھڑی تھیں۔ اس نے احمد شاہ کو دیکھ کر ناراضی کا ظہار کیا۔ احمد شاہ حیران و پریشان ہو گیا۔ اس نے پوچھا کہ اماں خیریت تو ہے آپ کس بات پر ناراض ہیں؟ اماں نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کاش میں تجھ جیسے بیٹے کو جنم ہی نہ دیتی۔ کاش! میں تجھے اپنا دودھ نہ پلاتی۔ کیا اس روز کے لئے تجھے پالا پوسا تھا کہ ہندوستان کے مرہٹوں کے خوف سے تم قندھار میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کی بات کر رہے ہو، تاکہ تم اس قلعے میں مرہٹوں سے چھپ سکو۔ تمہیں تو چاہئے تھا کہ یہاں سے ہندوستان جاتے اور مرہٹوں کی کمر توڑ کر واپس آتے۔"

احمد شاہ نے سر جھکا کر کہا "اماں میں معافی مانگتا ہوں ان شاء اللہ آپ کی خواہش پوری کروں گا"

اس کے بعد احمد شاہ ابدالی مرہٹوں کی سرکوبی کیلئے ہندوستان روانہ ہوئے

اور ان سے کئی جنگیں لڑیں۔ بالآخر پانی پت کی جنگ میں مرہٹوں کی ایسی کمر توڑی کہ وہ پھر کبھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔

ایک خاتون کی حمیت اسلامی

احمد شاہ ابدالی جب پانی پت کی جنگ کیلئے ہندوستان کی طرف چلا تو ایک افغان سپاہی نے بھی جہاد کا ارادہ کیا اور بیوی بچوں سے رخصت ہو کر لشکر میں شامل ہو گیا۔ ایک طویل عرصہ تک مرہٹوں کے خلاف جنگ ہوتی رہی آخر کار کامیابی کے بعد لشکر واپس ہوا۔ اپنے وطن قندھار میں داخل ہونے سے پہلے لشکر نے کہیں تین دن کیلئے پڑاؤ کیا۔ اب اس سپاہی کے دل میں اپنے بیوی بچوں کی محبت نے جوش مارا۔ اور وہ مزید تاخیر کے کسی حکم کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے سوچا کہ میں جہاد کیلئے نکلا تھا اور اس میں کامیابی بھی ہو گئی، اب میں کیوں یہاں ٹھہروں لہٰذا خاموشی سے چلا جاتا ہوں اور بیوی بچوں سے مل کر شاہی لشکر کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے دوبارہ اس میں آن ملوں گا۔

سپاہی گھر پہنچا تو بچوں کو خوب بھینچ بھینچ کر پیار کیا۔ اتنے میں بیوی بھی آ گئی تو وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے ذہن میں تھا کہ شوہر یا تو شہید ہو گیا ہو گا اور یا لشکر کے ساتھ فتح کے پھریرے لہراتے ہوا آئے گا۔ لیکن یہاں تو لشکر کی دور دور تک کوئی خبر نہیں تھی۔ اس نے بجائے مسرت اور شادمانی کا اظہار کرنے کے غصے سے کہا " احمد شاہ بابا اور شاہی لشکر کہاں ہے اور جس مقصد کیلئے تم ہندوستان گئے تھے اس کا کیا بنا؟ "

شوہر نے جواب دیا " کافروں کو شکست فاش ہوئی ہے۔ شاہی لشکر فتح کے

پھریرے لہراتا وطن واپس آرہا ہے اور قندھار سے صرف دو منزل پر ہے میں اپنے اہل وعیال کی محبت سے مجبور ہو کر جلدی یہاں آگیا ہوں"

بیوی نے کہا" مجھے کیسے یقین آئے کہ تم جو کہہ رہے ہو درست ہے۔ جو بھی تمہیں دیکھے گا وہ تو یہی سمجھے گا کہ تم جہاد سے بھاگ آئے ہو"

شوہر نے کہا"اس میں شبہ کی کونسی بات ہے شاہی لشکر دو دن بعد پہنچ ہی جائے گا۔"

بیوی کہنے لگی"اگر یہ سچ ہے تو ابھی واپس چلے جاؤ اور شاہی لشکر کے ساتھ ہی واپس آنا۔ جب تک احمد شاہ بابا کا لشکر قندھار نہیں پہنچ جاتا میں تمہاری شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں۔"

اگرچہ سپاہی نے بہت کہا کہ ایک دن گھر میں ٹھہر کر چلا جاؤں گا لیکن باحمیت بیوی نے صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں ایک لمحہ بھی گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دیتی۔ مجبوراً شوہر اٹھا اور شاہی لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔ لشکر میں پہنچا تو بلا اجازت لشکر سے نکلنے کے جرم میں گرفتار کر کے احمد شاہ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ احمد شاہ ابدالی نے وجہ پوچھی تو اس نے اپنے جانے اور آنے کی ساری کہانی سنا دی۔ احمد شاہ ابدالی اپنے وطن کی ایک بیٹی کی غیرت وحمیت کا حال سن کر بہت خوش ہوا۔ اس سپاہی کو تو سچ بولنے کی بناء پر فوراً چھوڑ دیا اور قندھار پہنچ کر اس سپاہی کی بیوی کو انعام واکرام سے نوازا۔

یہ پہلے وقتوں میں ہماری مسلمان ماؤں بہنوں اور بیویوں کا حال تھا کہ وہ دینی اور ملی جذبات میں مردوں سے بھی آگے نکل جاتی تھیں۔ جب کہ آج کی عورتیں مردوں کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہیں۔

ماضی قریب کی خواتین میں جذبہ جہاد

اللہ رب العزت کے نام پر جان قربان کرنے کی تمنا جس طرح مردوں کے دل میں گدگدی کرتی ہے اسی طرح خواتین کے دلوں کو بھی تڑپاتی ہے۔ ماضی بعید کی خواتین کے جہاد میں جو کارنامے سرانجام دیئے اس کی چند جھلکیاں پیش کی جا چکی ہیں۔ ماضی قریب کی خواتین بھی اس جذبے سے سرشار نظر آتی ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

''ہمارے خاندان میں ایک بہت اچھا دستور تھا کہ جہاں کہیں کوئی غمناک واقعہ پیش آتا لوگوں کے دل دکھے ہوئے ہوتے یا کوئی پریشانی کی بات ہوتی تو ''صمصام الاسلام'' سنی جاتی۔ یہ مشہور مورخ واقدی کی کتاب ''فتوح الشام'' کا پچیس ہزار اشعار پر مشتمل مجموعہ ہے۔ یہ ہمارے خاندان کے ایک بزرگ اور میرے والد ماجد کے حقیقی پھوپھا سید عبدالرزاق صاحب کلامی کی لکھی ہوئی ہے۔ بڑے جوش وخروش سے بھری ہوئی درد واثر میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس میں جنگ کا نقشہ ایسا کھینچا گیا ہے کہ دل جوش سے اچھلنے لگتے ہیں، نبض تیز ہو جاتی ہے، شہادت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ خود راہ خدا میں جان دینے کے لئے دل بے تاب ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور مجاہدین کے غم کے سامنے آدمی اپنا غم بھول جاتا ہے۔ میری بڑی خالہ مرحومہ صالحہ بی بی جو قرآن مجید کی بھی حافظہ تھیں یہ منظوم فتوح الشام بڑے پراثر انداز اور دلکش لہجے میں پڑھتی تھیں۔ پڑھتے پڑھتے کتاب ان کو بہت رواں ہو گئی تھی۔ عموماً عصر کے بعد یہ مجلس ہوتی بچے بھی اپنی ماؤں کے پاس کھیلتے یا کسی پیغام کے لئے آ جاتے اور بے ارادہ کچھ دیر ٹھہر کر سنتے کبھی بارادہ بیٹھ جاتے اور کبھی مائیں اپنے پاس بٹھا کر سننے کا موقعہ دیتیں۔

پھر جب اس میں لطف آنے لگتا تو کھیل چھوڑ کر اس مجلس میں شریک ہوتے''۔

اس سے ماضی قریب کی عورتوں کے اندر جہاد کا جذبہ موجزن دکھائی دیتا ہے۔ چند مثالیں بھی درج ذیل ہیں۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

ایسی مائیں دنیا میں بہت کم ہیں جو بیٹے کو مرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے خود روانہ کریں۔ ایک مرتبہ سید صاحب نے میدان جہاد میں جانے پر آمادگی ظاہر کی تو ماما نے جانے نہ دیا۔ والدہ محترمہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ سید صاحب منتظر کھڑے رہے جب آپ نے سلام پھیرا تو ماما سے کہا بی بی تمہیں ضرور احمد سے محبت ہے مگر میری طرح نہیں ہوسکتی۔ یہ روکنے کا موقع نہیں۔ جاؤ بیٹا اللہ کا نام لے کر جاؤ مگر خبردار پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ تمہاری صورت کبھی نہ دیکھوں گی۔

مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

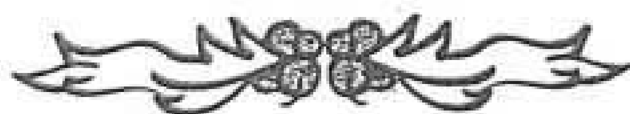
مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی دونوں بھائی تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھیں۔ ذکر اسم ذات کی برکت سے ایمان کی حلاوت نصیب ہو چکی تھی۔ جب انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی تحریک چلی تو اس نیک خاتون نے دونوں بچوں کو شہادت کے لئے پیش کر دیا۔ بقول شاعر

بولی اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

خواتین اسلام کے یہ ایسے کارنامے ہیں جنہوں نے قیامت تک کیلئے

عورتوں کو سرخرو کر دیا۔ ان واقعات میں آج کی ان خواتین کیلئے سبق آموز درس ہے جنہوں نے اپنی تمام تر مساعی کا مرکز ومحور دنیا کو ہی بنالیا ہے۔ جو اپنے آپ کو دین کے ہر کام میں پیچھے پیچھے رکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم تو فقط بناؤ سنگھار اور زیب و زینت اختیار کر کے مردوں کا دل لبھانے کیلئے پیدا ہوئی ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنے بچوں اور شوہروں میں دینی جذبات کو بیدار کریں ان کو جہاد کیلئے تیار کریں اور قیامت کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل کریں۔

وَ فِیْ ذَالِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْن





مسلمان شہزادیوں کے کارنامے

اسلامی تاریخ سے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ مسلمان خواتین کے کارنامے بے شمار ہیں۔ طرہ یہ کہ محلات میں ناز ونعمت میں پلنے والی اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والی شہزادیوں نے بھی عجیب دینداری کی زندگی گزاری اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ان کے دل میں بھی خوف خدا ہوا کرتا تھا۔ ان کے دل میں مخلوق خدا کی خیر خواہی کا جذبہ ہوتا تھا اور ان کا زیادہ وقت تلاوت قرآن اور یاد الٰہی میں گزرتا تھا۔

چند واقعات درج ذیل ہیں۔

شہزادی علیہ

یہ تیسرے عباسی خلیفہ مہدی (158ھ) کی بیٹی تھیں۔ والد نے ان کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا تھا۔ چنانچہ اس نے قرآن و حدیث اور دوسرے متداولہ علوم میں اعلیٰ درجے کی دسترس حاصل کی۔ بہت پرہیز گار اور پابند صوم و صلوۃ تھی اور قرآن پاک کی تلاوت بڑی خوش الحانی سے کرتی تھی۔ شعروشاعری میں بھی درک رکھتی تھیں اور اس کے حمد ونعت کے اشعار بہت مقبول تھے۔

شہزادی عباسہ

شہزادی عباسہ خلیفہ المہدی عباسی (169ھ) کی بیٹی اور خلیفہ ہارون رشید کی بہن تھیں۔ان کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی اور مختلف علوم میں انہوں نے درجہ تبحر حاصل کیا۔وہ قرآن حکیم کی تفسیر اور شرح ایسی عمدگی سے کرتی تھیں کہ بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے تھے۔کلام اللہ کی قرأت نہایت خوش الحانی سے کرتی تھیں۔شعرو شاعری سے بھی شغف تھا۔

بی بی منفوسہ

شاہ فارس و عراق ابوالفوارس زید (۳۷۲ھ) کی صاحبزادی تھیں۔ صاحب طبقہ شعرانی نے ان کو طبقہ اولیاء میں شمار کیا ہے۔ بے حد عبادت گزار تھیں اور ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہتی تھیں۔مجسمہ تسلیم و رضا تھیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد کی نعمت سے بھی کئی مرتبہ نوازا لیکن ان کے صبر کا امتحان یوں لیا کہ کسی بچے کو بھی طویل زندگی عطا نہ کی۔انکے سب بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے تھے۔جب کوئی بچہ فوت ہو جاتا تو اس کا سر اپنی گود میں لے کر بیٹھ جاتیں اور کہتیں۔

"خدا کی قسم تیرا آگے جانا میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں تجھ پر نوحہ کروں اگر چہ تیری جدائی میرے لئے حسرت ناک ہے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے"

پھر معدی کرب کا یہ شعر پڑھتیں۔

و انـــا الـقــوم دمــو عـنـــا

علی ھالک من و ان قصم الظھر

{ہم ایسے لوگ ہیں کہ اپنے مردوں پر نہیں روتے اگر چہ صدمہ

سے کمر ٹوٹ جاتی ہے}

اس کے بعد نہایت صبر سے بچے کی تجہیز و تکفین کرتیں پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔

ملکہ زبیدہ اور نہر زبیدہ

زبیدہ خاتون اپنے کی وقت کی نیک ملکہ تھیں۔ عام عورتیں اپنے شوہروں سے دنیا کی چیزیں بنواتی ہیں، کہیں آپ کو یہ نظر آئے گا کہ ممتاز محل نے اپنے لئے تاج محل بنوایا، گلشن آرا نے اپنے لئے باغ بنوایا نور جہاں نے اپنے لئے مقبرہ بنوایا لیکن یہ وہ خاتون ہے جس نے اپنے خاوند سے فرمائش کی اور حجاج کے پانی کی تنگی دور کرنے کے لئے طائف اور وادی نعمان کے چشموں سے مکہ تک پانی پہنچانے کیلئے ایک نہر بنوائی، جس سے لاکھوں انسانوں نے، حیوان نے، چرندوں اور پرندوں نے پانی پیا اور ان کی زندگیاں بچیں اور اس نیک خاتون کو اس کا ثواب ملتا رہا۔ اس نہر کا نام ''نہر زبیدہ'' تھا۔

ہارون الرشید کے دور خلافت سے پہلے ہی مکہ میں پانی کی انتہائی قلت ہو چکی تھی۔ ملکہ زبیدہ کو جب اہل مکہ کی تکلیف کی خبر پہنچی تو وہ سخت بے چین ہو گئی اور اس نے ٹھان لی کہ جیسے بھی ہو مکہ میں پانی کا کوئی مستقل انتظام کرنا چاہئے۔ اس نے جب علاقے کا سروے کروایا تو پتہ چلا کہ مکہ کے نواح میں پانی یا تو وادی طائف کے چشموں میں ہے یا وادی نعمان میں اور ان کا فاصلہ مکہ سے

پچیس کلومیٹر ہے۔اور پہاڑیوں کا کاٹتے ہوئے نہر کھود کر لانا محال ہے۔ملکہ نے بھی پکا ارادہ کرلیا کہ نہر بنوانی ہے خواہ مزدور کو ایک کدال مارنے کی قیمت ایک اشرفی کیوں نہ دینی پڑے۔

نہر زبیدہ بنانے کیلئے ملکہ زبیدہ نے کھدائی اور تعمیرات کے بڑے بڑے ماہرین اور انجینئروں کو طلب کیا اور انہیں کہا کہ ہر قیمت پر مکہ مکرمہ میں پانی پہنچائیں۔ملکہ کا حکم ملتے ہی انجینئروں نے بے شمار کاریگروں اور مزدوروں کی مدد سے نہر کھودنے کا کام شروع کردیا۔یہ لوگ مسلسل تین سال تک دن رات پہاڑیاں کاٹنے اور نہر بنانے میں مشغول رہے آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی محنت شاقہ کو بارآور کیا اور نہر تیار ہوگئی اس کام پر ملکہ کے ستر لاکھ طلائی دینار خرچ ہوئے۔جب اخراجات کا حساب ملکہ کے سامنے پیش کیا تو وہ دریائے دجلہ کے کنارے اپنے محل میں بیٹھی تھی۔اس نے حساب کے کاغذات پر سرسری نظر بھی نہ ڈالی اور سب کو یہ کہہ کر دریا میں ڈال دیا کہ ہم نے حساب کو ''حساب کے دن'' کے لئے چھوڑ دیا ہے کیونکہ یہ کام میں نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے کیا ہے۔ اگر میرے ذمہ کسی کو کچھ دینا آتا ہو تو وہ مجھ سے لے لے اور اگر میرا کسی کے ذمہ کچھ باقی ہو تو میں نے اس کو معاف کیا۔

شروع میں نہر زبیدہ کا نام ''عین المشاش'' تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے زبیدہ کے نام کو قبولیت بخشی اور اس کا نام نہر زبیدہ ہی مشہور ہوا۔یہ نہر مکہ معظمہ سے چند کلومیٹر دور جبل عرفات کے ساتھ ساتھ بہتی ہوئی ایک مقام چاہ زبیدہ پر ختم ہوجاتی ہے۔وہاں تک اس کی لمبائی 33 کلومیٹر ہے۔ملکہ کی خواہش تو یہی تھی کہ یہ مکہ مکرمہ تک جائے لیکن آگے ایسی رکاوٹ آگئی کہ اس کو وہیں تک ختم کرنا پڑا

پھر بھی اہل مکہ کو اس سے کافی آرام ہو گیا کہ یہاں سے پانی مکہ مکرمہ تک آسانی سے پہنچایا جا سکتا تھا۔

بیٹوں کی تعلیم و تربیت

اس خاتون کے کئی بیٹے تھے اور اس نے اپنے دو بیٹوں کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا اور حضرت رحمۃ اللہ سے عرض کیا کہ آپ ان کو علم اور ادب کی تعلیم دیجئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے خاوند ہارون الرشید کو بھیجا کہ آپ جا کر دیکھیں کہ ہمارے بیٹے ادب سیکھ بھی رہے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ بادشاہ امام ابو یوسفؒ کے پاس پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ امام صاحب وضو کر رہے ہیں اور ان کا بیٹا جو وقت کا شہزادہ تھا وہ لوٹے سے پانی ڈال کر امام صاحب کو وضو کروا رہا ہے۔ ہارون الرشید کھڑے ہو کر دیکھتے رہے۔ جب وضو کر کے فارغ ہوئے تو امام صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ وہ امام ابو یوسفؒ سے عرض کرنے لگے، حضرت! میری بیوی نے تو بچوں کو اس لئے بھیجا تھا کہ آپ ان کو ادب سکھاتے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ ان کو ادب ہی سکھایا ہے کہ میں وضو کر رہا تھا اور یہ شہزادہ ہو کر پانی ڈال رہا تھا۔ انہوں نے کہا، نہیں، میری بیوی یہ چاہتی ہے کہ آپ ان کو ایسا ادب سکھاتے کہ یہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں کو مل کے دھو رہا ہوتا۔ سبحان اللہ، اس وقت کے بادشاہوں اور ان کی بیویوں کے دلوں میں بھی یہ تڑپ ہوتی تھی کہ ہماری اولادیں ایسا علم اور ادب حاصل کریں۔

روزانہ دس مرتبہ قرآن مجید کی تلاوت

زبیدہ خاتون کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ علماء صلحاء کی بڑی قدر دان تھی اور ان کو مستقل وظیفے دیئے کرتی تھی۔ اس نے عمر بھر عذر شرعی کے بغیر نہ کبھی نماز قضا کی اور نہ روزہ چھوڑا۔ اس نے سو خادمائیں گھر میں ایسی رکھی ہوئی تھیں جو حافظہ اور قاریہ تھیں۔ ہر حافظہ کے ذمے تھا کہ روزانہ تین پارے قرآن مجیذ کے تلاوت کرے۔ اس طرح روزانہ دس مرتبہ قرآن مجید پڑھا جاتا تھا۔ شاہی محل میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہر طرف سے قرآن کی آوازیں آتی تھیں۔ آج اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مال عطا کر دے تو اس کے گھر سے ٹی وی ڈراموں اور میوزک کی آوازیں آ رہی ہوتی ہیں، مگر وہ اللہ تعالیٰ کی کیسی نیک بندیاں تھیں کہ ان کے گھروں سے اللہ کا قرآن پڑھنے کی آوازیں آ رہی ہوتی تھیں۔

شہزادی فاطمہ خانم

فاطمہ خانم ترکی کے ایک عثمانی فرمانروا سلطان سلیم کی دختر نیک اختر تھی۔ اس نے نہر زبیدہ کی تعمیر نو کا کارنامہ سرانجام دیا۔ نہر زبیدہ کی تعمیر سے تقریباً سات سو سال کے بعد مکہ کے تمام چشمے اور کنویں خشک ہو گئے۔ نہر زبیدہ بھی پتھروں اور ریت سے پر ہوگئی اور جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی۔ اس میں پانی بہت کم رہ گیا اور ایک بار پھر مکہ مکرمہ میں پانی کی قلت واقع ہوگئی۔ جب ان حالات کی خبر اس نیک دل ترک شہزادی کو ہوئی تو وہ بے چین ہوگئی اور اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ مکہ کے ہر گھر میں پانی پہنچانے کا انتظام کرے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک

معتمد ملازم کو مال و دولت دے کر حکم دیا کہ مکہ پہنچ کر پہلے تو نہر زبیدہ کی صفائی کرواؤ اور پھر اسے چاہ زبیدہ سے خاص شہر مکہ تک پہنچانے کا انتظام کرو۔

چنانچہ بڑے بڑے انجینئروں اور سینکڑوں مزدوروں کو اس کام پر لگا دیا گیا اور نہر کی صفائی اور توسیع کا کام بڑے زور و شور سے شروع کر دیا گیا۔ پتہ یہ چلا کہ نہر زبیدہ سے مکہ شہر کے درمیان راستے میں بڑی بڑی چٹانیں حائل تھیں جن کو توڑنا بہت مشکل تھا۔ ایک چٹان ایسی بھی تھی جو دو ہزار فٹ لمبی، پچاس فٹ موٹی تھی اور چوڑائی کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ نہ اس وقت ڈائنامیٹ تھا اور نہ اور ایسی مشینیں تھیں جن سے پہاڑ کاٹنے کا کام لیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ انجینئر بھی ہمت ہار گئے کہ یہ کام نہیں ہو سکتا۔ لیکن شہزادی فاطمہ نے ہمت نہ ہاری اور اس نے بڑا سخت فرمان جاری کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے یہ کام کرنا ہے۔ حتیٰ کہ دس سال کی محنت شاقہ کے بعد وہ دن بھی آیا کہ نہر زبیدہ مکہ مکرمہ تک پہنچ گئی وہ دن اہل مکہ کیلئے بڑی خوشی کا دن تھا، انہوں نے دعوتیں کیں اور غریبوں مسکینوں میں دل کھول کر خیرات کی۔ اس نیک کام کی بدولت شہزادی فاطمہ کو ملکہ زبیدہ ثانی کہا جاتا ہے۔

ملکہ سلیمہ سلطان

ملکہ سلیمہ سلطان خاندان غلاماں کے ہندوستان کے آخری فرمانروا سلطان ناصر الدین کی بیگم تھی۔ ایک بہت بڑے سردار الغ خان کی بیٹی تھی جو بعد میں خود ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ لہٰذا اس کی پرورش بڑے ناز و نعمت میں ہوئی تھی۔ شادی کے بعد یہ سلطان ناصر الدین کے گھر آ گئی۔ اب سلطان ناصر الدین تو بڑا پرہیز گار اور درویش صفت آدمی تھا۔ فارغ وقت میں قرآن پاک لکھ کر اپنی روزی

کمایا کرتا تھا اور اپنی ذاتی ضروریات کے لئے سرکاری خزانے سے کچھ نہیں لیتا تھا۔ چونکہ زیادہ آمدن نہیں ہوتی تھی اس لئے گھر کی زندگی بڑی غریبانہ تھی۔ کوئی خادمہ یا باورچن تو گھر میں تھی نہیں لہٰذا ملکہ کو سارا کام خود ہی کرنا پڑتا۔ درویش صفت شوہر کی پرہیز گاری اور قناعت کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنی طبیعت کو بھی اسی سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ پھر بھی کبھی کبھی اس کو اپنا ماضی یاد آجاتا ایک دن اس نے دن شوہر سے کہا میں نے اپنے گھر میں کبھی روٹی نہیں پکائی تھی لیکن یہاں مجھے خود روٹی پکانی پڑتی ہے۔ کئی دفعہ میرے ہاتھ بھی جل جاتے ہیں اور ان میں چھالے پڑ جاتے ہیں آپ میرے لئے ایک خادمہ کا بندوبست کر دیں۔ ملکہ کی بات سن کر بادشاہ رونے لگا۔ پھر اس نے کہا بیگم یہ دنیا گزر جانے والی ہے اس تکلیف کو برداشت کر کے صبر کرو قیامت کے دن اللہ تم کو اس کا اچھا بدلہ دے گا میری آمدن بہت معمولی ہے اور میں ایک غریب آدمی ہوں اس لئے تمہارے لئے کسی خادمہ کا انتظام کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ سرکاری خزانے پر تو رعایا کا حق ہے میں اس کا مالک نہیں۔ سلیمہ سلطان شوہر کی بات سن کر خاموش ہوگئی اور عمر بھر گھر کا سارا کام ہنسی خوشی کرتی رہی اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائی۔

شاہ کابل کی بیوی کا عجیب واقعہ

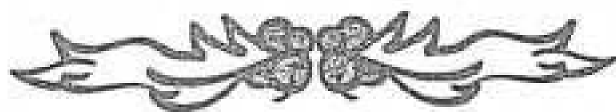
امیر محمد والی کابل کے دادا امیر دوست محمد خان کے متعلق حکایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اس کے ملک پر چڑھائی کی۔ اس کی سرکوبی کے لئے اس نے ایک فوج اپنے ولی عہد شہزادے کے ہاتھ بھیجی۔ اطلاع آئی کہ شہزادے کو شکست ہوئی اور وہ مفرور ہو کر آرہا ہے اور دشمن اس کے پیچھے ہے۔ امیر کو سخت صدمہ ہوا اور کئی غم سوار ہوئے، شکست کا غم، شہزادے کی کمزوری کا غم اور رعایا کی ملامت کا

غم ۔انہی غموں میں پریشان حال ہو کر گھر آیا اور بیگم صاحبہ سے تمام قصہ سنایا۔ بیگم نے کہا کہ یہ سارا قصہ غلط ہے۔امیر نے کہا، سی آئی ڈی کی رپورٹ ہے وہ کیسے غلط ہو سکتی ہے؟ مگر بیگم نے کہا کہ شکست ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بادشاہ نے کہا یہ عورت ہے، یہ مرغی کی ایک ٹانگ ہی ہانکے گی۔ دوسرے دن اطلاع آئی کہ وہ خبر غلط تھی، شہزادہ فتح یاب ہو کر آ رہا ہے۔

بادشاہ خوشی خوشی گھر گیا اور بیگم سے کہا کہ واقعی تمہاری بات سچی رہی. کہ شہزادہ کامیاب ہو کر آ رہا ہے۔اس پر بیگم نے شہزادے کی سلامتی اور فتح یابی پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے پوچھا، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ شہزادہ شکست نہیں کھا سکتا؟ کیا دلیل ہے تیرے پاس کہ میری پوری حکومت کو تو نے جھٹلایا۔ کہنے لگی کچھ نہیں صرف اللہ تعالیٰ نے میری لاج رکھ لی، یہ میرا راز ہے میں اس کو فاش نہیں کرنا چاہتی۔آخر اصرار کرنے پر بتایا کہ جب یہ شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے اس وقت سے عہد کر لیا تھا کہ میرے پیٹ میں مشتبہ غذا نہ جائے کہ حلال غذا سے اچھی طبیعت اور اچھے اخلاق بنتے ہیں اور حرام غذا سے طبیعت فاسد اور اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شہزادہ نو مہینے تک میرے پیٹ میں رہا اور ایک لقمہ غذا کا میں نے ایسا نہیں کھایا جو مشتبہ ہو۔اس لئے اس کے اخلاق رذیلہ اور برے نہیں ہو سکتے۔شہید ہونا اچھا خلق ہے اور پشت پھیر کر بھاگنا برا خلق ہے تو میں نے سوچا کہ شہزادہ شہید تو ہو سکتا ہے اور کٹ کر مر سکتا ہے مگر پشت پھیر کر فرار نہیں ہو سکتا۔اسی پر بس نہیں بلکہ جب یہ شہزادہ پیدا ہوا تب بھی میں نے مشتبہ غذا استعمال نہیں کی تاکہ اس غذا سے دودھ پیدا ہو کر اس کے اخلاق پر اثر انداز نہ ہو اور جب دودھ پلاتی تو وضو کر کے اور دو رکعت نفل ادا کر کے

پلاتی۔اس لئے میں نے تمہاری ساری فوج اور حکومت کو جھٹلا دیا مگر اپنے قول سے باز نہیں آئی۔

ان واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ محلات میں رہنے والی اور امراء و روساء کے گھروں میں ناز و نعمت میں پلنے والی خواتین بھی جب نیک نیت ہو جائیں تو وہ بھی تقویٰ پرہیز گاری کی زندگی گزار سکتی ہیں۔ان کا شمار بھی اللہ کی نیک بندیوں میں ہو سکتا ہے۔دنیا کی نعمتیں عارضی ہیں اور یقیناً ختم ہونے والی ہیں لیکن جنت کی نعمتیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گی۔





باب 8

خواتین اور فن و ادب

اسلام سے پہلے عرب کی علمی کائنات جو کچھ تھی وہ شاعری تھی یا زبان کی فصاحت و بلاغت۔ وہ اپنے آپ کو عربی کہتے تھے اور دوسروں کو عجمی کہتے تھے۔ عجم کے لغوی معنی گونگے کے ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو وہ اتنا زبان دان سمجھتے تھے کہ دوسروں کو اپنے سامنے گونگا تصور کرتے تھے۔ عربی زبان کے اسی پس منظر کی وجہ سے اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم دینیہ کو زبان و ادب سے ہمیشہ ایک خاص تعلق رہا۔ حتیٰ کہ مسلمان خواتین بھی شعر و سخن میں وہ کمال رکھتی تھیں کہ اب تک ان کا کلام عرب شاعری کی زینت بنا ہوا ہے۔

سیدہ عائشہؓ اور علم و ادب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسی عہد میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے بعض قریبی رشتہ دار شعر و سخن کے جوہری تھے۔ اسی لئے یہ فن بچپن میں ہی انہوں نے سیکھا۔ ان کے تلامذہ ان کو کہا کرتے تھے کہ ہم کو آپ کی شاعری پر تعجب نہیں اس لئے کہ آپ ابوبکرؓ کی بیٹی ہیں۔ حضرت عائشہؓ دوران تدریس اپنی شاگردوں کی زبان کے تلفظ اور ادائیگی کی درستگی کا بہت خیال رکھتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کے اس ذوق شاعری کو دیکھتے ہوئے شعراء اپنا کلام ان کو سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ جو مدینہ کے مشہور شاعر تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے اشعار سناتے تھے۔ اس کے علاوہ دربار نبوت کے دوسرے شاعر حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے نام بھی اس سلسلے میں آتے ہیں۔

سیدہ عائشہؓ کے اشعار جو انہوں نے نبی علیہ السلام کے حسن و جمال کے متعلق لکھے ہیں اپنی مثال آپ ہیں۔

شمس لنا و للآفاق شمس
شمسی خیرا من شمس السماء
و شمس الناس تطلع بعد الفجر
و شمسی تطلع بعد العشاء

{ایک میرا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے۔ میرا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے۔ لوگوں کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے}

حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ بڑے اچھے موڈ میں تھے حضرت علیؓ نے طفلن طبع کے طور پر فرمایا

ان النساء شیاطین خلقن لنا نعوذ باللہ من شر الشیاطین

{عورتیں شیاطین کی رسیاں ہیں جو ہمارے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے شیاطین کے شر سے پناہ مانگتے ہیں}

سیدہ فاطمہ نے فوراً فی البدیہہ کہا

ان النساء رياحين خلقن لكم و كلكم يشتهي شم الرياحين

{عورتیں خوشبوئیں ہیں جو تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں اور تم میں سے ہر ایک ان خوشبوؤں کے سونگھنے کا شوق رکھتا ہے}

حضرت صفیہؓ

نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ ایک فصیح اللسان اور شیریں کلام خاتون تھیں۔ یہ ہاشمیات خواتین کی شاعرہ بنیں۔ ان کے اشعار میں معنویت پائی جاتی تھی۔ ان کو سن کر طبیعت میں رقت، نرمی اور بہادری پیدا ہوتی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کو ایسے اشعار سناتی تھیں جوان میں بہادری اور جوان مردی کو اکساتے تھے۔ وہ عرب کی نامور شاعرات میں سے تھیں۔ سیرت کی کتابوں میں ان کے اشعار محفوظ ہیں۔

اپنے والد کی وفات پر انہوں نے ایک مرثیہ کہا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں

ارقت لصوت نائحة بليل

على رجل بقارعة الصعيد

{مجھے رحم آتا ہے اس آواز پر جو رات کے وقت نوحہ کرنے والی کی ہے اس شخص پر جو مٹی کی مصیبت میں ہے}

فضاقت عند ذلكم دموعي

على خدى كمنجدر الفريد

{پر ایسے وقت میرے آنسو بہہ پڑتے ہیں میرے رخساروں پر جیسے

گرتے ہوئے موتی}

وہ اپنے بھائی حضرت حمزہ کی شہادت پر بھی اپنا انمول کلام پیش کرتی ہیں۔
لیکن ان کا کلام اپنی انتہا کو پہنچتا ہے جب حضور نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات ہوتی ہے۔ اس موقع پر قصیدہ اور مرثیہ کہتے ہوئے فرماتی ہیں۔

عین جودی بدمعة و سهود
واندابی خیر هالک مفقود

{اے آنسوؤں اور بیداری کے ساتھ سخاوت کرنے والی آنکھ نوحہ کر
اس شخص پر جو سب سے بہتر ہے۔ اور مفقود ہو گیا ہے۔ چلا گیا ہے}

نادبی المصطفی بحزن شدید
خالط القلب فهو کالمعمود

{اور مصطفیٰ پر رو سخت غم کے ساتھ جو دل میں اتر گیا ہے پس وہ دل
بیماری کی طرح ہے جو بغیر سہارہ ء (رسول) نہیں بیٹھ سکتا}

آپ ﷺ کی وفات پر یہ اشعار بھی کہے

الا یا رسول الله کنت رجاء نا
و کنت بنا برا و لم تک جافیا

{اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہماری امیدوں کا مرکز تھے اور
ہمارے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور آپ ظالم نہ تھے}

فدی برسول الله امی و خالتی
و عمی و خالی ثم نفس و مالیا

{اللہ کے رسول پر قربان ہوں میرے ماں اور خالہ اور میرے چچا اور

میرے ماموں پھر میرا نفس بھی میرا مال بھی}

فلو ان رب الناس ابقی نبینا
سعدنا و لکن امرہ کان ماضیا

{پس اگر لوگوں کو پروردگار ہمارے نبی کو باقی رکھتا تو ہم سعادت مند ہو جاتے لیکن اس کا حکم ہو کر رہا}

علیک من اللہ السلام تحیۃ
و ادخلت جنات من العدن رضیا

{آپ پر اللہ کی جانب سلام ہو مبارکبادی کا اور آپ کو ہمیشگی کے باغوں میں راضی برضا داخل کر دیا گیا}

ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا

یہ ایک بلند ہمت، شجاع، حسن بیان سے آراستہ، مضبوط رائے والی شیریں گفتار خاتون تھیں۔ وہ بہترین اشعار کہا کرتی تھیں۔ جب اسلام نہیں لائی تھیں تو کفار کو اپنے اشعار کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتی تھیں۔ جب اسلام کی دولت مالا مال ہوئیں تو میدان حق و باطل میں انہی اشعار کے ساتھ مسلمان مجاہدین کی ہمت بندھایا کرتی تھیں۔

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق
مشی القطا الاومق المسک فی المفارق
و الدر فی المخانق ان تقبلوا نعانق
و نفرش النمارق او تعدبروا الفارق
نراق غیر وامق کم من کریم عاشق

يحمى على العوالق

{ہم طارق (ستاروں) کی بیٹیاں ہیں جو نرم نرم فرشوں پر چلتی ہیں جیسے تیز رفتار کونج پرندہ چلتا ہے۔ ہمارے سروں میں مشک کی خوشبو ہے اور ہمارے گلوں میں موتی ہیں۔ اگر دشمن پر ٹوٹ پڑو گے تو ہم معانقہ کریں گی اور فرش بچھا دیں گی اور اگر بھاگو گے تو ہم جدا ہو جائیں گی اور یہ جدائی ہمیشہ کے لئے بے رغبت کی جدائی ہوگی۔ بہت کم عاشق ایسے ہیں جو اپنے چاہنے والیوں کی حمایت کرتے ہیں}

فاطمہ بنت حسین

آپ سیدنا حضرت حسینؓ کی بیٹی تھیں۔ گویا خانوادہ رسول ﷺ کی چشم و چراغ تھیں۔ ۴۰ ھ میں پیدا ہوئیں۔ پرہیز گاری سے متصف تھیں اور جوانی ہی سے عبادت کا بہت شوق تھا۔ علمی اور ادبی گھرانے سے تعلق رکھنے کی وجہ شاعرانہ ذوق بھی خوب تھا۔ جب کبھی کسی جذباتی کیفیت سے گزرتیں تو فی البدیہہ شعر کہہ دیتیں تھیں۔ جب انہوں نے اپنے شوہر حسن بن الحسن کے جنازے کو دیکھا تو اور شعر کہا۔

وكانوا رجاء ثم امسوا رزية

لقد عظمت تلك الرزايا وجلت

{پہلے وہ جائے امید تھے، پھر خود سہارے کے محتاج ہو گئے۔ پھر یہ سہارے عظیم ہو گئے اور عظیم الشان ہو گئے}

ان کے والد محترم سیدنا حسینؓ شہید ہو گئے تو غم کی کیفیت میں تھیں۔ اتنے

میں ایک کوا گھر کی دیوار پر آ کر کائیں کائیں کرنے لگا۔ فاطمہ نے اسے دیکھا تو روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے

نعب الغراب فقلت من تنعاہ ویلک یا غراب

قال الامام فقلت من قال الموفق للصوب

قلت الحسین فقال لی حقا لقد سکن التراب

ان الحسین بکربلا بین الاسنة والضراب

{ کوے نے آواز نکالی تو میں نے کہا ہائے تو کس کی موت کی خبر دے رہا ہے۔ کوے نے کہا کہ امام کی، میں نے کہا کونسے امام کی، اس نے کہا وہی جو درستگی اور سچائی کے موافق تھے۔ میں نے کہا کیا حسینؓ؟ اس نے کہا سچ کہا، اب وہ مٹی میں مکین ہیں۔ بے شک حسینؓ کربلا میں چھریوں اور مارنے والوں کے درمیان میں تھے }

ایک دوشیزہ کا مامون الرشید سے مکالمہ

مامون الرشید ایک مرتبہ اپنے چند محافظوں کے ساتھ شکار اور سیر وتفریح کے لئے نکلا۔ کسی صحرا میں پہنچے۔ وہاں کسی جانور کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا جانور تو ہاتھ نہ آیا البتہ ایک چشمے کے قریب ایک دوشیزہ کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اس کے چہرے سے لگتا تھا کسی اچھے عرب خاندان سے ہے۔ اس کے کندھے پر ایک مشکیزہ تھا جو اوپر سے نیچے آتے ہوئے اس سے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے مدد کیلئے اپنے والد کو بلایا

یا ابت ادرک فاھافقد غلبنی فوھا لا طاقة لی بفیھا

(ابا! دوڑ کر آؤ اور مشکیزے کا منہ تھام لو اس کے منہ پر میرا زور نہیں چلتا اور یہ میرے قابو سے باہر ہے)

اس کا باپ کہیں دور تھا اس نے بیٹی کی آواز نہ سنی البتہ مامون الرشید یہ فصیح و بلیغ جملہ سن کر پھڑک اٹھا اور دوشیزہ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا پھر اس سے مخاطب ہو کر کہا

"اے لڑکی! تم تو بہت خوب عربی بولتی ہو"

دوشیزہ: "کیا میں عرب کے رہنے والی نہیں ہوں؟"

مامون: "تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟"

دوشیزہ: "بنی کلب سے"

مامون: "ایسے قبیلے میں تم کیوں پیدا ہوئیں؟"

دوشیزہ: "کیوں میرے قبیلے کیا ہے؟ وہ تو بڑی عزت والا ہے، مہمان نواز ہے اور تلوار کا دھنی ہے۔ مگر تم کس قبیلے سے ہو؟"

مامون: "کیا تم کو انساب سے واقفیت ہے؟"

دوشیزہ: "ہاں خوب واقفیت ہے"

مامون: "میں بنو مضر سے ہوں"

دوشیزہ: "کونسا مضر؟"

مامون: "جو حسب نسب کے اعتبار سے سب سے معزز اور معظم ہے"

دوشیزہ: "میں سمجھ گئی تم بنو کنانہ سے ہو، لیکن کنانہ کی کس شاخ سے؟"

مامون: "جس کے فرزند سب سے شریف اور بردبار ہوتے ہیں"

دوشیزہ: "اچھا تو تم قریش سے ہو، لیکن قریش کے کس خاندان سے؟"

مامون: "جس کا فخر سب سے اونچا اور جس کا فخر بے مثال ہے"

دوشیزہ: خدا کی قسم! تم بنی ہاشم سے ہو، لیکن بنی ہاشم کے کس گھرانے سے؟

مامون: "جس کے گھر سب سے بلند جس کا قبیلہ سب سے اشرف جس سے اعداء ہاشم ہیبت زدہ تھے"

دوشیزہ نے یہ سن کر ادب سے سر جھکایا اور کہا:

"السلام علیک یا امیر المومنین!" پھر اس نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے:

مامون ذو المنن شریفه	و صاحب المرتبة المنیفه
و قائد العساکر الکشیفه	هل لک فی ارجوزه لطیفه
اظرف من فقه ابی حنیفه	لا و الذی انت له خلیفة
ما ظلمت فی حین اضعیف	عاملتنا بمون خفیفه
اللص و التاجر فی قطیفه	والذئب و النجعة فی سقیفه

{اے شریفانہ احسان کرنے والے مامون! اے عالی اور کامل مرتبے والے اور اے عظیم الشان لشکروں کی قیادت کرنے والے! ایک پاکیزہ نظم سنئے جو فقاہت ابوحنیفہؒ سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ اس دین کی قسم جس کا تو خلیفہ ہے ہمارے قبیلہ میں کبھی کسی کمزور بڑھیا پر بھی ظلم نہیں ہوا اور آپ کی پرامن دور خلافت میں چور اور تاجر ایک چادر میں اور بھیڑیا اور بکری ایک چھت کے نیچے زندگی گزارتے ہیں}

مامون الرشید اس دوشیزہ کی وسعت معلومات، حاضر جوابی ذہانت اور اشعار سن کر ششدر رہ اور اس نے اس کو اپنی ملکہ بنانے کا ارادہ کرلیا۔ واپس آکر

اس نے دوشیزہ کے والدین کو اس کیلئے نکاح کا پیغام بھیجا جو انہوں نے فوراً قبول کرلیا۔ یوں وہ دوشیزہ شاہی حرم میں داخل ہوگئی۔ اسی کے بطن سے مامون الرشید کا بیٹا عباس پیدا ہوا۔ مامون الرشید خود بھی علمی اور ادبی ذوق رکھتا تھا اس لئے ام عباس کی بہت قدر کرتا تھا اور اکثر اس سے علمی گفتگو کیا کرتا تھا۔

مریم بنت یعقوب اندلسیہ

یہ اپنے دور کی مشہور شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔ نہایت دین دار اور باکمال خاتون تھیں۔ بہت ہی معزز اور محترم مانی جاتی تھیں۔ عورتوں کو شعر ادب کی تعلیم دیتی تھیں۔ چوتھی صدی میں ان کی شاعری کو بہت قبولیت حاصل ہوئی۔ ان کے دو اشعار یہ ہیں

وما ترتجی من بنت سبعین حجة
و سبع کنسج العنکبوت المهلهل
تدب دبیب الطفل تسعی الی العصا
و تمشی بها مشی الاسیر المکبّل

امیر اندلس ابن المہد نے یہ اشعار سن کر مریم کی خدمت میں کچھ دینار بطور انعام بھیجے۔

تین شاعرات اسلام

کتابوں میں لکھا ہے کہ علیا بنت المہدی، عائشہ بنت احمد اور سپین کی دلاوہ بنت خلیفہ مستکفی باللہ شاعرات میں سے تھیں۔ وہ اسلام کے بارے میں حمد اور نعت لکھا کرتی تھیں اور ان کے اشعار اپنے وقت میں بڑے مقبول ہوا کرتے تھے۔

ولادہ ملک اسپین کے ایک امیر شخص المستکفی باللہ کی بیٹی تھی۔ اس کا ادبی وشعری دربار ایسا منعقد ہوتا تھا جیسے بادشاہوں کے دربار منعقد ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے شعراء اور ادباء ان سے اپنے کلام کی تصحیح کروایا کرتے تھے۔ ۴۸۴ھ میں اندلس میں فوت ہوئیں۔

خدیجہ بنت شیخ شہاب الدین نویری

خدیجہ بنت شیخ شہاب الدین نویری مکہ مکرمہ کی مشہور شاعرہ تھیں اور نہایت عمدہ اشعار کہتی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں بہت سے اشعار اور نظمیں لکھی ہیں۔

بی بی اسماء اندلسیہ

چھٹی صدی ہجری میں بڑی عالمہ فاضلہ خاتون گزری ہیں۔ اندلس کے شہر اشبیلیہ کی رہنے والی تھیں۔ شعروشاعری اور فن کتابت میں بھی اونچا مقام رکھتی تھیں۔ اس نے مراکش اور اندلس کے فرمانروا کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جو بہت مشہور ہوا۔ اس کے دو اشعار درج ذیل ہیں۔

عرفنا النصر و الفتح المبینا اسیدن امیر المومنینا

اذا کان الحدیث عن المعالی رایت حدیثکم فیھا شجونا

{ہم نے نصرت اور فتح مبین کو پہچان لیا اپنے آقا وسردار امیر المومنین کے لئے۔ جب بھی اعلیٰ مراتب و معالی کے بارے میں گفتگو ہوگی تو دیکھئے گا کہ تمہاری باتوں کی حیثیت ان باتوں کی سی ہوگی جو تمہیں غم و اندوہ میں مبتلا کرتی ہیں}

زیب النساء مخفی

ماضی قریب میں اورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی زیب النساء مخفی عظیم شاعرہ گزری ہے اس کے چند واقعات سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔

(1) ایک مرتبہ ایران کے کسی شہزادے نے ایک مصرعہ کہا

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

{ابلق موتی بہت کم دیکھا گیا ہے}

اس کا دوسرا مصرعہ اس نہ بن پایا۔ اس نے کئی شعراء کو بلوایا اور ان سے طبع آزمائی کیلئے کہا مگر کسی سے بھی دوسرا مصرعہ نہ بن سکا۔ شہزادے نے اعلان کروادیا کہ اگر کوئی شخص مناسب اور موزوں مصرعہ بنا کر شعر کو مکمل کریگا تو اسے بہت بھاری انعام دیا جائے گا۔ یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیلتے پھیلتے ہندوستان کے مرکز دہلی تک پہنچی۔ اورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی زیب النساء مخفی نے بھی سنی۔ ایک دن اس نے غسل کیا، بال سنوارے، خوبصورت کپڑے زیب تن کیے آنکھوں میں سرمہ ڈالا۔ اتنے میں اس کی آنکھوں سے پانی بہہ نکلا۔ جب اس نے آئینے میں دیکھا تو خوبصورت پلکوں پر آنسوؤں کا ستارہ چمکتا نظر آیا، اس میں سفیدی بھی تھی اور سرمے کی سیاہی بھی تھی تو اس نے فی البدیہہ دوسرا مصرعہ کہہ کر شعر مکمل کر دیا۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود
مگر اشک بتاں سرمہ آلود

جب ایران کے شہزادے کو اس شعر کی خبر ہوئی تو اس نے خوب سر دھنا۔ اور پیغام بھیجا کہ ہند کے جس شاعر نے یہ شعر مکمل کیا ہے وہ میرے پاس آئے

تا کہ میں اسے انعام سے مالا مال کروں۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی بیٹی سے کہا کہ میں تمہیں اس کام سے منع کر رہا تھا کہ معاملہ الجھ نہ جائے۔ مخفی نے کہا ابا جان گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں اس کو ایسے اشعار لکھ کر بھیجوں گی کہ وہ میری ملاقات کی تمنا ختم کر دے گا۔ چنانچہ مخفی نے یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ خواہد میل دارد در سخن بیند میرا

{میں اپنے کلام میں اس طرح چھپی ہوئی ہوں جس طرح پھولوں کی شاخ میں خوشبو چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو شخص مجھ سے ملاقات کا متمنی ہو اسے چاہئے کے میرے اشعار کے ذریعے مجھے دیکھے}

ایرانی شہزادہ سمجھ گیا کہ یہ کلام کسی عورت کا ہے اور میں غیر محرم ہونے کی وجہ سے اسے دیکھ نہیں سکتا۔

② ایک مرتبہ زیب النساء اکیلی باغ میں ٹہل رہی تھی کہ اتنے میں اس کا منگیتر عاقل خان پھولوں کا گلدستہ لے کر سامنے آیا۔ زیب النساء نے گلدستہ ہاتھ میں لے کر شعر میں پوچھا

بگو اے عاشق صادق چرا گلدستہ آوردی
دل بلبل شکستہ بہر ما گلدستہ آوردی

{کہو اے عاشق صادق تم میرے لئے گلدستہ لائے ہو مگر تم تو بلبل کے دل کو توڑ کر آئے ہو}

عاقل خان نے فوراً جواب دیا

برائے زینت دستک نہ ایں گدلستہ آوردم
بخوبی با تو می زد گل بہ پیشک بستہ آوردم

{میں آپ ہاتھوں کی خوبصورتی کیلئے یہ گلدستہ نہیں لایا۔ بلکہ یہ پھول آپ کی موجودگی میں حسن کا دعویٰ کرر ہے تھے لہٰذا میں ان باغیوں کو رسی میں باندھ کر گرفتار کر کے لایا ہوں}

③ دیوان مخفی کے چند شعر بڑے بجیب ہیں۔

مرغ دل را گلشنے بہتر ز کوئے یار نیست
طالب دیدار را ذوق گل و گلزار نیست

{عاشق کیلئے کوئی گلشن محبوب کی گلی سے بہتر نہیں ہوتا اور دید کے طالب کو پھول اور باغ کا ذوق نہیں ہوتا}

گفتم از عشق بتاں اے دل چہ حاصل کردہ ای
گفت مارا حاصل جز نالہ ہائے زار نیست

{میں نے کہا اے دل! عشق بتاں سے تجھے کیا حاصل ہوا۔ اس نے کہا کہ سوائے آہ وزاری کے ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا}

چند قطرے خون دل مخفی برائے محوشاں
ریختن بر خاک و گل ایں شیوہ عطار نیست

{اس محبوب کیلئے خون کے چند قطرے مٹی اور پھول پر بہا دینا یہ عطار کا شیوہ نہیں ہے}

جاناں بیگم

یہ عبدالرحیم خانخاناں کی بیٹی تھی۔ اس کی شادی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

کے بیٹے شہزادہ دانیال سے ہوئی تھی۔ حسن صورت حسن سیرت دونوں سے آراستہ تھی مکارم اخلاق اور لیاقت علمی کے اعتبار سے بہت بلند مقام رکھتی تھی۔ شعر وسخن کا نہایت عمدہ ذوق رکھتی تھی۔ تذکرہ میں اسکے تین شعر محفوظ رہ گئے ہیں۔

عاشق زخلق عشق تو پنہاں چساں کند
پیدا است از دو چشم ترش خوں گریستن
زراہ امن و سلامت کسے بہ او رسد
غبار تا نشود خاک پا بہ او نرسد

{عاشق اپنا عشق مخلوق سے تو چھپا سکتا ہے لیکن یہ خون کے آنسوؤں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ عشق کی راہ امن وسلامتی کے ساتھ کس نے طے کی ہے، جب تک کوئی خاک آلود نہیں ہوتا منزل کو نہیں پاسکتا}

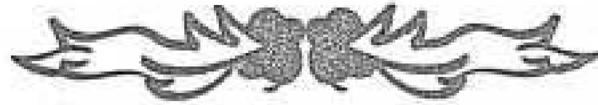
گلبدن بیگم

گلبدن بیگم (1011ھ) یہ شہنشاہ اکبر کی پھوپھی تھیں۔ شعر وادب کا عمدہ مذاق رکھتی تھیں۔ انہوں نے ایک مشہور زمانہ کتاب ہمایوں نامہ لکھی۔ جو کمال انشاء پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے دور کی معاشرت کی عکاسی کی ہے۔ اس کتاب میں اپنے دور کی خواتین کی تہذیب و معاشرت بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ عورتیں پردے کی سخت پابند تھیں، نامحرم کے سامنے ہونا بہت معیوب سمجھتی تھیں، نقاب یا برقع کے بغیر باہر نہ نکلتی تھیں اس کے باوجود وہ فنون سپہ گری میں ماہر تھیں، گھوڑے کی سواری بھی کرتی تھیں۔ خواتین کی تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا، معاشرے میں خواتین کا بے حد احترام کیا جاتا تھا، نکاح سے پہلے ان کی رضامندی لینا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

گلبدن بیگم شاعری کا مذاق بھی رکھتی تھیں لیکن ایک شعر کے سوا ان کا سارا کلام امتداد زمانہ سے ضائع ہوگیا ہے، شعر یہ ہے۔

ہر پری روئے کہ اوبا عاشق یار نیست
تو یقیں می داں کہ ہیچ از عمر بر خوردار نیست

{جس حسین کا کوئی عاشق نہیں تو یقین کرلے کہ وہ اپنی زندگی سے کچھ پھل کھانے والا نہیں}





خواتین اور علم طب

آغاز اسلام میں خواتین کا کردار

جب اسلام کی روشنی طلوع ہوئی تو اس وقت عرب میں فن طب کا باقاعدہ رواج نہ تھا عرب کا سب بڑا طبیب اس زمانہ میں ابن کلدہ ثقفی تھا۔ ان کا فن طب وہی تھا، جو جاہل قوموں میں رائج ہوتا ہے، کچھ جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم ہوں گے، کچھ بیماریوں کی مجرب دوائیں معلوم ہوں گی۔ ابتدائے اسلام میں خواتین میں جو صحابیات طبیبہ کے طور پر جانی جاتی تھیں ان میں شفاء بنت عبداللہ قریشیہ، رفیدہ اسلمیہ، ام اعطیہ وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

حضرت شفاءؓ زمانہ جاہلیت میں بعض بیماریوں کے علاج کیلئے جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں۔ جب اسلام لے آئیں تو حضور ﷺ سے اس کی اجازت طلب فرمائی آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت شفاء ام المومنین حضرت حفصہؓ کو پڑھنا لکھنا سکھاتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت حفصہؓ کو پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ نملہ بیماری کا علاج بھی سکھائے۔ اس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے صحابیات کو علم

طب کے سیکھنے کی کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت عائشہؓ اور علم طب

عروہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ کسی کو طب کا ماہر نہیں پایا۔ حضرت عائشہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اشعار کہہ لیتی ہیں تو اس کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے کہ آپ ابوبکر کی بیٹی ہیں، کہہ سکتی ہیں۔ لیکن آپ کو طب سے یہ واقفیت کیونکر ہوئی۔ آپ نے جواب میں فرمایا آنحضرت ﷺ آخری عمر میں بیمار رہا کرتے تھے۔ ان کے علاج کیلئے اطباء عرب آیا کرتے تھے جو وہ کہتے میں یاد کر لیتی تھی۔

خواتین کا طبی کردار میدان جنگ میں

جب کبھی اسلامی افواج کو دشمنان اسلام کی سرکوبی کیلئے فوج کشی کی ضرورت پڑتی تو بعض خواتین بھی لشکر کے ساتھ جاتی تھیں۔ عین جنگ میں چونکہ مرد تو جہاد و قتال میں مصروف ہوتے لہذا یہ خواتین زخمی مجاہدین کی ابتدائی طبی امداد اور مرہم پٹی کا فریضہ سرانجام دیتیں۔ اس سے تاریخ اسلام میں خواتین کے طبی کردار کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم اس دوران بھی وہ احکامات حجاب کو نظر انداز نہ کرتی تھیں۔

خواتین بحیثیت طبیب کے

بعد ازاں وقت کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے طریقہ علاج میں ترقی ہوئی اور پیشہ ور طبیب میسر آنے لگ گئے تو اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ خواتین

کے صنفی تقاضوں کے پیش نظر ان کے بہتر علاج معالجے کیلئے طبیبہ خواتین کی بھی ضرورت ہے۔ علاج کے دوران خواتین کے شرم وحیاء اور حجاب کے تقاضے بھی اسی صورت میں ملحوظ خاطر رکھے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ کئی خواتین نے ایک قومی خدمت سمجھتے ہوئے اس طرف توجہ دی اور انہوں نے اس سلسلہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

ام الحسن

ام الحسن جو ابو جعفر تجالی کی بیٹی تھیں وہ اپنے وقت کی ماہر طبیبہ تھیں۔ عورتیں اپنا علاج کروانے کے لئے ان کے پاس جایا کرتی تھیں۔

طبیبہ زینب

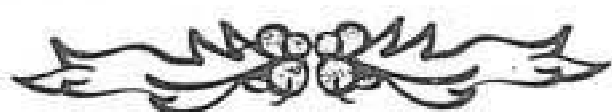
طبیبہ زینب کا نام تو آنکھوں کی ماہر ڈاکٹر کے نام سے اسلام کی تاریخ میں بہت نمایاں اور معروف ہے۔

گویا دنیا کے ان ضروری علوم میں بھی عورتیں مردوں سے پیچھے نہ رہیں اور انہوں نے اپنی زندگیاں با مقصد گزاریں۔

خواتین اور جدید میڈیکل سائنس

آج میڈیکل سائنس بہت ایڈوانس کرگئی ہے۔ ہر شعبہ ہائے علاج میں نئے نئے طریقہ کار اور ٹیکنالوجی متعارف ہورہی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ ہماری قوم کی بیٹیاں بڑی تعداد میں میڈیکل سائنسز میں اپنی خدمات کو صرف کررہی ہیں۔ ہمارا دین نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ اسے ملی فریضہ اور عبادت

بھی سمجھتا ہے۔ لیکن یہ خواتین ایک موٹی سی بات ذہن میں رکھیں کہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات عمل چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن نیت اسے بڑا بنا دیتی ہے اور کبھی عمل بہت بڑا ہوتا ہے لیکن نیت اسے چھوٹا بنا دیتی ہے۔ آج ہماری یہ بیٹیاں ہسپتالوں میں بہت بڑی خدمت کر رہی ہیں لیکن یاد رکھیں کہ جب تک نیت اور طریقہ کار درست نہیں ہوگا تو ان کا یہ عمل عبادت کا درجہ نہیں پا سکے گا۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ علم طب کے سیکھنے میں نیت یہ کریں کہ وہ خواتین کا علاج کریں گی تاکہ خواتین کو علاج کے سلسلے میں نامحرم مردوں کے پاس نہ جانا پڑے۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی ادائیگی کے دوران پردے کی مکمل پابندی کریں تاکہ ان سے اللہ راضی ہو اور ان کی اس خدمت کو قبول فرمالے۔





آمدم بر سر مطلب

گزشتہ ابواب کے مطالعہ سے آپ کو یہ خوب اندازہ ہو چکا ہوگا کہ ماضی میں مسلم خواتین کا کردار کیا تھا۔ انہوں نے کس طرح خانہ داری، بچوں کی تعلیم و تربیت، علم و ادب، عبادت و ریاضت، جہاد اور کئی دوسروں شعبوں میں ایک اسلامی اور ایمانی معاشرہ قائم کرنے کیلئے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔ ان کے شب و روز یادالٰہی سے معمور تھے اور ان کا ہر ہر کام شعائر اسلام کے عین مطابق تھا۔ آج ذرا ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں۔ اگر آپ خاتون ہیں تو اپنے آپ پر اور مرد ہیں تو اپنی ماں بہن بیٹی اور بیوی کے طرز زندگی پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر دیکھیں کہ ہماری اقدار کی ان خواتین کے کردار ساتھ کوئی مماثلت ہے بھی یا نہیں؟ افسوس کہ آج غفلت بھری زندگی ہماری خواتین کا مقدر بن چکی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے قیمتوں اوقات کو فضولیات میں ضائع کرنے کی عادی بن چکی ہیں۔ آج انکی زبانیں تلاوت قرآن پاک اور دل یادالٰہی کی لذت سے نا آشنا ہیں۔ ہماری بچیاں اپنا اکثر وقت رسائل اور ناول پڑھنے، بے حیائی پر مبنی فلمیں اور ٹی وی ڈرامے دیکھنے میں ضائع کر دیتی ہیں۔

ذرا سوچ تو سہی

اے ماں! تو ذرا سوچ تو سہی تو نے کبھی محمد بن قاسم کو دودھ پلایا تھا، تو نے ہی صلاح الدین ایوبی کو جھولا جھلایا تھا، غوری کو تو نے لوری دی تھی ابدالی کو تو نے گود میں اٹھایا تھا۔ تیرے وہ کونسے جذبے تھے اور تیری وہ کیسی دعائیں تھیں کہ پوری دنیا تیرے بچوں کے قدموں تلے بچھی جاتی تھی۔ آج تجھے کیا ہوا؟ تیرا وہ کردار کہاں گیا؟

پہلے مائیں اپنے بچوں کو باوضو ہو کر آیات قرآنی کا ورد کرتے ہوئے دودھ پلایا کرتی تھیں اب وہ دودھ پلانے کے دوران حیا سوز فلموں کا نظارا کر رہی ہوتی ہیں۔ اے عورت! جب تو کسی بچے کو دودھ پلاتی ہے تو یہ سوچا کر کہ تو ایک بچے کو دودھ نہیں پلا رہی ہوتی بلکہ ایک معاشرے کی آبیاری کر رہی ہوتی ہے۔ کیونکہ انہی بچوں سے آئندہ کا معاشرہ تشکیل پانا ہوتا ہے۔ آج اگر تو حیا باختگی کے عالم میں ان کی پرورش کرے گی تو کل کو وہ بھی ایسی ہی معاشرت کو پسند کریں گے۔ آدمی جس قسم کا بیج بویا کرتا ہے ویسی ہی کھیتی ملا کرتی ہے۔

ایک عورت کی پاکدامنی سے قحط سالی کا خاتمہ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دہلی میں قحط پڑا۔ بارش نہیں ہوتی تھی۔ شہر کے سارے علما ایک میدان میں اکٹھے ہوئے، تمام مرد اور عورتیں اکٹھی ہوئیں اور لوگ اپنے جانوروں اور بچیوں کو بھی لے کر آئے۔ صبح سے عصر تک دھوپ میں کھڑے ہو کر بارش کے لئے دعا مانگتے رہے کہ اے مالک! قحط سالی ہے، تو اپنی رحمت سے بارش عطا فرما دے۔ مگر بارش کے کوئی آثار نہیں

تھے۔

فرماتے ہیں کہ کوئی نوجوان قریب سے ہی کسی کو سوار کئے جا رہا تھا۔ اس نے لوگوں کا مجمع دیکھا تو اپنی سواری روک لی۔ آ کر پوچھا کہ لوگ کیوں جمع ہیں ؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ہم سب صبح سے اب تک بارش کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں، سارا دن روتے گزر گیا، مرد عورتیں رو رہے ہیں اور بچے بھی چیخ رہے ہیں لیکن اللہ رب العزت کی رحمت متوجہ نہیں ہوئی۔

وہ نوجوان کہنے لگا، اچھا، میں بھی دعا کرتا ہوں۔ وہ اپنی سواری کے پاس گیا۔ اس نے وہاں جا کر دعا مانگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل آ گئے اور بارش برسنے لگی۔ علما اس کی طرف بھاگے کہ یہ کون مقبول اور مستجاب الدعوات بندہ ہے جس کی دعا سے بارش ہونے لگی۔ چنانچہ انہوں نے جب اس کے پاس جا کر پوچھا کہ بتاؤ! تم نے کیا دعا مانگی ؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس اونٹ کے اوپر میری والدہ ہیں۔ جنہوں نے ایسی پاکدامنی کی زندگی گزاری کہ نہ کبھی انہوں نے کسی غیر محرم کو دیکھا اور نہ کبھی غیر محرم نے ان کو دیکھا۔ میں نے آ کر ان کی چادر کا کونہ پکڑا اور اللہ سے دعا مانگی، اے اللہ! میں ایسی پاکدامن ماں کا بیٹا ہوں، اگر تیرے ہاں اس کی پاکدامنی کا کوئی مقام ہے تو اپنے بندوں پر بارش عطا فرما دے۔ رب کریم نے اسی وقت بارش عطا فرما دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب آپ نیکو کاری کی زندگی گزاریں گی اور حیاداری کی زندگی گزاریں گی تو اللہ تعالیٰ گھروں میں رحمتیں نازل فرمائیں گے، دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

آج کی عورتیں اولاد اور خاوندوں کے شکوے کرتی پھرتی ہیں۔ یہ شکوے آپ کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر آپ اللہ کی مقبول بندی بن جاتیں تو اللہ

تعالیٰ آپ کے دامن میں کبھی بھی مصیبتوں کو نہ ڈالتے بلکہ خیر کو بھیجتے اور رحمتیں برستیں، آپ کے ہاتھ اٹھتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو نیک بنا دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ماں کو وہ مقام دیا ہے کہ اس کی دعائیں اللہ کے دربار میں بڑے بڑے اولیا کی دعاؤں کی مانند قبول کی جاتی ہیں۔ آپ کی دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ اس لئے کہ آپ کبیرہ گناہوں کی مرتکب ہوتی ہیں، پردے کے بغیر باہر پھرتی ہیں اور فرشتوں کی ہم پر لعنت برستی ہے، آپ حرام حلال کی پروانہیں کرتیں، گھر میں پاکی ناپاکی کا خیال نہیں کرتیں، دینی اور اصلاحی کتب پڑھنے کی بجائے آپ کو میوزک سننا، ٹی وی دیکھنا اور فضول قسم کے قصے کہانیاں پڑھنا زیادہ پسند ہے۔ دین پر عمل کرنے کی بجائے آپ کا وقت ادھر ادھر کے کاموں اور غفلت میں گزرتا ہے۔

بے عملی کی وجہ؟

آج کیا وجہ ہے؟ ہمارے گھروں میں اس قدر بے عملی اور بے دینی کیوں ہے؟ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہماری ماؤں بہنوں میں دینی تعلیم کی کمی ہے۔ ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ اللہ کو راضی کرنا بھی کوئی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اللہ کی رضا جن طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے یہ ان طریقوں سے ناآشنا ہیں۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے طریقوں کا تب پتہ چلے گا جب وہ دینی علوم کو حاصل کریں گے۔ علمی محفلوں میں جائیں گی۔ جب علم آئے گا تو پھر شعور کی آنکھ کھلے گی اور وہ نہ صرف اپنی ذاتی طرز زندگی کو بدلیں گی بلکہ اپنی معاشرتی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ ہوسکیں گی۔

مقصد زندگی کو پہچانیئے

عورتوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ وہ فقط گھروں میں سموسے اور کباب بنانے کے لئے پیدا نہیں ہوئیں، وہ گھر کے اندر صرف کھانے بنانے کے لئے پیدا نہیں ہوئیں، فقط گھروں میں بچوں کو بڑا کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئیں، گھر کے کھانے پکانے بھی زندگی کا حصہ ہیں، گھر کو صاف رکھنا بھی زندگی کا حصہ ہے، خاوند کو خوش رکھنا بھی زندگی کا حصہ ہے، اپنے والدین اور دوسرے بچوں کا خیال رکھنا بھی زندگی کا حصہ ہے، مگر یہ سب کچھ اللہ کے ہاں تبھی مقبول ہوگا جب ہم یہ سارے کام اللہ کے حکموں کے مطابق کریں گے، شریعت وسنت کے مطابق کریں گے۔ اللہ کو ناراض کر کے ساری دنیا کو راضی کر بھی لیا تو تیرے لئے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کسی بھی کام کی صحیح قیمت تو تب لگتی ہے جب وہ اللہ کے ہاں مقبول ہو جائے۔ لہٰذا یہ ذہن میں رکھیں اپنے پروردگار کو راضی کرنا اور اپنے آقا اور محبوب ﷺ کو راضی کرنا اور ان کی ایک ایک سنت پر عمل کرنا زندگی کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اور اپنے اس فریضہ سے آپ تبھی آگاہ ہو سکتی ہیں جب آپ دینی تعلیم حاصل کریں گی۔

مرد پڑھا فرد پڑھا......

آج ہمارے گھروں میں نیکی اور دینداری کا ماحول نہیں رہا۔ گھر کا ماحول تو اصل میں عورتیں ہی بناتی ہیں۔ مرد جتنا بھی زور لگالیں وہ گھر کا ماحول نہیں بنا سکتے، لیکن اگر عورت چاہے تو گھر کا ماحول آسانی سے بنا لیتی ہے۔ عورت گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ مرد نے تو تلاش معاش کے سلسلے میں گھر سے باہر رہنا ہوتا ہے،

پیچھے گھر اور بچوں کی تربیت عورت کے سر پر ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ عاجز تو یہ کہتا ہے کہ اگر کسی شخص کے دو بچے ہوں، ایک بیٹا ہو اور ایک بیٹی ہو اور اس کے وسائل اتنے ہوں کہ وہ ان دونوں میں سے ایک کو دین کی تعلیم دے سکتا ہے تو اس آدمی کو چاہئے کہ وہ بیٹی کو دین کی تعلیم پہلے دے، اس لئے کہ مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا۔ جب کوئی بچی پڑھ جائے گی تو پھر کل کو یہ گھر کی مالکہ بنے گی، اس کا شوہر ہوگا، اس کی اپنی اولاد ہوگی اور گھر کے دوسرے افراد ہوں گے، اس وقت یہ گھر کے اندر دینی ماحول بنانے میں مرکزی کردار ادا کرے گی۔ اس لئے بچیوں کو دین پڑھانا اور ان کو گھر کا ماحول بنانے کی ذمہ داری سونپنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

نیکیوں کا نور حاصل کرنے کا طریقہ

آیئے قدم بڑھا کر اپنی زندگی میں علم حاصل کر لیجئے۔ اگر آپ کی عمر بڑی ہو چکی ہے تو اپنی بیٹیوں کو اس اہم فریضے کے لئے وقف کر دیجئے، اپنی بہنوں کو تیار کیجئے اور اپنی سہیلیوں کو تیار کیجئے جو دین کا علم پائیں، قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کا علم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔ آپ جہاں بھی بیٹھیں وہاں دوسری عورتوں میں دین کی بات چلاتی رہا کریں اور ان کو دین کی باتیں سناتی رہا کریں۔ اگر آپ کی وجہ سے کسی نے توبہ کر لی تو وہ ساری زندگی میں جو نیک کام کرے گی اس کا اجر آپ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا سارا نور آپ کے دل میں عطا فرما دیں گے اور قیامت میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جائے گا۔

دنیاوی غموں کا علاج

کاش! کہ آپ گھر کے کام کاج سمیٹ کر اپنا زیادہ وقت قرآن پڑھنے پڑھانے اور دین کا کام کرنے میں گزارتیں، دل میں اللہ کے دین کا درد رکھتیں اور اللہ کی یاد سے اپنے دل کو آباد رکھتیں۔ پھر دیکھتیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے غموں اور پریشانیوں کو کیسے دور کرتے۔ میرے آقا و سردار ﷺ نے ارشاد فرمایا من جعل الهموم هما و احدا هم الاخرة كفاها الله هم الدنيا جو اپنے تمام غموں کو ایک غم بنالے گا، آخرت کا غم اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غموں کے لئے کافی ہو جائیں گے۔ ہم دنیا کے غموں کے پیچھے کیوں پھر رہے ہیں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر مدد نہیں اترتی۔ ہم نیکوکار بن جائیں، آخرت کو اپنا غم بنالیں اور دین کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں تو پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے اترتی ہے۔

سمرقند کی بڑھیا کا سبق آموز کردار

آپ کو قریب کے زمانے کی بھی ایک بات سناتا چلوں۔ سمرقند میں اس عاجز نے ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔ نماز کے بعد کچھ نوجوان آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے گھر تشریف لائیں، ہماری والدہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔ اس عاجز نے معذرت کی اور کہا کہ مسجد میں سینکڑوں لوگ موجود ہیں، ان کو چھوڑ کر میں آپ کے گھر میں کیسے حاضری دوں۔ مگر مفتی اعظم سمرقند ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا، حضرت! آپ ان کو انکار نہ کیجئے، آپ بھی چلیں میں بھی چلوں گا اور تفصیل راستے میں بتا دوں گا۔ چنانچہ یہ عاجز ان کے

ساتھ چل پڑا۔

راستے میں مفتی اعظم کہنے لگے، حضرت! جب ستر سال پہلے کیمونزم کی سرخ آندھی چلی اس وقت ان کی ماں بیس سال کی لڑکی تھی۔ اب اس کی عمر نوے سال ہو چکی ہے۔ جب کیمونزم کی سرخ آندھی آئی تو لوگوں نے دہریت کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ یہ نوجوان لڑکی اس وقت دل میں دین کا ایسا درد رکھتی تھی کہ یہ اپنی سہیلیوں اور دوسری عورتوں کو بہانگ دہل دین کی طرف بلاتی اور کلمہ پڑھاتی تھی۔ اس کی وجہ سے ہزاروں عورتوں نے کلمہ پڑھا اور دہریت سے توبہ کی۔ ہمیں ہر وقت فکر ہوتی کہ یہ جوان العمر لڑکی ہے اگر کہیں پولیس والوں نے پکڑ لیا تو عزت خراب ہوگی اور اسے پھانسی پر بھی لٹکا دیں گے۔ ہم اسے سمجھاتے کہ بیٹی! تمہارا دین کا جذبہ قابل قدر ہے مگر اپنی جان اور اپنی عزت و ناموس کا بھی خیال کرو۔ یہ کہتی کہ میرا محافظ اللہ ہے، ذرا بھی نہ گھبرائی۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں عورتوں کو دین کی طرف بلایا اور ان کو ایمان والی دولت نصیب ہوئی۔ اب یہ عورت بوڑھی ہو چکی ہے، جب اس نے سنا کہ پاکستان سے کوئی عالم شیخ آئے ہیں تو اس کے دل میں چاہت ہوئی کہ میں بھی ایک شیخ سے سلام عرض کر کے ان سے ملاقات کا شرف حاصل کروں، اس لئے اس نے پیغام بھیجا ہے کہ آپ آئیے۔

جب اس عاجز نے یہ باتیں سنیں تو دل میں ان کا بڑا احترام آیا اور دل میں یہ خیال آیا کہ ایسی نیک خاتون سے تو میں جاتے ہی دعائیں لوں گا۔ چنانچہ جب یہ عاجز ان کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ وہ بیمار تھیں اور بستر پر لیٹی ہوئی تھیں اور ان کے اوپر ایک چادر ڈال دی گئی تھی۔ جب یہ فقیر ان کی چارپائی کے قریب

پہنچا اور اسلام علیکم کہا تو انہوں نے جواب دیا۔ پھر میں نے ان سے گزارش کی کہ آپ سب سے پہلے میرے لئے دعا فرما دیجئے۔ اس نے پردے کے اندر سے ہاتھ اٹھا دیئے اور سب سے پہلے یہ الفاظ کہے ''خدایا! ایمان سلامت رکھنا'' اس عاجز کو ایمان کی جو قدر اس دن ملی وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ جس جوان لڑکی نے بیس سال کی عمر سے لیکر نوے سال کی عمر تک لوگوں کو ایمان کی دعوت دی اب جب آخری وقت میں بستر پر لیٹی ہوئی ہے، اسے دعا کے لئے کہا جاتا ہے تو پہلی بات یہ کہتی ہے، خدایا! ایمان سلامت رکھنا۔ سبحان اللہ، معلوم ہوا کہ جیسے مرد لوگ دین کے لئے قربانیاں دیتے ہیں عورتوں نے بھی دین کے لئے قربانیاں دیں اور اس میدان میں وہ پیچھے نہ رہیں۔

اب اسلام پردیسی ہے

آج کی عورتوں کو بھی دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا چاہئے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضا عطا فرمائیں گے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بدء الاسلام غریبا و سیعود غریبا اسلام ایک وقت میں غریب تھا اور ایک وقت قیامت کے قریب آئے گا جب یہ پھر غریب بن جائے گا۔ اس لئے لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام ضعیف بن چکا ہے۔ ضعیف نہیں، کیونکہ ضعیف تو کمزور کو کہتے ہیں، اسلام جیسے قرن اول میں طاقتور تھا اب بھی اسلام کی طاقت اور انجذاب ویسا ہی ہے۔ البتہ آج کے دور میں اسلام پردیسی بن چکا ہے، کیونکہ مسلمان اپنے گھروں میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنتوں کو ذبح کرتے ہیں مگر کوئی دکھ محسوس کرنے والا نہیں ہوتا، محبوب ﷺ کی تعلیم کو گھروں سے نکال دیتے ہیں مگر اس پر کوئی افسوس کرنے والا نہیں ہوتا، قرآن گھروں میں موجود ہوتا ہے مگر نہ کوئی مرد ہاتھ

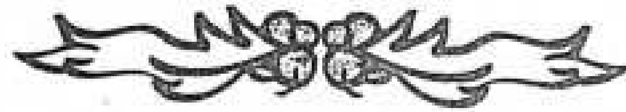
لگا تا ہے اور نہ کوئی عورت ہاتھ لگاتی ہے، مہینوں پہ مہینے گزر جاتے ہیں مگر بچے بھی نہیں پڑھتے ، نہ ماں کو خیال نہ باپ کو خیال ۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں ، نیک لوگ بھی موجود ہیں ، مگر آپ دوسری جانب بھی تو نظر ڈالیں کہ کتنے لوگ ہیں جن کے بچے مسجد کی طرف نہیں آتے اور ان کی بچیاں صحیح طور پر پردہ نہیں کرتیں ۔ لہٰذا آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم دین کو اپنا غم بنا کر اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور دین کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیوں کو پیش کریں ۔

عورت پر تو اسلام کے بڑے احسانات ہیں ۔ اسلام سے پہلے عورت کو حقیر ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا ۔ عورت کا کوئی اختیار اور کوئی حق نہ تھا ۔ یہ ایک مال کی طرح مردوں کی ملکیت ہوتی تھی جسے مرد کی وفات کے بعد وراثت کے مال کی طرح تقسیم کر دیا جاتا تھا ۔ بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا ۔ اسلام نے آکر عورت کو عزتیں عطا کیں اور ان کے حقوق متعین کیے ۔ اسلام نے تعلیم دی کہ اگر یہ بیٹی ہے تو تمہاری عزت ہے اگر بہن ہے تو تمہاری ناموس ہے اگر بیوی ہے تو زندگی کی ساتھی ہے اور اگر ماں ہے تو اس کے قدموں میں تمہاری جنت ہے ۔ اب یہ ماؤں ، بہنوں اور بیٹیوں کے ذمے ہے کہ وہ احسان شناسی کا مظاہرہ کریں اور دین کو حرز جاں بنائیں ۔ اس کی تعلیمات کو سمجھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں ۔

عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دلوں میں نیت کریں کہ آج کے بعد ہماری زندگی کا مقصد دین کا علم حاصل کرنا ، دوسروں تک پہنچانا ، خود بھی عمل کرنا اور دوسروں کو بھی عمل کی طرف بلانا ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس نیت کو قبول فرمالے

اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو علماء وصلحاء کی صفوں میں جگہ عطا فرما دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔

و آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العلمین



چپ کی داد

اے ماؤ! بہنو! بیٹیو! دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہی، قوموں کی عزت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیاں، شہروں کی ہو آبادیاں
غمگیں دلوں کی شادیاں، دکھ سکھ میں راحت تم سے ہے
تم ہو تو غربت ہے وطن، تم بن ہے ویرانہ چمن
ہو دیس یا پردیس، جینے کی حلاوت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو، عفت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں، ایمان سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا، طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا، انسان عبارت تم سے ہے
مونس ہو خاوندوں کی تم، غم خوار فرزندوں کی تم
تم بن ہے گھر ویران سب، گھر بھر میں برکت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی، ڈھارس ہو تم بے کار کی
دولت ہو تم نادار کی، عسرت میں عشرت تم سے ہے

(مولانا الطاف حسین حالؔی)

فاطمہ بنت عبداللہ

(عرب لڑکی طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی)

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دین کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمہء عشرت بھی اپنے نالہء ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربت خاموش میں
پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں
تازہ انجم کا فضائے آسمان میں ہے ظہور
دیدۂ انسان سے نامحرم ہے جن کی موج نور
جن کی تابانی میں انداز کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکب تقدیر کا پرتو بھی ہے

(علامہ محمد اقبالؔ)

مکتبۃ الفقیر کی کتب ملنے کے مراکز

- دارالعلوم جھنگ، پاکستان 0471-622832,625707
- مدرسہ تعلیم الاسلام، سنت پورہ فیصل آباد 041-618003
- معہد الفقیر، گلشن بلاک، اقبال ٹاؤن لاہور 042-5426246
- جامعہ دارالہدیٰ، جدید آبادی، بنوں 0928-621966
- دارالمطالعہ، نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 0696-42059
- ادارہ اسلامیات، 190 انارکلی لاہور 7353255
- مکتبہ مجددیہ، اردو بازار لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ قاسمیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- عبدالوہاب، پنجاب کالونی، نزد رضوان مسجد کراچی 021-5877306
- مکتبہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد مدظلہ العالی مین بازار، سرائے نورنگ PP 09261-350364
- حضرت مولانا قاسم منصور صاحب ٹیپو مارکیٹ، مسجد اسامہ بن زید، اسلام آباد 051-2262956
- جامعۃ الصالحات، محبوب سٹریٹ، ڈھوک مستقیم روڈ، پیرودھائی موڑ پشاور روڈ راولپنڈی

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

شرم و حیاء کے موضوع پر

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

کی بے مثال کتاب

حیا اور پاکدامنی

اسلام کی پاکیزہ اور اجلی تعلیمات پر فقیر کی روح پرور تحریر

- اسلام میں حیاء کی اہمیت۔
- حیاء انبیاء وصلحاء کا شعار ہے۔
- مغرب کی ثقافتی یلغار۔
- نگاہوں کے تیر سے اپنے دل کو بچائیں۔
- زنا کے اسباب اور ان کا سد باب۔
- اسلامی سزائیں کیوں ضروری ہیں۔
- شہوت کنٹرول کرنے کے لاجواب نسخے۔
- عفت و عصمت کے نمونے۔

اپنے نوجوان بچوں اور بچیوں کو یہ کتاب پڑھنے کیلئے دیں۔

مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد
+92-041-618003